

صلوا كما رأيتموني أصلي (حدیث)

# نماز حقیقی

(احادیث کی روشنی میں)

مصنف علامہ مفتی شہیر محمد قادری برکاتی مدظلہ

فاضل دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

صدر مدرس و مفتی: دارالعلوم حنفیہ رضویہ، مرکزی عیدگاہ ٹنڈو الہیار

تقدیم و توثیق: مفتی اعظم سندھ و بلوچستان، محامد العلماء، فخر ضوئیت

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

رئیس دارالافتاء دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

محرک محمد منیر خان عظیمی قائم خانی صاحب



مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں، حیدرآباد

زاویہ

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ، لاہور

297-53  
ش 87  
1438

## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:	نماز حنفی احادیث کی روشنی میں
مصنف:	مفتی شیر محمد قادری برکاتی
تقدیم و توثیق:	ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی
محرک:	محمد منیر خان عظیمی قائم خانی
نگران طباعت:	صاحبزادہ جواد رضا برکاتی الشامی
اشاعت اول:	2016ء - 1438 ہجری
زیر اہتمام:	نجابت علی تارڑ
ناشر:	زاویہ پبلشرز، لاہور
تعداد:	
زیر نگرانی:	مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شاہزادہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی

حیدرآباد

+92-22-2780547

صلوا كما رايتموني اصلي (حديث)

# نماز حقیقی

(احادیث کی روشنی میں)

مصنف: علامہ مفتی شہیر محمد قادری برکاتی مدظلہ

فاضل دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

صدر مدرس مفتی: دارالعلوم حنفیہ رضویہ، مرکزی عیدگاہ شندو اہیار

تقدیم و توثیق: مفتی اعظم شدہ دہلیوچستان، محامد العلماء، فخر ضوئیت

ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

رئیس دارالافتاء دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

محرک: محمد منیر خان عظیمی قائم خانی صاحب

زیر نگرانی: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں، حیدرآباد

## زاویہ پبلشرز

8-C، ربار مارکیٹ، لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email: zaviapublishers@gmail.com

www.zaviapublishers.com

۱۲-۲۰۱۹

خانہ کتب

۲۰۰/۲

جملہ حقوق محفوظ ہیں  
2016ء

بار اول..... 1000

ہدیہ.....  
ناشر..... نجابت علی تارڑ

{ لیگل ایڈوائزرز }

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339  
{ ملنے کے پتے }

ظہور ہوٹل وکان نمبر 2  
دربار مارکیٹ - لاہور

شروع

زَوای پبلیشرز

voice: 042-37300642 - 042-37112954  
Email: zaviapublishers@gmail.com  
Website: www.zaviapublishers.com

- 0423-7350476 صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
- 048-6690418 صبح نور پبلی کیشنز، بالمقابل القمر ہاسٹل، بھیرہ شریف
- 021-34926110 مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی
- 021-34219324 مکتبہ برکات المدینہ، کراچی
- 0300-7548819 مکتبہ دارالقرآن، النساء روڈ، چشتیان
- 051-5558320 احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی
- 051-5536111 اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی
- 022-2780547 مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدرآباد
- 0321-7387299 نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان
- 0301-7241723 مکتبہ بابا فرید چوک چنی قبر پاکپتن شریف
- 0321-7083119 مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ
- 041-2631204 مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد
- 0333-7413467 مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد
- 0313-4812626 مکتبہ باب الاسلام، فیضان مدینہ، حیدرآباد
- 0331-2476512 مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی، کراچی
- 0300-6203667 رضابک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات
- 040-4226812 مکتبہ فریدیہ، ہائی سٹریٹ ساہیوال

# انتساب

مفتی اعظم پاکستان خلیل العلماء خلیل ملت پیر طریقت رہبر شریعت

خلیل امت علامہ مفتی محمد خلیل خان

قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخی و مرشدی پیر طریقت رہبر شریعت

و

نبیرہ اعلیٰ حضرت، تاج الشریعہ، فقیہ العصر

علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری برکاتی الازہری

دامت برکاتہم العالیہ

العبد الضعیف

شیر محمد قادری برکاتی

## فہرست

صفحہ نمبر	فہرست	نمبر شمار
13	تقدیم و توثیق ( فقیہ العصر مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ )	1
15	ابتدائی کلمات: (صاحبزادہ جواد رضا برکاتی الشامی)	2
17	تقریظ ( مفتی محمد شاہد برکاتی )	3
18	تقریظ ( علامہ عزیز اللہ برکاتی )	4
19	وجہ تالیف ( مرتب مفتی شیر محمد قادری برکاتی )	5
25	مقدمہ	6
33	کیا تقلید شرک ہے	7
33	تمام فقہاء، محدثین، صوفیاء، اولیاء مقلد ہیں	8
34	تقلید اور ابن تیمیہ	9
35	تقلید اور سعودی علماء	10
36	تقلید اور غیر مقلدین	11
37	عقائد میں تقلید جائز نہیں	12
37	مذہب	13
38	مذہب اربعہ	14
38	مذہب حنفی	15
40	فقہ حنفی کی مقبولیت	16

41	اکثر اولیاء کرام حنفی ہیں	17
41	ائمہ ثلاثہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق رائے	18
43	دیگر اختیارات کی امام اعظم کے متعلق آراء	19
45	بشارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	20
46	امام صاحب اغیار کی نظر میں	21
49	امام اعظم کا محدثانہ مقام	22
51	کیا امام اعظم حدیث کے مقابلے میں رائے پر عمل کرتے ہیں	23
54	کیافتہ حنفی کی مؤید احادیث ضعیف ہیں	24
55	تدوین حدیث	25
58	امام اعظم تابعی ہیں	26
59	امام اعظم کی احادیث صحیح ہونے کی دلیل	27
62	نماز پڑھنے کی فضیلت اور ترک نماز پر وعید نیز جماعت کی اہمیت	28
62	آیات قرآنی	29
64	احادیث و آثار	30
74	استقبال قبلہ	31
74	نیت	32
75	نیت کی تعریف	33
76	زبان سے نیت کرنے کی تحقیق	34
77	سنت	35
78	بدعت و مکروہ	36

80	متحب و متحن	37
92	تکبیر تحریمہ	38
95	تکبیر تحریمہ اور رفع یدین	39
95	کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے	40
99	تطبیق روایات	41
107	وقت رفع یدین	42
110	تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کا طریقہ	43
113	قیام	44
114	قیام کی فرضیت	45
118	نماز میں ہاتھ باندھنا	46
119	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے	47
121	ہاتھ باندھنے کا طریقہ	48
124	نماز میں نظر کہاں ہو	49
125	نماز میں ادھر ادھر یا اوپر دیکھنا	50
128	نماز میں آنکھیں بند کرنا	51
129	ثناء	52
130	تعوذ	53
131	تسمیہ	54
132	فاتحہ کے بعد سورۃ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا	55
135	قرأت کی تعریف	56



139	فرض قرأت	57
141	قرأت فاتحہ	58
143	آمین کہنا	59
144	آمین آہستہ کہنا سنت ہے	60
147	فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ پڑھنا	61
148	سورۃ کی دلیل	62
148	تین آیات کی دلیل	63
149	دو آیات کی دلیل	64
150	ایک آیت کی دلیل	65
151	امام کے پیچھے قرأت کرنا	66
159	سری نماز میں امام کے پیچھے قرأت	67
163	امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا	68
166	رکوع میں جانے کا طریقہ	69
167	تکبیر رکوع میں رفع یدین کرنا	70
172	لمحہ فکریہ	71
175	رکوع کا طریقہ	72
175	رکوع میں پیٹھ سیدھی کرنا	73
177	رکوع میں سر نہ نیچے کرنا نہ اوپر بلکہ پیٹھ کے برابر کرنا	74
177	رکوع میں گھٹنوں کو نہ موڑے اور پنڈلیوں کو سیدھا کرے	75
178	رکوع میں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا	76

179	رکوع میں انگلیوں کو کشادہ رکھنا اور انہیں گھٹنوں سے نیچے کی طرف پچھانا	77
181	رکوع میں بغلیں کھلی رکھنا اور کہنیاں پیٹ سے الگ اور جدا رکھنا	78
182	کیا رکوع میں الصاق کعبین سنت ہے	79
187	رکوع و سجود میں تسبیحات	80
189	رکوع و سجود میں تسبیحات کا حکم	81
192	تعدیل ارکان	82
196	تسمیع و تحمید	83
199	سجدے میں جانے کا طریقہ	84
201	سجدے میں جاتے ہوئے پیٹھ سیدھی رکھے	85
201	سجدہ میں جانے سے پہلے گھٹنوں کو، پھر ہاتھوں کو، پھر سر کو زمین پر رکھے	86
203	اعضاء سجود	87
207	سجدے میں پاؤں اٹھانا	88
207	سجدے میں دونوں پاؤں کو کھڑا اور پاؤں کی انگلیوں کو کشادہ اور قبلہ رخ رکھنا	89
210	سجدے میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانا اور انہیں قبلہ کی طرف پھیلانا	90
212	سجدہ میں اپنی کلائیاں نہ پچھائے	91
212	سجدہ میں سر اور پیشانی کو دونوں ہاتھوں کے بیچ اس طرح رکھنا کہ ہاتھ کانوں کے برابر ہوں	92
214	سجدے میں بازوؤں کو پہلو سے دور رکھے اور بغلوں کو ظاہر کرے	93
215	سجدہ میں دونوں رانوں کو ایک دوسرے سے نیز پیٹ سے جدا رکھنا	94
215	سجدہ میں سر میں گھٹنوں کو اٹھانا	95

216	تسبیحات سجدہ	96
216	جلسہ	97
217	جلسہ میں بیٹھنے کا طریقہ	98
218	جلسہ میں اللہم اغفر لی کہنا	99
220	کیا جلسہ استراحت سنت ہے؟	100
222	سجدے سے قیام کی طرف کھڑے ہوتے وقت زانوؤں پر اعتماد کرتے ہوئے اٹھے اور زمین پر ہاتھ رکھ کر سہارا نہ لے	101
224	دوسری رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا	102
226	دوسری رکعت میں قرأت	103
227	قعدہ اولیٰ	104
229	تشہد	105
231	قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زیادہ نہ پڑھے	106
233	تشہد میں کلمہ شہادت کے وقت انگلی سے اشارہ کرنا	107
235	طریقہ رفع سبابہ	108
238	تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت	109
240	تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ	110
240	تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ پڑھنا	111
242	قعدہ اخیرہ	112
244	قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف	113
246	درود شریف کے بعد کی دعا	114

248	سلام	115
249	عورتوں کی نماز کا طریقہ	116
249	عورتوں کے طریقہ نماز کے متعلق چند احادیث و آثار	117
252	تعداد رکعات تراویح	118
252	دلائل	119
256	نماز وتر واجب ہے	120
258	وتر کی تین رکعت ہیں	121
260	وتر میں قنوت رکوع سے پہلے	122
262	قنوت فجر	123
264	دعا	124

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## تقدیم و توثیق

از: مفتی اعظم ہند و بلوچستان، محامدا لعلماء، فخر رضویت، شیخ طریقت

فقہ العصر ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

الحمد لولیه والصلوة والسلام علی حبیبہ والشکر علی نعبائہ  
والرحمة علی فقہاء دینہ و علماء ملتہ

اما بعد! زیر نظر کتاب: نماز حنفی احادیث کی روشنی میں مصنفہ عزیز القدر جامع الفقر والفخر مفتی شیر محمد قادری کا غضنفر سلمہ الباری کی ایک انتہائی خوبصورت محنت ہے، اس محنت کے سلسلے میں جو مسائل سامنے آئے ہیں وہ مدلل و لاجواب اور معطل و صواب ہیں۔ عزیزم مولانا شیر محمد قادری نے بہت عرق ریزی کے بعد، حنفی نماز کے طریقے کو احادیث مبارکہ کے حوالوں سے مزین کر کے ایک روشن منار بنا دیا ہے، جو قلب اعمیٰ کے سوا، ہر ایک کے لئے ضیاء اذہان ہے اور جلاء افہام ہے، اگرچہ اس موضوع پر اکابر نے پہلے بھی کتب تحریر فرمائیں۔ اور خصوصاً خلیل الملت والدین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی نور اللہ مرقدہ نے ”ہماری نماز“ میں بہت عمدہ طریقہ سے سمندر در کوزہ کیا ہے۔ مگر ان ہی عنوانات کو مزید مجلا مصفأ کیا ہے ان کے تلمیذ التلمیذ نے اور عربی عبارات نقل کر کے مخالفین کے تابوت میں آخری کیل بھی لگادی ہے اور اب نہ ماننے والوں کو کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ ان کے لئے ہر گلی بند ہے اور نمازیوں کے لئے سب راستے کھلے ہیں اور ہر راستہ فقہیت حنفی کو واضح کر رہا ہے، خوبصورت جملے، مضامین کی چٹائی، الفاظ کی جدت، سمجھانے کا انداز، نہ ماننے والے کو گھر بھیجنے کے لئے کافی ہے۔ مولانا شیر محمد قادری نے ہو القادر اور عبد القادر کے فیض مصطفوی سے خوب روحانیت اور علمیت بکھیری ہے، جو فقہی موتیوں کی خوبصورت اور دلآویز مالا ہے۔ ہر موضوع مکمل ہے ہر مفہوم اجمل و اکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ زور قلم اور بڑھائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر

ہے کہ دارالعلوم احسن البرکات سے ہر دور میں علماء کے ساتھ، مفتی اور مصنف پیدا ہوئے ہیں۔ احسن البرکات کی تاریخ میں بہت سے مصنف اور مؤلف نظر آتے ہیں۔ یہ سب فیضان ہے خلیل العلماء کا اور مشائخ مارہرہ مطہر کی خانقاہ برکاتیہ کا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

العبد القادری  
احمد میاں برکاتی غفرہ الحمید

۱۳ ذی القعدہ ۱۴۳۷ ہجری

۱۷ اگست ۲۰۱۶ء

العبد القادری غفرہ الحمید



## ابتدائی کلمات

از: صاحبزادہ جوادرضا برکاتی الشامی  
 ناظم تعلیمات دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد  
 اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم  
 نحن عباد محمد صل علیہ وسلم  
 ہوئی جہاں پہ عیاں شان احسن البرکات  
 اڑا جو پرچم ایوان احسن البرکات (اخترالحامدی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد  
 دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد کی بنیاد 1952 میں مفتی اعظم پاکستان، خلیل العلماء مفتی محمد  
 خلیل خان قادری برکاتی علیہ الرحمہ والرضوان (خلیل العلماء عالم اسلام کے مشاہیر مصنفین میں سے  
 ہیں آپ نے تقریباً ۶۰ کتب تصنیف فرمائیں خصوصاً ہمارا اسلام، سنی بہشتی زیور، ہماری نماز، فتاوی  
 خلیلیہ آپ کی بہترین کاوشیں ہیں جو آج دنیا کے کئی ممالک میں انگریزی، سندھی، ہندی، ڈچ،  
 فرنج میں ترجمہ ہو کر کروڑوں لوگوں کی اصلاح کا باعث ہیں) نے دیگر عمائدین کے ہمراہ اس  
 وقت رکھی جب پورے حیدرآباد میں باقاعدہ کوئی مدرسہ یا مکتب نہیں تھا، اسی وجہ سے یہ ادارہ ام  
 المدارس کہلایا، احسن البرکات کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، دارالعلوم میں پہلی بار دورہ  
 حدیث کا آغاز 1965 میں ہوا، اور اس کے بعد سے اب تک یہاں سے ہزاروں علماء کرام، قراء  
 کرام، حفاظ کرام فارغ ہو چکے ہیں، اور آج ملک مختلف حصوں میں، دیگر ممالک میں دین متین کی  
 خدمات سرانجام دے رہے ہیں، گویا کہ خلیل العلماء کا لگا ہوا پودا آج آپ کے جانشین محامد العلماء،  
 مفتی اعظم، قبلہ آغا جان کی مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ کی سربراہی میں ایک تناور درخت بن چکا ہے  
 (قبلہ آغا جان بھی ایک بہترین مصنف ہیں اور آپ کی تقریباً درجن سے زائد کتب منظر عام پر آچکی  
 ہیں، کئی زیر قلم ہیں)، ان ہی فاضلین میں و مقتیان کرام میں سے ایک شخصیت فاضل جلیل، عالم نبیل

فخر احسن البرکات علامہ مفتی شیر محمد قادری برکاتی زید جبہ بھی ہیں، جنہوں نے اپنا عالم کورس کا پورا عرصہ بعد ازاں تخصص فی الفقہ والجموٹ دارالعلوم احسن البرکات (چند سال قبل درجن سے زائد مفتیان کرام نے قبلہ آغا جان کی نگرانی میں تخصص فی الافتاء والجموٹ مکمل کیا اور مفتی کی سند کے حقدار قرار پائے) ہی میں گزارا، اور انتہائی محنت، لگن سے برکاتیت و رضویت کی خوشبوؤں میں رہ کر اپنے دادا استاد خلیل العلماء و خصوصاً سیدی اعلم حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری برکاتی علیہما الرحمہ کی تحریروں میں رہ کر قبلہ آغا جان کی شاگردی میں رہ کر مکمل کیا، اس طرح آپ پر خصوصی فیضان برکات و رضا جاری ہوا، آپ دارالعلوم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، موصوف آج سرزمین سندھ کے ایک شہر ٹنڈوالہیار میں اپنی علمیت کا لوہا منوا چکے ہیں، مذکورہ کتاب ”نماز حنفی“ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بھت ہی سہل انداز میں مرتب کیا ہے، اللہ عزوجل فاضل مصنف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

سگ برکات و رضا

العبد القادری محمد جواد رضا برکاتی الشامی

ناظم تعلیمات، ام المذارس احسن البرکات، حیدرآباد

9، اکتوبر 2016، 7/2016، محرم الحرام 1438ھ



## تقریظ

باسمہ تبارک و تعالیٰ وبالصلوة والسلام  
 علی حبیبہ ورسولہ ونبیہ الاعلیٰ

اما بعد!

برادر مکرّم، تلمیذ محامد العلماء حضرت مولانا مفتی شیر محمد قادری برکاتی مدظلہ، فاضل دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد کامرتب کردہ رسالہ ”نمازِ حنفی احادیث کی روشنی میں“ نظروں کے سامنے ہے۔ وہ تمام احادیث جو کتب مطولہ میں بکھری تھیں موصوف نے ان تمام کو جمع کر کے بڑے بہترین انداز میں نمازِ حنفی کو احادیث سے ثابت کیا ہے۔ موجودہ رسالہ وقت کی اہم ضرورت تھی۔ کچھ عرصہ قبل ہی ایک غیر مقلد سے اس بارے میں بحث ہوئی کہ نمازِ حنفی کو احادیث سے ثابت کرو۔ مذکورہ رسالہ ان کا منہ بند کرنے کے لئے کافی و وافی ہے۔ رسالے کو پڑھا، مولانا نے مذکورہ موضوع ہر احادیث کی کئی مختصر مفصل کتب سے انتخاب کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ موصوف کے لکھنے کا اندام فہم ہوتا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ مذکورہ رسالہ عوام کے لئے بے حد مفید ہے۔

احقر العباد

(مفتی) محمد شاہد برکاتی

نائب مفتی دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

وخطیب جامع حنفیہ مسجد، چوڑی پاڑہ، حیدرآباد

21-09-2016

## تقریظ

حامدا و مصلیا و مسلما

اما بعد! فقیر قادری برکاتی نے برادرِ گرامی جناب علامہ مفتی شیر محمد قادری برکاتی کی مرتب کردہ کتاب ”نمازِ حنفی احادیث کی روشنی میں“ کو اول تا آخر پڑھا مجموعی طور پر یہ کتاب وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مرتب نے نہایت احتیاط سے کتب معتبرہ سے احادیث کی روشنی میں نمازِ حنفی کو ثابت کیا ہے۔ اللہ سے قبولِ عام بنائے اور باعثِ اجرِ آخرت بنائے۔

فقط

(مولانا) سید عزیز اللہ قادری برکاتی

لاکھڑاپا اور ہاؤس، کھانوت، ضلع جامشورو

03-10-2016

☆☆☆

## وجہ تالیف

باسمہ تعالیٰ

حامدا و مصلیا و مسلماً..... اما بعد

آج کے اس پر فتن دور میں خواہشات نفسانی کے غلبہ، خستہ الہی میں کمی اور فکر آخرت سے بے نیازی کے سبب لوگوں میں ضعف ایمانی اور عمل میں کمزوری پیدا ہو رہی ہے احکام شرعیہ یعنی اوامر و نواہی کی پرواہ نہیں کرتے۔ حلال و حرام کی تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔ حقوق کی اہمیت گھٹ رہی ہے صلہ رحمی کو غیر ضروری خیال کیا جانے لگا ہے۔ شوق عبادت اور خوف گناہ مفقود ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے میں ایک سچے مصلح اور مبلغ کا یہ فرض ہے کہ وہ حکمت عملی اور موعظہ حسنہ کے ذریعے اصلاح امت کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔ اور الحمد للہ، علماء کرام و مشائخ عظام اور مبلغین دین اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کر رہے ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، لیکن اس نازک صورتحال میں بھی بعض فتنہ باز لوگ اصلاح کے نام پر فساد کر رہے ہیں۔ جو خود کو کسی کا مقلد نہیں کہتے ہیں اور تقلید کو شرک و گناہ کہہ کر باقی تمام مسلمانوں کو مشرک و گمراہ قرار دیتے ہیں، انہیں اس زوال پذیر معاشرے کی تمام برائیوں کی فکر نہیں، ان کی نظر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ نماز میں، تکبیرات انتقالات میں، رفع یدین نہیں کرتے اور آمین بالجہر نہیں کہتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ اللہ کا منادی لوگوں کو نماز کے لئے بلائے، پھر بھی لوگ نہ آئیں۔ اندر مسجد میں نماز ہو رہی ہے اور باہر مسجد کے متصل اور قریب گلیوں، دوکانوں، سیرپوں، ٹھیوں، فٹ پاتھوں وغیرہ پر نوجوان گپ شپ لگا رہے ہوں، ہنسی مذاق اور قہقہے لگا رہے ہوں، فحش باتیں اور گالیاں دے رہے ہوں، موبائل کے ذریعے ناچ گانے دیکھ رہے ہوں، ان کی نظر میں یہ سب کچھ اتنا قابل اعتراض نہیں۔ لیکن ان نوجوانوں میں سے اگر کسی کا دل جوٹ کھا جائے اور وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرے، مسجد میں آ کر نماز پڑھے، رفع یدین نہ کرے، آمین آہستہ کہے، بس ان کی نظر میں اس نے حدود اللہ سے تجاوز کر لیا اور گمراہ ہو گیا، یہ بے

نمازیوں کو نمازی نہیں بناتے بلکہ نمازیوں کو پریشان کرتے ہیں۔ ان شرارتی لوگوں نے اثبات رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ کے متعلق آٹھ دس حدیثیں رٹی ہوتی ہیں۔ وہ بھی اردو کی اپنے مولویوں کی کتابوں سے، یہی ان کا مبلغ علم ہوتا ہے۔ باقی دین کے شعبوں سے کوئی دلچسپی، نہ علم، اور نہ ہی اصلاح المسلمین ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اس بات کا اعتراف خود ان کے بڑوں نے بھی کیا ہے۔ مشہور غیر مقلد عالم وحید الزمان لکھتے ہیں۔

غیر مقلدوں کا گروہ ہے جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں۔ انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی۔ قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی سے کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔ بعض عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع الیدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا ہے۔ باقی اور آداب و سنن اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں۔ غیبت، جھوٹ افتراء سے باک نہیں کرتے۔ (لغات الحدیث: بحوالہ دلیل حق ص 361)

جہاں تک رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ کا معاملہ ہے تو یہ اجتہادی اور فروعی نوعیت کا اختلاف ہے کہ جس میں مختلف روایات ہیں اور صحابہ کرام سے لے کر ان مسائل میں اختلاف چلا آ رہا ہے۔ یوں ہی محدثین و فقہاء کا بشمول ائمہ مجتہدین اور ان کے متبعین کے اس میں مختلف آراء رہیں۔ لیکن انہوں نے باوجود اختلاف رائے کہ ایک دوسرے پر کفر و شرک اور گمراہی کے فتوے صادر نہیں کئے بلکہ اپنی رائے کو صواب اور دوسرے کی رائے کو خطا اجتہادی قرار دیا۔ کیوں کہ یہ کفر و شرک یا فرض اعتقادی و حرام قطعی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ رفع یدین، آمین تو فرض عملی و کراہت تحریم کا معاملہ بھی نہیں بلکہ سنیت یا عدم سنیت کا ہے۔ جیسے ہم احناف کے نزدیک تکبیرات انتقالات میں رفع یدین نہ کرنا سنت ہے اور شوافع وغیرہ کے نزدیک رفع یدین کرنا سنت ہے۔ دونوں ہی احادیث و آثار سے استدلال کرتے ہیں اور دونوں ہی میں جذبہ اتباع رسول اللہ ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ رفع یدین کرنے والے اور ترک کرنے والے دونوں ہی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی نیت سے ایسا کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی رائے کا بھی احترام کرتے ہیں، یعنی خطا اجتہادی قرار دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی نیت اور اخلاص میں شک نہیں کرتے۔ ایک دوسرے کو

مخالفت رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مقابلے میں دوسرا طریقہ ایجاد کرنے کا الزام نہیں دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف ہمارے زمانے کے یہ شریکیند لوگ حسب عادت اس مسئلے میں بھی شدت کرتے ہیں اور عوام کو پریشان کرتے ہیں۔ عموماً سادہ لوح مسلمانوں پر وہ یہ حربہ استعمال کرتے ہیں کہ کسی نمازی (بے نمازی کو تو خیر وہ کچھ نہیں کہتے) کو پکڑ کر تبلیغ کرتے ہیں کہ آپ کی نماز درست نہیں۔ اپنی نماز کو ضائع مت کرو۔ نبی ﷺ کے طریقے سے نماز پڑھو۔ حالانکہ کون سا امتی رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے خلاف نماز پڑھے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: صلوا کما رايتہونی اصلی یعنی نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھو۔ وہ عام آدمی کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ اور ان کے آباء و اجداد جس طریقے سے نماز پڑھتے آرہے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے طریقے کے خلاف ہے اور باطل ہے۔ حالانکہ خود غیر مقلدین کے چوٹی کے عالم اور امام، ابن حزم ظاہری اعتراف کرتے ہیں کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور دونوں ہی طرح سے نماز پڑھنے والا نبی ﷺ کے طریقے سے نماز پڑھتا ہے۔

ان کے الفاظ ہیں:

قد صح ان رسول ﷺ کان يرفع يديه عند كل خفض ورفع وانه كان لا يرفع: حد ثنا حماد ثنا عباس بن اصبغ ثنا محمد بن عبد الملك بن ايمن ثنا محمد بن اسماعيل الصائغ ثنا زهير بن حرب ابو خيثبه ثنا و كيع عن سفيان الثوري عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمه عن عبد الله بن مسعود قال: الا اريكم صلوة رسول ﷺ فرفع يديه في اول تكبيرة ثم لم يعد فلها صح انه عليه السلام كان يرفع في كل خفض ورفع بعد تكبيرة الاحرام ولا يرفع كان كل ذلك مباحاً لا فرضاً و كان لنا ان نصلي كذا لك فان رفعنا صلينا كما كان رسول الله ﷺ يصلي و ان لم نرفع فقد صلينا كما كان عليه السلام يصلي۔ (المحلى بالآثار ج 2 ص 265، دار الكتب العلمية بيروت)

ترجمہ: بے شک صحیح سند سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سجود میں جانے اور اٹھنے کے لئے کبھی رفع یدین کرتے تھے، کبھی نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ دکھاؤں رسول اللہ ﷺ کی نماز۔ پس آپ نے صرف پہلی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔ پس جب صحیح سند سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد والی تکبیروں میں کبھی رفع یدین کرتے کبھی نہیں کرتے تھے تو یہ دونوں ہی طریقے جائز ہوئے۔ ان میں سے کوئی بھی فرض اور ضروری نہیں ہوا اور ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم ان میں سے کسی بھی طرح سے نماز پڑھیں۔ پس اگر ہم نے رفع یدین کیا تو بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح نماز پڑھی اور اگر ہم نے رفع یدین نہیں کیا تو بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح نماز پڑھی۔

اسی طرح اہل حدیث کے معتمد اور مستند ترین عالم ان کے شیخ المشائخ ندیر حسین دہلوی لکھتے ہیں۔ در صورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت برداشتن سر از رکوع منازعت و مخاصمت و مشامت و مغاضبت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نحو آبود۔ زیرا کہ رفع و عدم رفع در ہر دو مقام باوقات مختلفہ از آن حضرت ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثابت است چہ دلائل طرفین دریں باب موجود۔

(فقاویٰ ندیریہ۔ فقاویٰ علمائے حدیث ج 3 ص 160، مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور)

(ترجمہ) علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیوں کہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔

**لطیفہ:** شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ارواح ثلاثہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

غیر مقلدیت کے معلم اول میاں اسماعیل دہلوی صاحب جب رفع یدین کرنے لگے تو کسی نے انہیں ٹوکا تو فرمایا کہ یہ سنت مردہ ہو چکی تھی، میں اس کو زندہ کر رہا ہوں اور حدیث شریف میں مردہ سنت زندہ کرنے پر شہیدوں کے ثواب کی بشارت ہے۔ ٹوکنے والے تو چپ رہے مگر جب

۱۲۹۲۸

یہ بابت شاہ عبدالقادر نے سنی تو کہا، میں تو سمجھتا تھا کہ پڑھنے لکھنے کے بعد اسماعیل کو کچھ آتا ہوگا مگر اسے کچھ نہیں آیا۔ حدیث میں یہ بشارت اس وقت ہے ہے جب سنت کے مقابلے میں بدعت ہو سنت نہ ہو یہاں تو دونوں سنت ہیں۔ (زبہ القاری شرح صحیح بخاری ج 1 صفحہ نمبر 200)

بس اسی نکتہ کو یہ لوگ بھی سمجھیں تو شدت نہ کریں۔ ان کا نماز میں رفع یدین کرنا وجہ نزع نہیں۔ مگر نماز سے باہر رفع یدین (یعنی رفع یدین نہ کرنے والوں سے جھگڑنا) ضرور فتنہ و فساد ہے۔

**لطیفہ:** اس حوالے سے ایک روایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ جسے ابن حزم نے کھلی میں نقل کیا ہے۔

کان ابن عمر اذرای مصلياً لا يرفع يديه في الصلوة حصبه و

امرہ ان يرفع يديه۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر کسی نمازی کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کر رہا تو آپ اسے کنکری مارتے اور حکم دیتے کہ رفع یدین کرو۔

اس کے جواب میں غیر مقلدین کے رئیس اور امام، ابن حزم ہی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔

ما کان ابن عمر ليحصب من ترك ماله تركه

(ترجمہ) یہ نہیں ہو سکتا کہ ابن عمر اس کام کے ترک پر کسی کو کنکری ماریں جس کا ترک کرنا جائز ہو۔

(کھلی بالآثار ج 2 ص 265، دارالکتب العلمیہ بیروت)

پس معلوم ہوا کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔

بہر حال ان شرارتیوں کی اس طرح کی حرکتوں سے عام سادہ لوح مسلمان ذہنی الجھن اور

پریشانی کا شکار ہوتے ہیں اس لئے ہمارے ایک بزرگ دوست محمد منیر خان عظیمی قائم خانی جو

اصلاح امت کے لئے فکر مند رہتے ہیں انہوں نے اس حوالے سے ضرورت محسوس کی کہ عوام کو ان

شرپندوں کے شر سے بچانے کے لئے ”نماز حنفی احادیث کی روشنی میں“ کے عنوان سے ایک

کتاب لکھی جائے جس میں نماز حنفی کا طریقہ احادیث، رسول ﷺ اور آثار صحابہ سے ثابت کیا جائے۔

انہوں نے اس سلسلے میں مجھ سے بات کی پہلے تو میں مسلمان نہیں ہوا، کیوں کہ اس موضوع پر ہمارے

علماء کرام نے بہت کام کیا ہے اور ان کے بعد مجھ جیسے کم علم کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کی

ضرورت نہیں۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ علماء احناف نے اس حوالے سے بہت کام کیا ہے۔

لیکن ایک تو وہ چند اختلافی مسائل تک محدود ہے۔ مکمل، مفصل، مرتب نماز کا طریقہ نہیں ہے۔ (اور جو مفصل و مکمل طریقہ نماز پر مشتمل کتب ہیں تو وہ مدلل نہیں، کیوں کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان مذہب حنفی سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا ان کو مختلف مذاہب فقہ اور ان کی ادلہ میں الجھائے بغیر سیدھے سادھے انداز میں فقہ حنفی کے مطابق طریقہ نماز سکھایا گیا ہے) اور دوسرا انداز استدلال اتنا مناظرانہ اور مشکل علمی ابحاث پر مشتمل ہے کہ عام اردو دان طبقہ اس سے کما حقہ استفادہ نہیں کر سکتا۔

بالآخر انہوں نے اپنے استدلال سے مجھے ضرورت کتاب کا قائل اور اصرار سے کتاب لکھنے پر آمادہ کیا۔ پھر سب سے پہلے میں نے اپنے استاد محترم عالمی مبلغ اسلام مفتی اعظم اہلسنت محمد العلماء ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ ہتھم و شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ سے مشورہ کیا اور ان کی سرپرستی اور راہنمائی میں کام شروع کیا اور اسلوب وہی کتب فقہ کا رکھا۔ یعنی مکمل نماز کا طریقہ از تکبیر تحریرہ سلام تک ترتیب کے ساتھ لکھا (۱)۔ لیکن عام کتب فقہ کے برخلاف تمام جزئیات کو احادیث و آثار سے ثابت کیا۔ نیز ہر مسئلہ کو احادیث و آثار سے مزین و آراستہ کرنے کے ساتھ جہاں مناسب سمجھا، یا ضرورت محسوس کی، حنفی موقف کی وضاحت کے لئے علماء احناف کی معتمد علیہ و مستند ترین کتب فقہ و فتاویٰ سے بھی عبارات نقل کی ہیں اور چونکہ مقصد صرف اصلاح و اطمینان عوام ہے نہ کہ مناظرہ لہذا سوائے چند ایک مقامات کہ زیادہ تر مسائل میں مخالف موقف کی ادلہ اور اعتراضات و جوابات کی بحث کو نہیں چھیڑا ہے۔ صرف حنفی موقف کو احادیث و آثار سے ثابت کیا ہے اور یہی ہم عام مسلمانوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ حنفی نماز نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقہ نماز کے مقابلے میں کوئی نیا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ نماز حنفی، نماز نبوی ہی ہے۔ قارئین بالخصوص علمائے کرام سے گزارش ہے کہ اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مجھے مطلع کریں۔ ان شاء اللہ مجھے حق کی طرف رجوع کرنے والا پائیں گے۔



(۱) افسوس کہ کتاب کی کمپوزنگ کے دوران ہی موصوف کا انتقال ہو گیا، ان اللہ وانا الیہ راجعون ان کے بیٹے محمد علی نے اپنے والد کی خواہش کے مطابق کتاب کی طباعت کے لئے مالی تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، اس کا خیر کو ان کے لئے صدقہ جاریہ اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین



## مقدمہ

از مصنف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے پیغامات و ہدایات دے کر اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا اور دوسلام ہو اللہ کے ان پیغمبروں پر جنہوں نے اللہ کے پیغامات اس کے بندوں تک پہنچائے خصوصاً آخری پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو اللہ کی آخری کتاب اس کے بندوں کے نام لے کر آئے اور اس کے پیغام کی تبلیغ و تشریح کی اور آپ کے صحابہ پر جنہوں نے آپ ﷺ کے اس پیغام اور تشریح کو قولاً و عملاً امت تک پہنچایا۔ رحمت کاملہ نازل ہو، تابعین و تبع تابعین، فقہاء و محدثین پر جنہوں نے اس وراثت انبیاء کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور اس امانت کو آگے امت تک منتقل کیا۔ بالخصوص ائمہ مجتہدین، امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل پر جنہوں نے قرآن و سنت سے ایسے سنہری فقہی اصول وضع کیئے۔ جن کی روشنی میں رہتی دنیا تک امت اپنی تمام تر عبادات، معاشیات و سماجیات اخلاقیات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منشاء و مرضی کے مطابق عمل کر سکیں گے۔ جزا ہم اللہ عنا احسن الجزاء... اما بعد

بے شک بندوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے رب کی عبادت کریں کہ اس نے انہیں اسی کے لئے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ (سورہ الذاریات آیت 56)

(ترجمہ) اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بناے کہ میری بندگی کریں۔

اور اللہ کی عبادت کما حقہ اس وقت تک نہیں کی جاسکتی۔ جب تک کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس کے محبوب محمد ﷺ کی اتباع و اطاعت نہ کی جائے کیوں کہ اس نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے، فرمایا:

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ ۝ (سورہ مائدہ آیت 92)

(ترجمہ) اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا۔

بلکہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت کو اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے، فرمایا:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۝ (سورہ نساء آیت 90)

(ترجمہ) جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اور اپنی محبت کو بھی اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت سے مشروط کیا ہے، فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۝ (سورہ آل عمران آیت 31)

(ترجمہ) اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور اپنے محبوب ﷺ کے حکم و فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والوں کو بے ایمان قرار دیا۔ فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ۝ (سورہ نساء آیت 65)

(ترجمہ) تو اے محبوب ﷺ تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

محمد عربی ﷺ کے اولین مخاطبین میں سے جنہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور

شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے ساتھ وہ کمال وفا

کیا کہ اللہ رب العزت نے ان کے ایمان کو دوسروں کے لئے بھی معیار قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ ۝ (سورۃ البقرہ آیت 13)

(ترجمہ) اور جب ان سے کہا جائے۔ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے۔

نیز دوسرے مقام پر فرمایا:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا ۝ (سورۃ البقرہ آیت 137)

(ترجمہ) پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائیں جیسا تم (یعنی صحابہ کرام) لائے۔ جب وہ ہدایت پا گئے۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں نجوم ہدایت قرار دیا اور ظلمتِ جہالت و ضلالت میں انہیں

نور ہدایت فرما کر ان کی سیرت کی روشنی میں چلنے والے راہِ حق کے مسافر کے سفر کو محفوظ و مامون

قراردیا۔ چنانچہ فرمایا:

اصحابی كالنجوم فباہم اقتدیتم اہتدیتم ۵

(مشکوٰۃ ص 554، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے، ہدایت پالو گے۔ لیکن یہ چوں کہ اسلام کا ابتدائی دور تھا۔ صحابہ کرام زیادہ اہم کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ مثلاً اشاعت اسلام اور اندرونی و بیرونی فتنوں کا سدباب وغیرہ۔ دوسری طرف نئے نئے مسائل نے بھی جنم نہیں لیا تھا۔ لہذا انہوں نے ایسے اصول وضع نہیں کئے جو تمام جزئیات و حوادث کے لئے کافی ہوتے اور تمام فروعات کا احاطہ کرتے۔ مگر جوں جوں اسلام پھیلتا گیا اس کی سرحدیں وسیع ہوتی گئیں۔ دنیا کے گوشے گوشے میں ہر رنگ و نسل کے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے، مجموعی طور پر انسانی معاشرہ ترقی کرتا گیا، اس کی ضروریات زندگی بڑھتی گئیں، قوموں کے اختلاط اور معاشرتی ضرورتوں نے نئے مسائل کو جنم دیا۔ مختلف تہذیبیں ان کی اپنی اپنی ثقافت، تمدن، معاشیات و سماجیات، اب علماء زمانہ کو یہ مسئلہ درپیش تھا کہ کس طرح ان مختلف الاحوال، مختلف رنگ و نسل، مختلف اصول معاشرت رکھنے والے لوگوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا جائے کہ تہذیبوں کا تصادم بھی نہ ہو اور سب کی سب تہذیبیں دامن اسلام سے لپٹ کر اس میں ضم ہو جائیں۔ کیوں کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس میں ایسی کشش و لچک ہے جو ہر زمانے، ہر علاقے، ہر رنگ و نسل کے لوگوں کے لئے قابل قبول اور لائق عمل ہو سکتا ہے کیوں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو محض کچھ مذہبی رسومات تک ہی محدود نہیں بلکہ ایک مکمل نظام زندگی اور دستور العمل ہے۔ جس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہدایات اور سنہری اصول ہیں۔ ان رہنما اصول پر عمل کرتے ہوئے ایک مثالی اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ کیوں کہ اسلامی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر شعبے مثلاً معاشیات، سماجیات، اخلاقیات و دیگر معاملات ہر شعبہ کے لئے اصلاحات موجود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام دن بدن پھیلتا جا رہا ہے۔ ملت کفر و الحاد کے اسلام کے خلاف اتحاد اور منفی پروپیگنڈہ کرنے کے باوجود اسلام یورپ، امریکہ سمیت پوری دنیا میں مقبول سے مقبول بنتا جا رہا ہے۔ روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کیوں کہ اسلام حق

ہے اور رہتی دنیا کے لئے ہے۔ جو ہر زمانے کے عصری تقاضوں کو پورا کرتا ہے جب کہ اسلام کے برخلاف دنیا کے دیگر مذاہب کے پاس اس مشکل صورتحال کا کوئی حل نہیں تھا۔ ان مذاہب کے پیروکار جدید دور کے تقاضوں اور اپنے مذہبی نظریات میں ہم آہنگی پیدا نہیں کر سکے۔ کیوں کہ وہ مذاہب معاشرتی ارتقاء اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے کہ یا تو وہ روز اول سے ہی باطل تھے۔ جیسے غیر سماوی ادیان مثلاً بدھ مت، ہندومت وغیرہ یا وہ محرف و منسوخ ہوئے۔ جیسے عیسائیت، یہودیت۔ لہذا ان مذاہب کے ماننے والے دین اور دنیا میں توازن قائم نہیں رکھ سکے۔ اس عدم موافقت سے ذہنی انتشار کا شکار ہونے والے اہل مذاہب نے اس کا حل یوں نکالا کہ یا تو وہ مکمل طور پر تارک الدنیا (جیسے بدھ، بھکشو، عیسائی، راہب، ہندو جوگی) ہو گئے یا بالکل مذہب کے باغی (کمیونسٹ) ہو گئے۔

بعض لوگوں نے درمیانی راستہ نکالا کہ خالص روحانی معاملات و مذہبی رسومات مذہب کے حوالے کئے۔ باقی دنیوی امور کلیتہً عقل و دانش کے سپرد کر دیئے۔ اس وقت اسلام کے علاوہ دنیا کے تمام مذاہب کا یہی حال ہے۔ ان کے ہاں کسی شخص کے کٹر مذہبی ہونے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ مذہبی رسومات اور تہوار منانے کا اہتمام کرے اور بس باقی عملی زندگی میں دنیوی امور میں مذہبی مداخلت کو گوارا بلکہ برداشت نہیں کرے۔

**لطیفہ:** ایسے ہی کسی شخص سے پوچھا گیا جو مذہبی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس سے خدا کے بارے میں پوچھا گیا۔ جواب دیا۔ میں خدا کے وجود کا قائل ہوں اور کٹر مذہبی ہوں۔ مذہبی رسوم کی پابندی اور مذہبی تہوار اہتمام سے مناتا ہوں۔ جب پوچھا گیا کہ تم مذہب کو عملی زندگی مثلاً معاشیات و معاشرت میں کتنی اہمیت دیتے ہو تو جواب دیا۔ میں خدا کو اپنی ذاتی اور نجی معاملات میں دخل دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ (العیاذ باللہ) دنیا اور دین کو الگ الگ کرنے والے کی زندگی دو حصوں میں اس طرح بے جوڑ تقسیم ہو جاتی ہے کہ ان میں کوئی ربط نہیں ہوتا یا تو وہ مذہبی زندگی گزارے گا۔ اس صورت میں وہ دنیا کے کام کا نہیں رہے گا اور جو ترقی یافتہ دنیا کے ساتھ چلے گا تو وہ مذہب کی رو سے مردود ٹھہرے گا۔ لیکن اسلام ایک ہمہ گیر وسیع اور دائمی نظام حیات ہے۔ اس نے اپنی اس شان ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقا کی خاطر اپنے اندر ایسی وسعت، لچک اور گنجائش رکھی

ہے کہ ہر دور، ہر جگہ کے انسان اس پر باوقار انداز میں عمل کر سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں تشکیلی پانے والے معاشرت پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں اور اقوام عالم میں اپنا سر فخر سے بلند کر سکتے ہیں۔

لیکن قرآن و سنت کے ان سنہری اصولوں تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیوں کہ ایک تو تمام نصوص شرعیہ ہر وقت عام آدمی کے سامنے نہیں ہوتے۔ پھر ان کو سمجھنا خاص کر غیر عرب کے لئے آسان نہیں۔ پھر دورِ جدید کے مسائل نو کے بارے میں کوئی نص صریح نہ ہونے کی صورت میں بطور قیاس اشتراک علت کی وجہ سے منصوص مسئلہ کا حکم غیر منصوص پر لگانے کی اجتہادی صلاحیت ہر کسی میں نہیں ہو سکتی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر علمائے اسلام نے سوچا کہ مزور زمانہ کے ساتھ نئے نئے مسائل تو جنم لیتے رہیں گے اور ہر زمانے کے اہل علم کو اپنے عصری مسائل کا حل قرآن و سنت سے تلاش کرنا ہوگا تو کیوں نہ قرآن و سنت کی روشنی میں ایسے اصول وضع کئے جائیں، جس کی روشنی میں رہتی دنیا تک کے مسلمان اپنے عصری مسائل شریعت کے مطابق حل کر سکیں۔

لہذا علمائے اسلام نے قرآن و سنت کے ان بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے درپیش مسائل کا حل ان کی نصوص میں تلاش کیا۔ قرآن، پھر حدیث، پھر اقوال صحابہ سے ان کا صراحتہ جواب نہیں ملا تو نصوص میں کمال گہرائی سے غور و فکر، باہمی مشاورت، بحث و تکرار کے بعد نصوص کو مد نظر رکھ کر بذریعہ قیاس ان سے مسائل کا استخراج و استنباط کیا۔ حالات کے تقاضے کے مطابق کتاب و سنت کی تعلیمات ایک نئے انداز میں مرتب کیں۔ دین کا سارا ذخیرہ علم یعنی قرآن، حدیث، اقوال صحابہ سامنے رکھ کر نظام حیات کی ترتیب ایسے جاذب نظر اور دلکش انداز میں کی کہ جسے عالم اور جاہل عربی و عجمی ہر شخص باسانی سمجھ سکے اور درپیش مسئلہ کا حل معلوم کر سکے۔

**تقلید:** یہیں سے تقلید کی ابتداء ہوئی۔ مندرجہ بالا تفصیل سے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کے بجائے صحابہ کرام کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی۔ اس لئے کہ صحابہ کرام نے فقہ کے ایسے اصول وضع نہیں کئے تھے جن سے تمام شعبہ ہائے زندگی کے ہر مسئلہ کے لئے فقہی جزئیہ دستیاب ہوتا۔ جب کہ ائمہ اربعہ نے یہ اصول قرآن و حدیث اور خود ان صحابہ کے فرامین کی روشنی میں بتائے۔ لہذا تقلید ائمہ، اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور صحابہ کرام کی اتباع اور پیروی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے تقلید کی وجہ بھی معلوم ہوئی کہ چوں کہ ہر شخص اس کا اہل نہیں تھا کہ

احکام شرعیہ کو ان کے اصل ماخذ یعنی قرآن و حدیث سے بذاتِ خود مستنبط کر سکے۔ لہذا عامۃ المسلمین کے لئے علاوہ اس کے کوئی چارا نہیں تھا کہ وہ درپیش مسائل میں علماء ربانیین پر اعتماد کرتے اور کیوں نہ ہو جب کہ انہیں ان کے رب نے بھی یہی حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمان رب العالمین ہے:

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ (سورہ النحل آیت 43)

(ترجمہ) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

یوں ہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَوْ لَا نَفَرْنَا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ  
لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝

(سورہ التوبہ آیت 122)

(ترجمہ) تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنا لیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

ان دو آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن و سنت کی تمام نصوص کا علم اور ان سے دیگر غیر منصوص مسائل کا جواب معلوم کرنے کی اجتہادی صلاحیت ہر شخص میں نہیں ہوتی ہے۔ لہذا عام لوگوں کو ان ائمہ کی پیروی اور تقلید کرنی ہے جو ان خداداد صلاحیتوں سے مالا مال ہیں اور درجہ اجتہاد پر فائز ہیں اور یہی تقلید ہے۔ یعنی علماء ربانیین، ائمہ مجتہدین کی تقلید دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے اور فتنہ باز لوگ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ تقلید اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں اماموں کی بات کو ماننا ہے۔

بلکہ تقلید صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ اگر قرآن و سنت میں ایک لفظ کے متعدد معانی ہیں تو کسی ایک معنی کے تعین کے لئے اپنے ذہن کے بجائے مجتہد کے فہم پر اعتماد کیا جائے یا جیسے مختلف روایات ہوں اور ان میں باہمی تعارض ہو تو ان میں ایک حدیث کو عمل کے لئے متعین کرنے کے لئے اپنی عقل کے بجائے مجتہد کے انتخاب پر عمل کیا جائے کہ اسے ناخ و منسوخ، تقدم زمانی و تاخر کا زیادہ علم ہے۔ نیز صحت حدیث اور ضعف سند کے اعتبار سے درجہ حدیث کو پہچاننے میں اسے مہارت حاصل ہے یا کسی مسئلہ کا جواب قرآن و حدیث میں واضح طور پر نہ ہو یعنی کوئی نص صریح اس کی حرمت، حلت پر دلالت نہیں کرتی ہو تو خود سے اس کے جواز یا عدم جواز کے بارے

میں کوئی رائے قائم کرنے کے بجائے مجتہد کی رائے یعنی اس کے مستنبط کردہ حکم کو قبول کیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص علم حدیث میں مہارت حاصل کینے بغیر خود سے حل نکالے گا تو بہت ممکن ہے کہ وہ صحیح حدیث کے مقابلے میں ضعیف یا موضوع پر عمل کرے یا ناخ چھوڑ کر منسوخ پر عمل کر بیٹھے گا کیوں کہ فن اسماء الرجال سے ناواقفیت یا کمال مہارت نہ ہونے کی وجہ سے مختلف الاسناد روایات میں سند کے اعتبار سے صحیح اور غیر صحیح میں تمیز کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ وہ جس ایک حدیث کو نہیں پڑھ کر یا سن کر اس پر عمل کر رہا ہے تو ہو سکتا ہے اس حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہو اور اس کی ناخ دوسری حدیث ہو جو اس کے علم میں نہیں یا جس حدیث پر یہ عمل کر رہا ہے وہ سنداً ضعیف یا موضوع ہو اور اس کے برخلاف دوسری حدیث جو اس عمل کے خلاف ہے وہ سنداً صحیح ہو یا جس حدیث پر وہ عمل کر رہا ہے وہ حدیث مجمل ہو اور اس کی تفصیل کسی دوسری حدیث میں ہو جو اس کے علم میں نہیں۔ اس لئے احادیث سے مسائل خود اخذ کرنے کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ تمام ذخیرہ احادیث اس کی نظر میں ہو اور اس کو علم حدیث پر مہارت تامہ اور عبور حاصل ہو۔ نیز اس کے اندر اجتہادی صلاحیت بھی ہو کہ غیر منصوص مسئلے کا بھی نصوص شرعی سے استخراج و استنباط کر سکے۔

تقلید کے بارے میں اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ائمہ مجتہدین کا مقلد دراصل اللہ اور رسول ﷺ کا ہی مطیع ہے۔ امام کی تقلید وہ صرف اس لئے کر رہا ہے کہ اس نے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی تشریح و تدوین کی ہے۔ لہذا اس کی حیثیت ایک مبلغ اور معلم کی ہے اور بس! باقی حاکم اور شارع اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مقلدین کے نزدیک اجتہاد ائمہ مثل منصوصات کے حطمی و قطعی نہیں ہے۔ اس میں خطا کا احتمال بہر حال ہوتا ہے جس پر اس کو اجر بھی ملتا ہے۔ یعنی اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ اجتہاد کرنے کی صورت میں اگر وہ اجتہاد خطا بھی ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی طرف سے اجر ملتا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا حكم فخطأ فله اجر واحد. (جامع ترمذی)

(ترجمہ): جب حاکم اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے اور وہ صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ فیصلہ کرنے میں خطا کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

وہ نبی ﷺ کی طرح معصوم عن الخطاء نہیں ہوتے، خود ائمہ کے اقوال سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد کو درست قرار دے کر خطا کا احتمال برقرار رکھا اور اس مسئلہ میں مخالف کے اجتہاد کو خطا قرار دے کر صحت کا امکان رکھا اور ان ائمہ مجتہدین نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر ان کے قول کے خلاف کوئی حدیث صحیح مل جائے تو حدیث پر ہی عمل کیا جائے۔

علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی حدیث سند صحیح سے ثابت ہو اور وہ مذہب امام کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اس وقت یہی امام کا مذہب ہوگا اور وہ مقلد حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے حنفیت سے خارج نہیں ہوگا کیوں کہ یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ نیز علامہ شامی امام شعرانی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم کے علاوہ دیگر تینوں ائمہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

کما فی الرد: و نظیر هذا ما نقله العلامة بیری فی اول شرحه علی  
الا شباهة عن شرح الهدایہ لا بن الشحنة و نصه: اذا صح  
الحديث و كان علی خلاف المذهب عمل بالحديث و يكون ذالك  
مذہبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به فقد صح  
عنه انه قال: اذا صح الحديث فهو مذهبي و قد حکى ذالك ابن  
عبدالبر عن ابی حنیفة و غیره من الائمة و نقله ایضاً الامام  
الشعرانی عن الائمة الاربعة۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج 1 ص 160، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)





## کیا تقلید شرک ہے؟

تقلید قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (سورہ الانبیاء آیت 7)

(ترجمہ): تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اور حدیث میں ہے:

الاسئلو اذا لم يعلموا فانما شفاء العی السوال۔

(سنن ابی داؤد، ج 1 ص 60، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ:) جب ان کو معلوم نہیں تھا تو انہوں نے سوال کیوں نہیں کیا۔ کیوں کہ بے علمی کا علاج سوال کرنا ہے۔

تقلید کی حقانیت کی ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اس پر اجماع مسلمین ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

لا تجتمع امتی علی الضلالة۔ (جامع ترمذی)

(ترجمہ:) میری امت کا گمراہی پر اجماع نہیں ہوگا۔

دوسری حدیث شریف میں ہے:

ما رآہ المسلمون خیراً فهو عند اللہ خیراً۔

(ترجمہ:) جس چیز کو (جمہور) مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

## تمام فقہاء محدثین، صوفیاء، اولیاء مقلد ہیں

تمام مسلمان تقلید پر متفق ہیں۔ تمام فقہاء، محدثین، صوفیاء کرام، اولیاء عظام مقلد تھے۔ تو کیا یہ سب مشرک اور گمراہ تھے۔ اگر یہ سب گمراہ تھے تو ہدایت پر کون تھا۔ انہی کی کاوشوں سے تبلیغ و تلقین سے اسلام پوری دنیا میں پھیلا۔ انہی کے باکمال کردار سے متاثر ہو کر لاکھوں لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ آج

بھی دنیا میں مسلمانوں کی غالب اکثریت بلکہ فرقہ اہل حدیث کے سوا تمام مسلمان مقلد ہیں۔  
نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شد شد فی النار۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص 30، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ:) (مسلمانوں کے) بڑے گروہ کی اتباع کرو یعنی ان کے ساتھ رہو جو اس میں سے نکلے  
وہ دوزخ میں ہے۔

### تقلید اور ابن تیمیہ

غیر مقلدین کی مسلم شخصیت ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وقد صنف الامام احمد کتاباً فی طاعة الرسول ﷺ وهذا متفق  
عليه بين ائمة المسلمين فطاعة الله ورسوله و تحليل ما حله  
الله ورسوله و تحريم ما حرمه الله ورسوله و ايجاب ما اوجبه  
الله ورسوله: و اوجب على جميع الثقلين الانس و الجن و اوجب  
على كل احد في كل حال سرا و علانية لكن لبا كان من الاحكام  
ما لا يعرفه كثير من الناس رجح الناس في ذلك الى من  
يعلمهم ذلك لانه اعلم بما قاله الرسول و اعلم بمراعاة فائمة  
المسلمين الذين اتبعوهم و سائل و طرق و ادلة بين الناس و  
بين الرسول يبلغونهم ما قاله و يفهمونهم مرادة حسب  
اجتهادهم في استطاعتهم و قد يخص الله هذا العالم من العلم  
و الفهم ما ليس عند الاخر و قد يكون عند ذلك في مسألة  
اخرى من العلم ما ليس عند هذا۔

(مجموع الفتاوى ج 20 ص 98، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ پشاور)

(ترجمہ) امام احمد بن حنبل نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے  
اور یہ چیز تمام ائمہ مسلمین کے درمیان اتفاتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت، اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کے حلال کردہ کو حلال قرار دینا، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام قرار دینا اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب قرار دیا ہے اس کو واجب ماننا تمام جن و انس پر واجب ہے اور یہ ہر شخص پر ہر حال میں واجب ہے۔ ظاہر ہو یا باطن، لیکن چوں کہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو عام لوگ نہیں جانتے۔ اس وجہ سے عام لوگ ان احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو ان کو یہ احکام بتا سکیں، کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں۔ وہ عام لوگوں اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان وسیلہ، راستہ، اور رہنما ہیں۔ وہ عام لوگوں تک رسول اللہ ﷺ کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے بقدر استطاعت احادیث کا مفہوم اور مراد بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان علماء کو ایسا علم اور ایسا فہم عطا فرماتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور بسا اوقات یہ علماء کسی مسئلہ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح دوسرے اس مسئلہ کو نہیں جانتے۔

### تقلید اور سعودی علماء

مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ باز کہتے ہیں۔

و ان اتباع الشيخ محمد بن عبد الوهاب كلهم من الحنابلة و

يعترفون بفضل الائمة الاربعة و يعتبرون اتباع المذاهب

الاربعة اخوة لهم في الله۔ (مجموع فتاوى ومقالات مطبوعه مكتبة المعارف رياض)

(ترجمہ): اور شیخ محمد بن عبد الوهاب کے تمام پیروکار حنبلی ہیں۔ ائمہ اربعہ کی فضیلت کا اعتراف اور

مذہب اربعہ کے ماننے والوں کو دینی بھائی سمجھتے ہیں۔

خود اپنے بارے میں باز صاحب کہتے ہیں۔

مذهبي في الفقه هو مذهب الامام احمد بن حنبل رحمه الله۔

(ترجمہ): فقہ میں میرا مذہب امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوهاب نجدی اپنے بارے میں کہتے ہیں۔

فنحن والله الحمد متبعون لا مبتدعون على مذهب الامام احمد

بن حنبل رحمہ اللہ۔ (الدرر النیۃ فی الاجوبۃ النجدیہ)

(ترجمہ): ہم الحمد للہ مذہب امام احمد بن حنبل کے پیروکار ہیں ہم بدعتی نہیں ہیں۔  
ایک اور مقام پر اپنے عقیدے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هذا اعتقادنا و هذا الذي مشى عليه السلف الصالح من  
المهاجرين والانصار والتابعين و تابع الدين و الائمة الاربعة  
رضى الله عنهم اجمعين

(ترجمہ): یہ ہمارا عقیدہ ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس پر سلف صالحین، مهاجرین اور انصار، تابعین،  
تابع تابعین اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین قائم رہے۔

اسی طرح امیر عبدالعزیز بن محمد بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

و اما ما ذكرتم من حقيقة الاجتهاد فنحن مقلدون الكتاب و  
السنة و صالحى سلف الائمة و ما عليه الاعتماد من اقوال الائمة  
الاربعة ابى حنيفة النعمان بن ثابت و مالك بن انس و محمد بن  
ادريس و احمد بن حنبل رحمهم الله۔ (الدرر النیۃ)

(ترجمہ): آپ نے جو اجتہاد کی حقیقت کے بارے میں ذکر کیا تو ہم بہر حال کتاب و سنت اور سلف  
امت کے صالحین کی تقلید کرنے والے ہیں اور ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، امام  
مالک بن انس، امام محمد بن ادريس شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے معتمد علیہ اقوال کی تقلید  
کرتے ہیں۔

## تقلید اور غیر مقلدین

سطور بالا سے معلوم ہوا کہ تمام اہل اسلام محدثین، فقہاء، صوفیاء کرام، اولیاء عظام، عامۃ المسلمین  
سب تقلید کے ماننے والے ہیں۔ یہاں تک کہ ابن تیمیہ اور سعودی نجدی علماء بھی تقلید کو مانتے  
ہیں۔ پس سوائے اہل حدیث کے کوئی بھی تقلید کے خلاف نہیں۔ بلکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ ائمہ  
مجتہدین کی تقلید کو ناجائز کہنے والے یہ نام نہاد غیر مقلدین خود بھی تقلید کرتے ہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ

دوسرے تمام مسلمان ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں اور یہ لوگ اپنے مولویوں کی کیوں کہ ان کے ہر شخص کے پاس اتنی علمی صلاحیت نہیں کہ وہ اپنے ہر مسئلے کا حل از خود اصل ماخذ یعنی قرآن و حدیث سے نکال سکے۔ محض رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ کے متعلق چند حدیثیں رٹنے سے وہ مجتہد تو نہیں بن سکتے۔ انہیں دینی معاملات میں اپنے مولویوں سے پوچھ کر یا اردو میں لکھی ہوئی ان کی کتابوں کو پڑھ کر ان پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ ان کے علماء بھی ہر مسئلے کو تحقیق کر کے قرآن و سنت کی نصوص سے تلاش نہیں کرتے۔ نہ ہی استخراج و استنباط کے لئے درکار اجتہادی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ بھی اپنے مقتداء علماء داؤد ظاہری ابن حزم اور ابن قیم کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں اور ہر مسئلہ میں قرآن و سنت اور اقوال صحابہ کے ذخائر کو نہیں کھنگالتے۔

بات یہیں تک نہیں بلکہ ان کے عام مولوی کی رسائی تو اردو میں چھپے ہوئے ان کے علماء کے فتووں تک ہی ہے اور وہ فتاویٰ ندیریہ، فتاویٰ ثنائیہ وغیرہ ہی سے کام چلاتے ہیں۔ نہ تحقیق کرتے ہیں اور نہ کبھی ان سے کسی مسئلے میں اختلاف کرتے ہیں۔ پس مقلد وہ بھی ہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ تمام مسلمان ائمہ مجتہدین کے مقلد ہیں اور یہ لوگ اپنے مولویوں کے۔

### عقائد میں تقلید جائز نہیں

مسلمان ائمہ مجتہدین کی تقلید صرف فروعات یعنی اجتہادی فقہی مسائل میں کرتے ہیں اور عقائد و اصول دین اور قرآن و احادیث صحیحہ کے صریح احکام جو قطعی الدلالتہ ہیں ان میں تقلید جائز نہیں۔

### مذہب

اردو میں مذہب کا لفظ کبھی دین کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے مذہب اسلام، ہندو مذہب، عیسائی مذہب۔

لیکن اصطلاح فقہ میں مذہب ایک فقہی موقف کو کہتے ہیں۔ جب کہ اسلام ایک دین ہے اور ایک دین کے ماننے والوں کا بنیادی اعتقادی معاملات میں تو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن فروعی اجتہادی مسائل جو اعمال سے تعلق رکھتے ہوں اور قطعی الدلالتہ نہ ہوں ان میں جزوی اختلاف ہوتا

ہے۔ پس ایسے مسائل مختلفہ میں مختلف ائمہ مجتہدین کے اپنے اپنے موقف کو ان کے مذاہب کہا جاتا ہے۔ لہذا دین تمام مسلمانوں کا ایک ہے۔ یعنی اسلام، البتہ فقہی مذاہب مختلف ہیں۔

## مذاہب اربعہ

وہ مذاہب جن کو قبول عام اور شہرت دوام حاصل ہوئی۔ جن کو جمیع امت نے قبول کیا وہ چار مذاہب ہیں۔

(1) حنفی (2) مالکی (3) شافعی (4) حنبلی

اور یہ چاروں مذاہب اہلسنت وجماعت ہیں۔

## مذہب حنفی

چاروں مذاہب حق اور اہلسنت میں شامل ہیں۔ ان کا عقائد میں اختلاف نہیں۔ فروعات میں اجتہادی نوعیت کا اختلاف ہے۔ پوری دنیا کے مسلمان ان چار مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان چار مذاہب میں بھی مذہب حنفی اتباع قرآن و حدیث و اقوال صحابہ اور ان سے استنباط مسائل میں رائے کی پیختگی کے لحاظ سے سب میں قوی ہے۔ امام صاحب نے اجتہاد اور استنباط کے ایسے زریں اصول وضع کئے جن کی وجہ سے آپ کا مذہب دوسرے مذاہب ائمہ کے مقابلے میں سب سے زیادہ معقولات کے قریب اور منقولات کے مطابق ہے۔ اتباع شریعت یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور فرامین صحابہ کا سب سے زیادہ عنصر اگر کسی فقہی مذہب میں پایا جاتا ہے تو وہ فقہ حنفی ہے۔ نیز فقہ حنفی عصری تقاضوں کی کسوٹی پر بھی سب سے زیادہ پورا اترتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اسلام کے مختلف مذاہب فقہ میں حنفی مذہب فطرت کے قریب ترین ہے اور ہر آنے والے دور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ ہر دور کے مسلمانوں کے لئے لائق عمل اور قابل قبول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں تک اسلامی سلطنتوں کا دستور اور آئین و قانون فقہ حنفی ہی رہا۔ سلطنت بنو عباس جو دنیا کے تین براعظموں افریقہ، یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا دستور اور آئین یہی حنفی فقہ تھا۔ اس کے بعد صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا دستور و قانون یہی فقہ

حنفی رہا۔ ہندوستان میں بھی اسلامی حکومتوں کا معمول یہی فقہ تھا۔ الغرض ہر دور میں سب سے زیادہ فقہ حنفی مقبول عام اور معمول المسلمین رہا۔ فقہ حنفی کی برتری کی بے شمار وجوہ ہیں کہ اس میں شخصی آزادی سب سے زیادہ ہے۔ مثلاً نکاح بالغہ وغیرہ۔ نیز اس میں احترام انسانیت اور انسانی زندگی کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

بطور تمثیل یہاں پر میں ایک عظیم محدث فقہیہ امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال دینا چاہوں گا۔ آپ پہلے شافعی تھے۔ پھر شافعی مذہب چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا۔ اس تبدیلی مذہب کی وجہ بڑی دلچسپ ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں وہ وجہ کیا تھی۔

ان الطحاوی کان شافعی المذہب فقراً فی کتابہ ان الحاملۃ اذا ماتت و فی بطنہا ولد حی لم یشق فی بطنہا خلافاً لابی حنیفہ و کان الطحاوی ولداً مشقوقاً فقال لا ارضی بمذہب رجل یرضی بہلا کی فترک مذہب الشافعی و صار من عطاء المجتہدین علی مذہب ابی حنیفہ۔ (تذکرۃ المحدثین)

(ترجمہ): امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ابتداءً شافعی المذہب تھے۔ ایک دن انہوں نے کتب شافعیہ میں پڑھا کہ جب حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو بچہ نکالنے کے لئے اس کے پیٹ کو چیرا نہیں جائے گا۔ برخلاف مذہب ابو حنیفہ کے (کہ اس میں حکم ہے کہ پیٹ چیرا جائے گا۔ آج کل جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے باسانی آپریشن کیا جاسکتا ہے) اور امام طحاوی کو ماں کے دوران حمل مرنے کی وجہ سے ماں کا پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا۔ امام طحاوی نے یہ مسئلہ پڑھ کر کہا میں اس شخص کے مذہب پر راضی نہیں جو میری ہلاکت پر راضی ہو۔ پھر انہوں نے شافعییت کو چھوڑا اور مذہب حنفی کو اختیار کیا اور مذہب حنفی کے عظیم مجتہد بن گئے۔

مذہب حنفی کی برتری کا اعتراف خود غیر مقلد مشہور عالم نواب صدیق خان بھوپالی بھی کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

وہ مذاہب مشہورہ جن کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اور اہل اسلام کا ان کی صحت پر اتفاق ہے۔ چار مذاہب ہیں۔ جو چاروں اماموں کی طرف منسوب ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام

شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ان کے مذاہب میں سب سے حق اور صحیح امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ کیوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب باقی مذاہب میں کتاب و سنت کی کثرتِ معرفت، علم احکام میں رائے کی صحت، استنباط مسائل میں رائے کی قوت اور پختگی کے لحاظ سے سب میں قوی ہے۔

(ابجد العلوم بحوالہ شرح صحیح مسلم ج 3 ص 343)

## فقہ حنفی کی مقبولیت

فقہ حنفی کی عالمگیر مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایک محتاط اندازے کے مطابق آج دنیا میں تقریباً دو تہائی فرزند ان اسلام (نثر فیصدہ 70%) یعنی مسلمانوں کی غالب اکثریت فقہ حنفی کے مطابق اپنی عبادات اور معاملات انجام دے رہی ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

و اما اتباع ابی حنیفۃ قدیماً و حدیثاً ففی الازدیاد فی جمیع  
البلاد سیما فی بلاد الروم و ما وراء النہر و ولایۃ الہند و السند  
و اکثر اہل خراسان و عراق مع وجود کثیرین فی بلاد العرب  
بالاتفاق و اظن انہم یكونون ثلثی المسلمین بل اکثر  
عند الہندسین بالاتفاق۔ (بحوالہ انوار امام اعظم ابوحنیفہ)

وقال فی الدر: وحسبک من مناقبہ اشتہار مذہبہ۔ (در مختار)  
قال العلامة الشامی: ای فی عامۃ بلاد الاسلام بل کثیرین، الا  
قالیم و البلاد لا یعرف الا مذہبہ کبلاد الروم و الہند و  
السند و ما وراء النہر و سمرقند۔

(رد المحتار علی الدر مختار ج 1 ص 137، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)



## اکثر اولیاء کرام حنفی ہیں

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جمیع اولیاء کرام و صوفیاء عظام مقلدین ہیں اور ان میں بھی اکثریت بلکہ غالب اکثریت کا تعلق فقہ حنفی سے ہے۔

خاص کر برصغیر پاک و ہند کے تو تمام اولیاء کرام حنفی ہیں۔ مثلاً داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء، خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی، مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

برصغیر پاک و ہند کے علاوہ بھی پوری دنیا میں حنفی اولیاء کرام بکثرت ہوتے ہیں۔ مثلاً عبد اللہ بن مبارک، ابراہیم بن ادھم، معروف کرخی، بایزید بسطامی علیہم الرحمۃ والرضوان در مختار میں ہے:

وقد اتبعه على مذهبه كثير من الاولياء الكرام ممن اتصف  
بثبات المجاهدة وركض في ميدان المشاهدة كابراهيم بن  
ادهم و شقيق البلخي و معروف الكرخي و ابى يزيد البسطامى  
و فضل بن عياض و داؤد الطائى و ابى حامد اللفاف و خلف بن  
ايوب و عبد الله بن المبارك و و كيع بن الجراح و ابى الوراق و  
غيرهم ممن لا يحصى لبعده ان يستقصى۔

(رد المحتار علی الدر مختار ج 1 ص 140، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

## ائمہ ثلاثہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق رائے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو خود بھی مجتہد اور ایک امام مذہب ہیں۔ وہ امام اعظم کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ آپ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ سب لوگ علم فقہ میں امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔

قال في الدر: ولقد انصف الشافعي حيث قال من اراد الفقه

فليلزم اصحاب ابى حنيفة فان المعانى قد تيسرت لهم و الله  
ما صرت فقيهاً الا بكتب محمد بن الحسن.

(رد المحتار على الدر المختار ج 1 ص 125، مطبوعه مکتبه رشديه کونړه)

(ترجمہ): اور بے شک امام شافعی نے انصاف کی بات کی کہ: جو فقہ کا ارادہ کرے تو وہ اصحاب ابو  
حنیفہ کو لازم پکڑے کہ بے شک ان کے لئے معانی آسان کئے گئے ہیں، اللہ کی قسم میں محمد بن حسن کی  
وجہ سے ہی فقیہ بنا ہوں۔

نیز آپ امام اعظم کے شاگرد اور اپنے استاد اور سوتیلے باپ امام محمد بن حسن کے متعلق  
فرماتے ہیں:

ما راثيت اعلم بالحرام و الحلال و العلل و الناسخ و المنسوخ  
من محمد بن حسن.

(ترجمہ): میں نے حرام و حلال اور علل اور ناسخ اور منسوخ کے متعلق امام محمد سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا۔  
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم کے متعلق رائے کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں:  
قيل لمالك بن انس هل راثيت ابا حنيفة قال نعم راثيت  
رجلاً لو كلمك في هذه الساريه ان يجعلها ذهباً لقام بحجته.

(تاریخ بغداد)

(ترجمہ): امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا جی  
ہاں میں نے انہیں دیکھا ہے۔ وہ ایسے شخص ہیں کہ اگر تجھ سے اس سنتوں کے سونا ہونے کے متعلق  
بات کریں تو وہ اسے اپنی قوت دلیل سے سونے کا ثابت کر دیں گے۔

امام احمد بن حنبل جو خود امام مذہب ہیں۔ آپ امام شافعی کے شاگرد ہیں اور جیسا کہ پہلے  
بیان ہوا کہ امام شافعی امام ابو حنیفہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔ آپ یعنی امام احمد بن حنبل، امام  
اعظم کے متعلق فرماتے ہیں:

انه من اهل الورع و الزهد و ايشار الاخرة بمحل لا يدركه احد.

(الخيرات الحسان) (رد المحتار على الدر المختار ج 1 ص 146)

(ترجمہ): امام ابو حنیفہ زہد، ورع اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کے معاملے میں ایسے مقام پر تھے

جو کسی کو نہیں ملا۔

## دیگر اختیارات کی امام اعظم کے متعلق آراء

علامہ شامی عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

ليس احد احق ان يقتدى به من ابى حنيفة لا نه كان امامًا  
تقيًا نقيًا ورعًا عالمًا فقيہًا، كشف العلم لم يكشفه احد  
ببصر وفهم و فطنه و تقى۔ (رد المحتار علی الدر مختار ج 1 ص 146، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): کوئی شخص امام ابو حنیفہ سے زیادہ اس بات کا حق دار نہیں کہ اس کی اقتداء کی جائے۔  
اس لئے کہ وہ صاحب تقویٰ امام ہیں اور پاک پرہیزگار عالم فقیہ ہیں۔ انہوں نے جس بصیرت اور فہم  
و ادراک اور مہارت اور تقویٰ کے ساتھ علم کو کھولا اور ظاہر کیا ایسا کسی نے نہیں کیا۔

جلیل القدر محدث حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم کو اہل زمین کا بڑا عابد قرار دیتے

ہیں۔

وقال الثوری لمن قال له جئت من عند ابی حنیفة لقد جئت  
من عند اعدا اهل الارض۔

(رد المحتار علی الدر مختار ج 1 ص 146، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا: میں ابو حنیفہ کے پاس سے آ رہا ہوں۔ آپ نے  
فرمایا: تم اہل زمین کے سب سے بڑے عابد کے پاس سے آ رہے ہو۔

سفیان بن عیینہ محدث فرماتے ہیں:

من اراد الفقة فالكوفة، و ليلزم اصحاب ابو حنیفة۔ (الموفق)

(ترجمہ): جو شخص علم فقہ کا طالب ہو وہ کوفہ جائے۔ اصحاب ابو حنیفہ سے استفادہ کرے۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

لم يكن في زمان ابى حنیفة بالكوفة رجل افضل منه و اورع

منه و لا افقه منه۔ (الموفق)

(ترجمہ): امام ابوحنیفہ کے زمانے میں کوفہ میں آپ سے زیادہ صاحب فضل و ورع اور فقیہ نہیں تھا۔ مشہور محدث امام اعمش نے فرمایا:

يا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلہ و اما انت ايها الرجل فانك اخذت كل الطرفين۔ (الموفق)

(ترجمہ): امام اعمش نے مجلس فقہاء سے فرمایا۔ اے گروہ فقہاء تم طیب ہو اور ہم دوا فروش اور اے ابوحنیفہ تمہیں علم فقہ اور علم حدیث دونوں سے حصہ ملا ہے۔

مشہور صوفی بزرگ عارف کامل سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش علیہ الرحمہ بھی امام اعظم کے معتقد بلکہ مقلد اور آپ کے فضل و کمال کے معترف تھے۔ آپ امام صاحب کے حوالے سے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

میں ملک شام سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ مؤذن مسجد نبوی کے روضہ پر سرہانے سویا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ میں ہوں اور آقا ﷺ ایک بزرگ کو آغوش میں لئے ہوئے ہیں۔ جس طرح والدین اپنے بچے کو آغوش شفقت میں لیتے ہیں۔ باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے دوڑ کر آقا ﷺ کے پاؤں مبارک کی پشت کو بوسہ دیا۔ میں حیران تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ آقا ﷺ میری باطنی کیفیت پر مطلع ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارے امام ہیں جو تمہارے ہی ملک کے ہیں۔ یعنی امام ابوحنیفہ ہیں۔ (داتا صاحب فرماتے ہیں۔) مجھے اس خواب سے اپنے اہل وطن سے بڑی امید ہو گئی۔ نیز اس خواب سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ سیدنا امام اعظم ان بزرگوں میں سے ہیں جو اوصاف طبع سے فانی اور احکام شرع کے ساتھ باقی و قائم ہیں۔ کیوں کہ ان کو لے جانے والے خود نبی کریم ﷺ ہیں۔ (کشف المحجوب)

اسی کتاب میں آپ ایک اور بزرگ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں آقائے نامدار ﷺ کی زیارت کی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ این اطلبك یعنی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں آقا ﷺ نے فرمایا: عند علم ابی حنیفہ یعنی ابوحنیفہ کے علم کے پاس۔ (کشف المحجوب)

## بشارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام کی ان نامور شخصیات کی آراء امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ نے پڑھیں۔ علماء اسلام کی آپ کے متعلق حسن ظن اور اچھی رائے کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ انہوں نے آپ علیہ الرحمۃ کو بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق ٹھہرایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو كان الايمان عند الثريا لنالها رجال من هولاء۔

(صحیح بخاری جلد 2 ص 227 کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

(ترجمہ): اگر ایمان ثریا (تارے) کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ (یعنی سلمان فارسی کی قوم کے لوگ اہل فارس) اس کو ضرور تلاش کر لیں گے۔ دوسری روایت میں ہے۔

لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتى يتناولوه۔

(صحیح مسلم ج 2 ص 312 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی کتاب الفضائل باب فضل فارس)

(ترجمہ): اگر دین ثریا (تارے) پر ہوگا تب بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کر لے گا یا فرمایا اولاد فارس میں سے ایک شخص اس کو حاصل کر لے گا۔

محدثین کرام نے اس سے مراد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو لیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی جو خود شافعی عالم ہیں۔ لیکن امام صاحب سے عقیدت رکھتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

قد بشر ﷺ بالامام ابی حنیفۃ فی الحدیث الذی اخرجہ نعیم فی

الحلیۃ عن ابی ہریرۃ (الی ان قال) فهذا اصل صحیح یعتد علیہ

فی البشارة والفضیلة۔ (تبیض الحنیفہ)

(ترجمہ): نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کی اس حدیث میں بشارت دی ہے جسے ابو نعیم نے حلیہ

میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ پھر اس حدیث کے مختلف حوالہ جات دے کر فرماتے

ہیں کہ یہ اصل صحیح ہے جس پر بشارت اور فضیلت میں اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علامہ محمد بن یوسف شامی کے حوالے سے فرماتے ہیں جو کہ امام جلال الدین سیوطی کے شاگرد ہیں۔ وہ اپنے شیخ یعنی علامہ سیوطی شافعی کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

ما جزم به شيخنا من ان ابا حنيفة هو المراد من هذا الحديث  
ظاهر لا شك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس في العلم مبلغه  
احد۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج 1 ص 137 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): وہ جس پر ہمارے شیخ (علامہ سیوطی) نے یقین کیا ہے کہ ابوحنیفہ ہی اس حدیث سے مراد ہیں۔ بالکل ظاہر ہے اس میں کچھ شک نہیں اس لئے کہ ابناء فارس میں کوئی بھی علم میں ان کے درجہ تک نہیں پہنچا۔

علماء اسلام نے اس کو نبی کریم ﷺ کا معجزہ قرار دیا کہ آپ ﷺ نے مستقبل کی بات کی خبر دی۔ یعنی امام صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے آپ کے متعلق بالوصف اشارہ فرمایا۔  
فیه معجزة ظاهرة للنبي ﷺ حيث اخبر بما سيقع۔ (الخيرات الحمان)  
سلام ابوحنیفہ: آپ امام الانبياء ﷺ کی بشارت کے مصداق بن کر خود نبی کریم ﷺ کا معجزہ ٹھہرے۔

قال في الدر: و الحاصل ان ابا حنيفة النعمان من اعظم  
معجزات البصطفى بعد القرآن۔ (ج 1 ص 137، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

## امام صاحب اغیار کی نظر میں

غیر مقلدین عموماً، ائمہ اربعہ کے بارے میں بالخصوص امام اعظم کی شان میں نازیبا گفتگو اور زبان درازی کرتے ہیں۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ ان کے بڑے اس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔  
غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم مولوی محمد ہاشم ٹانڈوی ائمہ اربعہ کی شان میں لکھتے ہیں:  
”اماموں اور مجتہدوں اور محدثین کی توہین کرنا، انہیں برا بھلا کہنا، ان سے بغض رکھنا، دشمنی رکھنا مسلمانوں کا کام نہیں۔ خصوصاً چاروں امام۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد

بن جنبل رحمۃ اللہ علیہم کی توہین کرنا، ان بزرگوں کو برائی سے یاد کرنا، ان سے دشمنی رکھنا صریح بے دینی ہے۔ ”ہم اہل حدیث ان بزرگوں اور ان بزرگان دین کے سوا اور بزرگان دین کی تہہ دل سے عزت کرتے ہیں۔ انہوں نے جو باتیں ہمیں خدا اور رسول ﷺ کی پہنچائی ہیں۔ ہم ان کا ماننا اپنے ذمہ فرض سمجھتے ہیں۔“ (فتاویٰ ثنائیہ بحوالہ دلیل حق ص 346)

غیر مقلدین کے محدث مولانا داؤد غزنوی لکھتے ہیں:

دوسرے لوگوں کی شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں۔ بلاوجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ کر جاتے ہیں۔ یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(داؤد غزنوی ص 87-88 بحوالہ دلیل حق ص 347)

اسی طرح غیر مقلدین کے امام العصر ابراہیم میر کہتے ہیں کہ مجھے مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے بیان کیا ہے کہ لوگوں نے مجھ پر الزام تھوپا کہ تم اہل حدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے، چھوٹا رافضی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث)

علامہ ابراہیم میر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں: حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے بعد خاتم الحفاظ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو بھی دیکھئے۔ علوم حدیثیہ و تاریخیہ میں ان کے تجر و فضل و کمال اور احوال رجال سے پوری آگاہی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ تہذیب التہذیب میں جو اصل میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تہذیب کی تہذیب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے ترجمہ میں آپ کی دین داری اور نیک اعتقادی اور صلاحیت عمل میں کوئی بھی خرابی اور کسربیان نہیں کرتے۔ بلکہ بزرگان دین سے ان کی از حد تعریف نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: الناس فی ابی حنیفہ حاسد و جاہل۔ یعنی حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق (بری رائے رکھنے والے) لوگ یا تو حاسد ہیں یا جاہل۔ (تاریخ اہل حدیث)

یہی علامہ ابراہیم میر اپنی جماعت اہل حدیث کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگانِ دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین سے حسن ظن رکھیں اور گستاخی، شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں۔ کیوں کہ اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجب خسران و نقصان ہے۔ (تاریخ اہل حدیث)

علامہ داؤد غزنوی غیر مقلد اپنے والد علامہ عبد الجبار صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کو کسی نے بتایا کہ مولوی عبدالعلی اہل حدیث جو کہ مسجد تتلیاں والی امرتسر میں امام ہیں۔ وہ آپ کے مدرسہ غزنویہ میں پڑھتے بھی ہیں۔ اس مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابو حنیفہ سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں۔ کیوں کہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ یہ سن کر مولوی عبد الجبار صاحب نے جو کہ بزرگوں کا نہایت ہی ادب و احترام کرتے تھے، حکم دیا کہ نالائق عبدالعلی کو مدرسہ سے نکال دو اور ساتھ ہی فرمایا کہ عنقریب یہ مرتد ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کو مدرسہ سے نکال دیا گیا اور پھر ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ مولوی عبدالعلی مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے بھی نکال دیا۔ بعد ازاں کسی نے مولوی عبد الجبار سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کافر ہو جائے گا۔ فرمایا کہ جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی خبر ملی۔ اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آگئی: من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی ہے)۔ جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میں اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میری نظر میں امام ابو حنیفہ ولی اللہ تھے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز چھینتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔

(انوار امام اعظم ابو حنیفہ ص 397)

غیر مقلد عالم مولوی اسحاق بھٹی مولوی داؤد غزنوی اہل حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

ایک دن میں ان (مولوی داؤد غزنوی) کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجے میں فرمایا: مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابو حنیفہ ابو حنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ



سترہ حدیثوں کا عالم گرد اُنتے ہیں۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یکجہتی کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے۔ (داؤد غزنوی ص 136-137)

الفضل ما شهدت به الاعداء۔

## امام اعظم کا محدثانہ مقام

جیسا کہ اہل حدیث کے پیشواؤں کے مندرجہ بالا اعترافی بیانات سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے عام لوگ اور مولوی امام اعظم کی شان میں توہین کرتے ہیں۔ خاص کر علم حدیث میں آپ کے متعلق استہزا کرتے ہیں جس کو خود ان کے بڑوں نے رد کیا اور اس رویے پر افسوس اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اہل حدیث جھلاء جنہوں نے رفع یدین، آمین بالجہر سے متعلق چند احادیث رٹ کر وہ بھی اردو میں اپنے مولویوں کی کتابوں سے اور بعض تو بالکل ان پڑھ۔ بس چند حدیثیں سن رکھی ہیں جو مِنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (سورۃ البقرہ آیت 78) کے مصداق ہیں اور اتنے بڑے امام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اس چھوٹے منہ بڑی بات پر بس اتنا کہنا چاہوں گا:

انقلابِ چمنِ دہر کی دیکھی تکمیل  
 آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل  
 بوحنیفہ کو کہے طفلِ دبستان جاہل  
 شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجہیل

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ امام اعظم فقہ کی طرح حدیث کے بھی امام تھے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت آپ کی فقہ ہے۔ کیوں کہ فقہی مسائل قرآن و حدیث ہی سے اخذ کئے جاتے ہیں اور علم حدیث میں مہارت کے بغیر علم فقہ پر دسترس حاصل نہیں ہو سکتی۔ کتب حدیث سامنے رکھ کر آپ کے فقہ کے کلیات و جزئیات کو غور سے پڑھو۔ تمہیں قرآن و حدیث کی تشریح نظر آئے گی۔ جیسا کہ عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔ لیکن محض 15-20 احادیث رٹ کر نہیں بلکہ احادیث مبارکہ کے دفتر کھنکال کر آپ کی فقہ کو جانچا جائے۔ آپ

نے فقہ کا ایک ایک مسئلہ قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں حل کیا ہے۔ دیکھیں فقہی مسائل چاہے عبادات ہوں یا معاملات، معاشیات قضایا، وغیرہ۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کے متعلق آپ نے مسائل قرآن و حدیث کی نصوص سے صراحتاً اور غیر منصوصات یعنی اجتہادی مسائل کو کتاب و سنت سے بذریعہ قیاس مستنبط کیا ہے۔

آپ کی فقہی جزئیات کی کثرت آپ کی علم حدیث میں مہارت پر دلیل ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث میں کمال حاصل کر کے ہی فقہ کی تدوین کی اور فقہ کے اصول وضع کیے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ان الامام ذکر فی تصانیفہ بضع و سبعین الف حدیث و

انتخب الاثار من اربعین الف حدیث۔

(ترجمہ): امام اعظم نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔

علماء کے دو طبقات ہوتے ہیں۔ محدثین اور فقہاء۔ یعنی ایک وہ جنہیں روایت حدیث میں مہارت اور شہرت حاصل ہوئی۔ البتہ فقہ میں ان کو مہارت حاصل نہیں ہوئی۔

دوسرے وہ جن کو فقہی مسائل میں تو مہارت تامہ تھی۔ مگر احادیث میں وہ کمال حاصل نہیں تھا اور جن کو دونوں فنون میں کمال حاصل تھا۔ مثلاً ائمہ اربعہ وغیرہ ان میں سب سے نمایاں شخصیت امام اعظم کی ہے۔ جیسا کہ عظیم محدث امام سلیمان اعلمش نے اعتراف کیا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام اعظم امام اعلمش کے ہاں تشریف فرما تھے۔ امام اعلمش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کیئے۔ انہوں نے امام اعظم سے پوچھا۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ امام اعظم نے ان کے جواب دیئے۔ امام اعلمش نے کہا۔ یہ جواب تم نے کہاں سے دیئے۔ آپ نے فرمایا۔ آپ ہی کی بیان کردہ ان احادیث سے اور ان احادیث کو مع اسناد بیان کر دیا۔ امام اعلمش نے فرمایا۔ بس: میں نے آپ سے جتنی حدیثیں سو دن میں بیان کیں۔ آپ نے وہ سب ایک دن میں سنا ڈالیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا:

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء و نحن الصیاد لہ و انت ایہا

الرجل اخذت بكل الطرفین۔ (الخیرات الحمان)

(ترجمہ): اسے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار (یاد و افروش) اور اے ابو حنیفہ آپ نے دونوں کو حاصل کر لیا۔

## کیا امام اعظم حدیث کے مقابلے میں رائے پر عمل کرتے ہیں

معلوم ہوا امام اعظم نے مسائل فقہیہ کو احادیث مبارکہ سے اخذ کیا ہے۔ افسوس ہے ان عقل کے اندھوں پر جو کہتے ہیں امام ابو حنیفہ کو صرف سترہ (17) حدیثیں یاد تھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب نے ہزاروں احادیث سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے۔

امام صاحب کو حدیث سے مسائل نکالنے میں یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ آپ مختلف اور متناقض روایات میں تطبیق دیتے ہیں تاکہ تمام احادیث پر عمل ہو جائے۔ عدم مطابقت کی صورت میں آپ اعلیٰ درجہ کی روایت کے مقابلے میں ادنیٰ کو ترک کرتے ہیں۔ نیز اگر دونوں روایات صحیح ہوں تو اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس کے راوی ثقہ ہونے کے ساتھ فقہیہ بھی ہوں۔ یوں ہی آپ قرآن و حدیث اور خبر متواتر، خبر مشہور، خبر واحد میں فرق کرتے ہیں۔ اخبار میں پہلا درجہ خبر متواتر، پھر خبر مشہور، پھر خبر واحد کا ہے۔ صریح بہتان باندھتے ہیں وہ لوگ جو بکتے ہیں اور پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ قرآن و سنت کے مقابلے میں رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ عمل بالحدیث اور حدیث کے مقابلے میں رائے کو چھوڑنے کی اس سے بڑی کیا مثال ہو سکتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: اذا صح الحدیث فہو مندہی۔

یعنی جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

اسی طرح عمل بالحدیث کی ایک اعلیٰ مثال یہ ہے کہ آپ حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔

اور اس بات کا اعتراف ابن حزم نے بھی کیا ہے جو غیر مقلدین کے رئیس اور امام ہیں۔ نہایت ہی نقاد جن کے بارے میں مشہور ہے کہ اسلام میں حجاج بن یوسف کی تلوار اور ابن حزم کی سی تیز زبان کسی کو نہیں ملی۔ اس نے جہاں ائمہ مجتہدین، فقہاء کرام پر تنقید کی ہے وہاں محدثین کو

بھی نہیں چھوڑا۔

مشہور محدث امام ترمذی کو بھی مجہول قرار دیا ہے۔ (تذکرۃ المحدثین)  
غیر مقلدین کا یہ نقاد امام، احناف کے حدیث ضعیف کو قیاس پر ترجیح دینے کا معترف ہے۔

قال ابن حزم جميع الحنفية مجعون على ان مذهب ابى حنيفة  
ان ضعيف الحديث عندہ اولی من الرأی۔ (اعلام المتوعین)

(ترجمہ): ابن حزم نے کہا کہ تمام احناف اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف کے مقابلے میں  
قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

بلکہ فرامین مصطفیٰ ﷺ ہی نہیں۔ امام اعظم اقوال صحابہ کے مقابلے میں بھی اپنی رائے قائم  
نہیں کرتے:

آپ فرماتے ہیں:

لا اتبع الراى و القياس الا اذا لم اظفر بشيء من الكتاب او  
السنة او الصحابة۔ (عمدة القاری)

(ترجمہ): میں رائے اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اس وقت جب کہ قرآن، حدیث یا صحابہ  
کے اقوال نہ ملیں۔

امام ابو حنیفہ سے پوچھا گیا: اذا قلت قولاً و کتاب اللہ یخالفہ؟ یعنی اگر آپ کا کوئی  
قول کتاب اللہ کے مخالف ہو تو؟ فرمایا: اتر کو اقولی بکتاب اللہ۔ یعنی کتاب اللہ کے مقابلے  
میں میرا قول چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا: اذا کان خبر الرسول ﷺ مخالفاً؟ یعنی آپ کے قول  
کے حدیث رسول ﷺ مخالف ہو تو؟ فرمایا: اتر کو اقولی بخبر رسول اللہ ﷺ۔ یعنی حدیث  
رسول ﷺ کے مقابلے میں میرا قول چھوڑ دو پھر پوچھا گیا: اذا کان قول الصحابة مخالفہ؟  
اگر قول صحابہ آپ کے قول کے خلاف ہو تو؟ فرمایا: اتر کو اقولی بقول الصحابة۔ یعنی صحابہ  
کے قول کے مقابلے میں بھی میرا قول چھوڑ دو۔

الخیرات الحسان میں ہے:

فقد جاء عن ابى حنيفة من طرق كثيرة ما ملخصه انه اولاً ياخذ

بما في القرآن فان لم يجد فبالسنة فان لم يجد فبقول الصحابة  
فان اختلفوا اخذ بما كان اقرب الى القرآن او السنة من  
اقوالهم ولم يخرج عنهم فان لم يجدوا لاحد منهم قولاً لم يأخذ  
بقول احد من التابعين بل يجتهد كما اجتهدوا.

(الخيرات الحسان)

(ترجمہ): امام ابو حنیفہ کے متعلق کثرت طرق سے یہ بات ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آپ پہلے  
قرآن سے مسئلہ اخذ کرتے ہیں۔ پس اگر اس میں نہ ہو تو سنت رسول ﷺ سے، پھر اگر اس میں بھی  
نہ ہو تو اقوال صحابہ سے اور اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کا اختلاف ہو تو ان کے مختلف اقوال میں سے وہ  
قول لیتے ہیں جو کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اقوال صحابہ سے باہر نہیں جاتے اور اگر  
اس مسئلہ میں اقوال صحابہ بھی نہ ہوں تو تابعین میں سے کسی کے قول کو نہیں لیتے بلکہ اجتہاد کرتے  
ہیں۔ جیسے وہ اجتہاد کرتے ہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں۔

وقد روى الشيخ محي الدين في الفتوحات المكية بسنده الى  
الامام ابي حنيفة رضى الله تعالى عنه انه كان يقول اياكم و  
القول في دين الله تعالى بالزى و عليكم باتباع السنة فمن خرج

عنها ضل۔ (کتاب الميزان للشعرانی)

(ترجمہ): شیخ محی الدین نے فتوحات مکیہ میں مسلسل امام ابو حنیفہ تک اپنی سند بیان کرنے کے  
بعد آپ کا قول نقل کیا ہے کہ امام اعظم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی رائے بیان  
کرنے سے بچو اور اپنے اوپر سنت کی پیروی لازم کر لو۔ اس لئے کہ جو اس سے خارج ہو وہ گمراہ  
ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## کیافتہ حنفی کی مؤید احادیث ضعیف ہیں

حدیث کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا حکم ذرائع اور اسناد کی بنا پر ہے۔ اگر وہ روایت مصدقہ ذرائع سے ہو تو صحیح ہے۔ اگر غیر مصدقہ ذرائع سے تو غیر صحیح۔ یعنی کسی حدیث کے ضعیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سند میں ضعیف راوی ہے۔ حدیث صحیح نہیں، کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قولِ رسول ﷺ صحیح نہیں۔ (نعوذ باللہ)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورة النجم آیت نمبر 3,4) والی نبی کی زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

جیسا کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

عن عبد الله بن عمر و قال كنت اكتب كل شيعة اسمعه من رسول ﷺ اريد حفظه فنهتني و قالوا اتكتب كل شيعة تسبه و رسول الله ﷺ بشر يتكلم في الغضب و الرضاء فامسكت عن الكتابة فذكرت ذلك الى رسول ﷺ فا ولى باصبعه الى فيه فقال اكتب فوالذي نفسى بيده ما يخرج منه الا حق۔

(سنن ابوداؤد)

(ترجمہ): حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں یاد کرنے کے خیال سے رسول اکرم ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا۔ بعض لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہا تم رسول اکرم ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ بھی ایک بشر ہیں۔ آپ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض۔ یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ جب رسول اکرم ﷺ سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ لکھا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔ کسی بھی مسلمان سے یہ توقع بھی نہیں کی جاسکتی کہ وہ صادق المصدق ﷺ کی کسی بات میں

ذرا برابر بھی شک کرے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے تسلیم نہ کرنے والے بھی قبل ازیں آپ ﷺ کو محمد بن عبد اللہ کی حیثیت سے صادق اور امین کہتے تھے۔

## تذوین حدیث

لیکن چوں کہ ساری امت آپ ﷺ کی براہ راست مخاطب نہیں بلکہ بعد والوں کو پہلے والوں کے واسطے سے آپ ﷺ کی احادیث پہنچیں ہیں۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے سنا۔ ان سے تابعین، ان سے تبع تابعین نے اس طرح باقی امت تک بھی ان کے نبی ﷺ کی احادیث پہنچیں۔

صحابہ کرام وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف نصیب ہوا۔ رخ انور کے جلوے دیکھنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے افعال و اعمال کو دیکھنے اور ارشادات و فرامین کو سننے کے سنہری مواقع نصیب ہوئے۔ صحابہ کرام ہی آپ ﷺ کے اقوال و افعال کے اولین ناقل ہیں، ان ناقلین اولین نے آپ ﷺ کے متعلق اپنے مشاہدات و مسوعات کا ذخیرہ آگے امت تک پہنچایا۔ صحابہ سے تابعین، ان سے تبع تابعین یوں سلسلہ نقل چلتا رہا۔ یہاں تک کہ کتب احادیث میں مسلمانوں کا یہ سرمایہ حیات والذین محفوظ ہوا۔

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے ان اولین مخاطبوں کے زمانے میں احادیث نبوی ﷺ جھوٹ کی آمیزش سے پاک تھیں۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ جب مسلمانوں کی زندگی میں دنیاوی رنگینیاں غالب ہوئیں اور وہ خواہشات نفسانی سے مغلوب ہونے لگے۔ فکر آخرت اور جذبہ اتباع رسول ﷺ میں کمی ہونے لگی اور تحقیق و طلب علم میں کوتاہ اور میدان عمل میں کمزور ہونے لگے تو موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وضاعین اور کذابین بھی میدان میں اترے اور انہوں نے وضع حدیث کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے سرمایہ علم پر وہ چوٹیں کیں کہ آج بھی اس کی تکلیف منکرین حدیث و دیگر فرق باطلہ ضالہ کی صورت میں محسوس کی جاسکتی ہے۔

صحابہ کرام سب عادل ہیں۔ یوں ہی تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی غیر معیاری لوگ بہت کم تھے۔ لیکن بعد زمانہ کے ساتھ لوگوں میں دین اور دیانت سے بھی بعد اور دوری ہونے لگی۔ خاص کر خیر القرون کے بعد ہر شخص پر اعتماد کرنا مشکل ہو گیا کہ وہ حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے جو بیان کر رہا ہے۔ واقعہ حدیث رسول ﷺ ہے یا وہ جھوٹ و افتراء باندھ رہا

ہے۔ کیوں کہ ایسے لوگ بھی سامنے آئے جو اپنی خواہشات اور مخصوص مفادات کے لئے بے بنیاد اور غلط باتوں کو آپ ﷺ کی طرف منسوب اور مشہور کرنے لگے۔ لیکن مسلمانوں کی صفوں میں جب بھی اس طرح کی کالی بھیڑیں پیدا ہونے لگیں جو مارا آستین بن کر اسلام کو نقصان پہنچانے لگے تو گلشن اسلام کے پاسبانوں اور اسلام کی نظریاتی سرحدوں کے محافظین یعنی محدثین کرام چاق و چوبند اور ہوشیار ہوئے۔ اور انہی کی کوششوں سے یہ کذاب و فذاق اپنے ناپاک ارادوں میں ناکام ہوتے رہے۔

جس قافلہ عشق کے سرخیل صحابہ کرام تھے۔ اب اس کی حفاظت اور تبلیغ و تشریح کی ذمہ داری محدثین کرام نے اٹھالی۔

محدثین نے جہاں لوگوں کو خدا کا خوف دلایا اور اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے منع کیا۔ اپنی مجلسوں میں کتابوں میں اور درس کے حلقوں میں بکثرت اس حدیث کو بیان کیا۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

(ترجمہ): (نبی کریم ﷺ نے فرمایا) جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

وہاں انہوں نے فن اسماء الرجال کی مدد سے مسلمانوں کے اس سرمایہ حیات کی حفاظت کی۔

اسماء الرجال، حق و باطل، سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے کا ایک کامل ذریعہ اور طریقہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہر خبر پر نظر ہوتی ہے کہ وہ عقل و نقل کے معیار پر پوری اترتی ہے یا نہیں۔ دنیا کی کوئی قوم تاریخی واقعات مرتب کرتے وقت یہ نہیں دیکھتی کہ ان واقعات کی خبر دینے والے صداقت اور دیانت کے معیار پر پورے اترتے ہیں یا نہیں۔ یہ امت مسلمہ کا طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے خبر کی تصدیق کے لئے مخبر کو مدنظر رکھا اور روایت حدیث کے لئے راوی کے کردار کو اس حد تک بلند ہونے کی شرط رکھی ہے کہ امام مالک نے ستر (70) ایسے راویوں سے حدیث روایت کرنے سے انکار کر دیا جو اپنے کردار کے لحاظ سے اس قابل تو تھے کہ انہیں بیت المال کا نگران مقرر کیا جاسکے۔ لیکن کردار کی اس بلندی کے باوجود امام مالک کی نظر میں ان کی عدالت



ایک راوی حدیث کے معیار سے کم تھی (ضیاء النبی)۔ الغرض مسلمانوں نے اپنے علمی سرمایہ کو محفوظ رکھنے کے لئے جو سعی کی اس کی مثال اقوام عالم اور ادیان عالم میں نہیں ملتی۔ مسلمانوں کے ہزاروں لوگوں نے اپنی پوری پوری عمریں اس کام میں لگا دیں۔ ایک ایک روای کی معرفت کے لئے شہر شہر، قریہ قریہ، بستی بستی کا سفر کرنا، ان سے ملنا، لوگوں سے ان کے بارے میں معلومات کرنا کہ وہ صادق ہے یا کذاب، عادل، صالح ہے یا فاسق، کس کردار کا مالک ہے، حافظہ اور یادداشت کیسی ہے، بھولنے کی عادت تو نہیں، سماعت کیسی ہے، فہم و ادراک کیسا ہے، سمجھنے کی صلاحیت اور تفقہ فی الدین کتنا ہے، حالات رواۃ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے دوسروں کو مطلع کرنا، احادیث کو ہر قسم کی تلبیس اور ملاوٹ سے پاک کرنے کے لئے ضعیف اور کذاب راویوں کی فہرستیں تیار کرنا، ان کی بیان کی ہوئیں موضوع روایات کو جمع کرنا اور ملت کے سامنے پیش کرنا کہ یہ ہیں جھوٹے اور یہ ان کی جھوٹی روایات ہیں تاکہ امت ان کے خرافات سے بچیں۔

محدثین کرام کی یہ محیر العقول کاوشیں ایسی عظیم خدمت ہے کہ رہتی دنیا تک فرزند ان اسلام اپنے ان محسنین کے شکر گزار اور ان کے لئے دعا گو رہیں گے۔  
علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں۔

روایت حدیث کا فن جس عظیم خصوصیت کے باعث سارے جہاں میں منفرد ہے وہ یہ ہے کہ کسی واقعے کے نقل و روایت کے لئے محض اتنا ہی کافی نہیں کہ نفس واقعہ بیان کر دیا جائے۔ بلکہ بیان واقعہ سے پہلے ناقل کے لئے یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ واقعہ کا اسے کیوں کر علم ہوا۔ کتنے واسطوں سے وہ بات اس تک پہنچی ہے اور وہ کون لوگ ہیں، ان کے نام و نشان کیا ہیں، ان کی عمر کیا ہے، وہ کہاں کے رہنے والے ہیں، دیانت، تقویٰ، راست گفتاری، حسن اعتقاد، قوت حافظہ، عقل و فہم، فکر و بصیرت کے اعتبار سے ان کے حالات کیا ہیں۔ اسی کو اصطلاح میں اسناد کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصحاب حدیث کے نزدیک اسناد اتنی ضروری چیز ہے کہ اس کے بغیر ان کے یہاں کوئی بات قابل اعتماد نہیں ہوتی۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔

(ترجمہ): اسناد دین میں سے ہیں۔ اگر اسناد نہیں ہوتیں تو جو شخص بھی جو چاہتا کہہ دیتا۔

(مقدمہ انوار الحدیث)

الغرض اصول و شرائط کے سخت معیار پر احادیث کو جانچ اور پرکھ کر پھر ان پر اعتماد یا عدم اعتماد کرنا یہ مسلمانوں کا اپنے نبی ﷺ کی احادیث کو جھوٹ کی آمیزش اور خطا کے اختلاط سے محفوظ کرنے کے لئے وہ قابل قدر و فخر کا نامہ ہے۔ جس پر بجا طور پر مسلمان فخر کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان محدثین کرام پر اپنے نبی کریم ﷺ کے صدقے کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

## امام اعظم تابعی ہیں

پس جب یہ بات واضح ہو گئی کہ حدیث ضعیف یا موضوع راوی کے اعتبار سے ہوتی ہے تو آئیے! امام اعظم کی روایات کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ امام اعظم تابعی ہیں۔ یعنی آپ کو صحابہ سے شرف ملاقات حاصل ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال الكردي جماعة من المحدثين انكروا ملاقاته مع الصحابة و اصحابه اثبتوه بالا سائيد الصحاح الحسان و هم اعرف باحواله منهم و المثبت العدل اولي من النافي.

(تذكرة المحدثين)

(ترجمہ): امام کردری فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے ملاقات کا انکار کیا ہے اور ان کے شاگردوں نے اس بات کو صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور وہ دوسروں کے مقابلے میں آپ کے حالات زیادہ جانتے ہیں اور ثبوت روایت نفی سے بہتر ہے۔

وفي فتاوى شيخ الاسلام ابن حجر انه ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لاحد من ائمة الامصار المعاصرين

كالاوزاعى بالشام و الحباد بالبصرة و الثورى بالكوفة و مالك  
بالمدينة الشريفة و الليث بمصر.

(الخيرات الحمان)

(ترجمہ): شیخ الاسلام ابن حجر کے فتاویٰ میں صراحت ہے کہ انہوں نے یعنی امام اعظم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا تھا جو 80ھ میں آپ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں حیات تھی اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا شرف ہے جو آپ کے معاصرین مثلاً شام میں اوزاعی، بصرہ میں حماد، کوفہ میں امام ثوری، مدینہ شریف میں امام مالک اور مصر میں لیث بن سعد میں سے کسی کو حاصل نہیں۔

آپ کو صرف روایت صحابہ ہی کا شرف نہیں ملا بلکہ ان میں سے بعض مثلاً حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بھی ثابت ہے۔

للإمام روايته من الانس و ادراكه لجماعة من الصحابة بالسن  
فصحيحان لا شك فيهما.

(الخيرات الحمان)

(ترجمہ): امام اعظم کا حضرت انس سے روایت کرنا اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا زمانہ پانا، دونوں باتیں ثابت و صحیح ہیں۔ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

اور امام کروری فرماتے ہیں:

لا ينكر سماع الامام من ابى اوفى.

(مناقب ابی حنیفہ للکروری)

(ترجمہ): یعنی امام اعظم کا صحابی رسول عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ناقابل انکار حقیقت ہے۔

## امام اعظم کی احادیث صحیح ہونے کی دلیل

پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام اعظم تابعی ہیں اور تبع تابعی ہونے میں تو کسی کو شک نہیں۔ لہذا امام صاحب کی روایت آپ ﷺ سے ایک یا دو تین واسطوں سے ہے۔

امام سخاوی فرماتے ہیں:

والثنائيات في الموطأ للإمام مالك والواحدان في حديث  
الإمام أبي حنيفة.

(فتح المغنيث)

(ترجمہ): ثنائيات یعنی دو راویوں کے واسطے والی روایات امام مالک کی موطا میں ہیں اور  
وحدان یعنی ایک راوی کے واسطے والی روایات امام ابوحنیفہ کی ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام اعظم کو نبی پاک ﷺ کی احادیث صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین جیسے  
اختیار امت کے واسطوں سے پہنچیں ہیں۔ لہذا امام صاحب کو آپ ﷺ کی احادیث صحیح مستند اور  
قابل اعتماد ذرائع سے پہنچیں ہیں اور اگر بالفرض بعد کے محدثین تک پہنچتے پہنچتے ان میں سے کسی  
روایت میں کوئی ضعیف راوی آگیا ہو تو اس سے امام اعظم کے اس حدیث سے استدلال کو کچھ فرق  
نہیں پڑتا۔ کیوں کہ جس راوی کی وجہ سے بعد کے محدثین اسے ضعیف قرار دے رہے ہیں امام  
اعظم اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان سند میں وہ راوی تھا ہی نہیں۔ بلکہ ایسی صورت میں بعد  
والوں کے لئے بھی وہ حدیث قابل حجت ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرائی فرماتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم یہ کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے دلائل میں  
کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے۔ کیوں کہ امام اعظم اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو راوی ہیں وہ  
صحابہ اور تابعین ہیں اور وہ جرح سے محفوظ ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض حفاظ نے امام اعظم کے  
بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن بعض راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کی وفات کے بعد  
ان کی سند کے نچلے درجہ کے راوی ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی  
اور سند سے روایت کیا ہے۔

کیوں کہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ کیوں کہ اگر وہ  
حدیث صحیح نہ ہوتی تو امام اعظم اس سے کبھی استدلال نہ کرتے اور امام اعظم کی سند کے نچلے راویوں

میں سے کوئی راوی کذاب یا متہم بالکذب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد نے استدلال کیا ہے۔ اس لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں۔ خواہ اس کو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو۔

(میزان الشریعة الکبریٰ)

نیز آپ فرماتے ہیں۔

و قد من الله على بمطالعة مسانيد الامام ابى حنيفة الثلاثة  
فرايته لا يروى حديثاً الا عن اخيار التابعين العدول الثقات  
الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله ﷺ كالا سود و  
علقمة و عطاء و عكرمة و مجاهد و مكحول و الحسن البصرى و  
اضرا بهم رضى الله عنهم اجمعين فكل الرواة الذين هم بينه و  
بين رسول الله ﷺ عدول ثقات اعلام اخيار ليس فيهم  
كذاب ولا متهم بكذب

(میزان الشریعة الکبریٰ)

(ترجمہ): اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ میں نے امام اعظم کی مسانید ثلاثہ کا مطالعہ کیا۔ پس میں نے دیکھا کہ امام اعظم ثقہ اور صادق تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے۔ جن کے حق میں حضور ﷺ نے خیر القرون ہونے کی شہادت دی۔ جیسے اسود، علقمہ، عطاء، عکرمة، مجاہد، مکحول اور حسن بصری وغیرہم۔ پس امام اعظم اور حضور ﷺ کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ اور مشہور اخیار میں سے ہیں۔ جن میں سے کوئی کذاب نہیں اور ان کی طرف کذب کی نسبت بھی نہیں کی جاسکتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

# نماز پڑھنے کی فضیلت اور ترک نماز پر وعید

”نیز جماعت کی اہمیت“

## آیات قرآنی

(1) وَأَقِمْو الصَّلَاةَ-

(سورۃ بقرہ آیت نمبر 43 پارہ نمبر 1)

(ترجمہ): اور نماز قائم رکھو۔

(2) وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا-

(سورۃ طہ آیت نمبر 132 پارہ نمبر 16)

(ترجمہ): ”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ۔“

(3) وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ-

(سورۃ بقرہ آیت نمبر 45-46 پارہ نمبر 1)

(ترجمہ): اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر (نہیں) جو دل سے میری طرف جھکتے

ہیں ۝ جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھرنا۔

(4) فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ

وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا-

(سورۃ مریم آیت 59 پارہ نمبر 16)

(ترجمہ): تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی

خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔ (غی جہنم کی ایک

وادی ہے جس سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے)۔

(5) فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝

الَّذِينَ هُمْ يُرَاتُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

(سورۃ الماعون آیت نمبر 7-6-5-4 پارہ نمبر 30)

(ترجمہ): پس خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لئے ۝ جو اپنی نماز (کی ادائیگی) بھولے بیٹھے ہیں ۝ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## احادیث و آثار

حدیث 01

عن حریث بن قبیصة قال قدمت البدينة قال قلت اللهم يسر لي جليسا صالحا، فجلست الي ابي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال فقلت اني دعوت الله عزوجل ان يسر لي جليسا صالحا، فحدثني بحديث سمعته من رسول ﷺ لعل الله ان ينفعني به. قال سمعت رسول ﷺ يقول ان اول ما يحاسب به العبد بصلوته، فان صلحت فقد افلح وانج، وان فسدت فقد خاب وخسر قال همام لا ادرى هذا من كلام قتادة او من الرواية فان انتقص من فريضته شيء، قال انظروا هل لعبدى من تطوع فيكبل به ما نقص من الفريضة ثم يكون سائر عمله.

(ترجمہ): حضرت حریث بن قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے دعائی: اے اللہ مجھے ایک نیک و صالح ساتھی عنایت فرما۔ پس میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا اور بتایا کہ میں نے اللہ عزوجل سے نیک ساتھی ملنے کی دعائی تھی۔ لہذا آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ شاید اس کی وجہ سے اللہ مجھے نفع بخشے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر نماز صحیح شرائط، ارکان اور وقت کے مطابق ادا کی گئی ہو تو وہ شخص نجات پائے گا اور مقصد حاصل کرے گا۔ اگر نماز پوری نہیں ہوئی تو وہ شخص نقصان میں رہے گا اور برباد ہوگا۔ ہمام کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ الفاظ قتادہ کے ہیں یا یہ روایت کے الفاظ ہیں۔ اگر فرض نماز میں کچھ کمی ہوئی تو کہا جائے گا۔ دیکھو میرے بندے کی کچھ نفل نمازیں ہیں کہ ان سے فرض کی کمی پوری کر دی جاتی۔ پھر باقی اعمال کا بھی یہی حال ہوگا۔



## حدیث 02

(عن ابن عمر قال كنا اذا فقدنا الرجل في صلوة العشاء والفجر  
اسأنا به الظن)

(سنن الکبریٰ ج 3 صفحہ نمبر 59)

(مجمع زوائد ج 2 صفحہ نمبر 43 موسسة المعارف بیروت)

(ترجمہ): حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرام) کسی شخص کو فجر اور عشاء کی نماز میں غیر حاضر دیکھتے تو ہمیں اس پر بدگمانی ہوتی تھی (کہ وہ منافق ہے مومن کامل نہیں)۔

## حدیث 03

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا سهم فی الاسلام لمن لا  
صلوۃ لہ ولا صلوة لمن لا وضوء لہ۔

(مجمع زوائد جلد نمبر 01، صفحہ نمبر 297 موسسة المعارف بیروت)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز نہیں پڑھتا اور اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس کا وضو نہیں ہو۔

## حدیث 04

و عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ  
يقول: ارايتم لو ان نهرًا بباب احدكم يغتسل منه كل يوم  
خمس مرات هل يبقى من درنه شيء قالوا: لا يبقى من درنه شيء  
قال: فذالك مثل الصلوات الخمس، يمنحو الله بهن الخطايا۔

(متفق علیہ)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے گھر کے دروازے پر نہر ہو جس سے وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گا۔ صحابہ کرام بولے نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ جن کے

ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے۔

### حدیث 05

عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالى ملكاً ينادى عند كل صلوة يا بني آدم قوموا الى نبيكم التي او قد متبوهها على انفسكم فاطفئوها بالصلوة۔

(راوۃ الطبرانی فی الکبیر)

(ترجمہ): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ (مقرر) ہے جو ہر نماز کے وقت یہ آواز دیتا ہے کہ اے اولاد آدم! اٹھو تم نے اپنے اوپر (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے) جو آگ سلگائی ہے اس کو نماز پڑھ کر بجھا دو۔

### حدیث 06

وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من ترك الصلوة لقي الله تعالى وهو عليه غضبان۔

(راوۃ الطبرانی فی الکبیر)

(ترجمہ): حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز ترک کر دی تو وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

### حدیث 07

وعن ابی الدرداء قال او صانی خلیلی ان لا تشرک باللہ شیئاً وان قطعت و حرقت ولا تترك صلوة مكتوبة متعمداً فمن تركها متعمداً فقد برئت منه الذمة ولا تشرب الخمر فانها مفتاح كل

شر۔

(رواۃ ابن ماجہ)

(ترجمہ): حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے خلیل حضور اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔ اگرچہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تمہیں جلا دیا جائے اور فرض نماز کو جان بوجھ کر ہرگز ترک مت کرو۔ پس جو شخص عمدًا نماز کو ترک کر دیتا ہے تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری (جو مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اس بے نمازی سے) اٹھ جاتی ہے اور شراب مت پیو کیوں کہ بلاشبہ شراب (اور ہر نشہ لانے والی چیز) برائی کی کنجی ہے۔

حدیث 08

عن ابن عباس قال سمعت عمر يقول لا حظ في الاسلام لاحد  
ترك الصلوة۔

(مصنف عبدالرزاق جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 41)

(ترجمہ): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑے۔

حدیث 09

عن ابن المسيب انه اشتكى عينيه فقبل له يا ابا محمد لو خرجت  
الى العقيق فنظرت الى الخضره و جدت ريح البرية لنفخ ذلك  
بصرك فقال سعيد فكيف اصنع بشهود العتمة والصبح۔

(شعب الایمان جلد نمبر 03، صفحہ نمبر 78)

(ترجمہ): ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن کی آنکھیں دکھ رہی تھیں تو اُن سے کسی نے کہا۔ اے ابو محمد اگر تم مقام عقیق کی طرف نکلو کہ وہاں کے سرسبز و شاداب نظارے اور تازہ ہوا سے تمہیں فائدہ ہوگا تو آپ نے فرمایا۔ پھر میں فجر اور عشاء کی نماز میں حاضری (یعنی جماعت) کا کیا کروں۔

حدیث 10

عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ  
بحسب المؤمن من الشقاء و الخيبة ان يسمع البوذن يثوب  
بالصلوة فلا يجيبه۔ (الترغيب والترهيب)

(ترجمہ): حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کو یہ بد بختی اور نامرادی بہت ہے کہ موذن کو تکبیر کہتے، سنے اور اس کا بلانا قبول نہ کرے۔ (یعنی نماز کے لئے نہ جائیں)

### حدیث 11

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: لو ان رجلاً دعا الناس الی عرق او مرما تین لا جا بوة و هم یدعون الی هذه الصلوة فی جماعة فلا یاتونها۔

(المسند ل احمد بن حنبل، المعجم الاوسط للطبرانی)

(ترجمہ): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص لوگوں کو پتلا گوشت، لپٹی ہوئی بڑی یاد و کھروں کی دعوت دے تو ضرور جائیں گے اور اس نماز کی جماعت کو بلائے جاتے ہیں تو نہیں آتے۔

### حدیث 12

عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الجفاء کل الجفاء والكفر والنفاق، من سمع منادی الله ینادی بالصلوة و یدعو الی الفلاح فلا یجیبہ۔

(المسند ل احمد بن حنبل)

(ترجمہ): حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم پورا ظلم اور کفر و نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کے لئے اور کامیابی کے لئے بلاتا، سنے اور جواب نہ دے۔ (یعنی نماز کے لئے نہ جائے)

### حدیث 13

و عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال الشیطان دغراً من المؤمن ما حافظ علی الصلوات الخمس فاذا ضیعهن تجراً علیہ و اوقعه فی العظام و طمع فیہ۔

(رواہ ابو نعیم)

(ترجمہ): حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن سے شیطان اس وقت تک ڈرتا ہے جب تک کہ وہ پنجگانہ نمازوں کی پابندی کرتا رہتا ہے اور جب مومن نمازوں کو ضائع کرتا ہے تو شیطان اس پر جری ہو جاتا ہے اور اس کو کبیرہ گناہوں میں ڈال دیتا ہے اور اس پر (قابو پانے کی) حرص کرتا ہے۔

### حدیث 14

و عن عمر قال قال رسول الله ﷺ ان البصلی لیقرع باب الملك  
وانه من یدوم قرع الباب یوشک ان یفتح له۔

(رواہ الدیلی)

(ترجمہ): حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نماز پڑھنے والا یقیناً شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، توقع ہے کہ بہت جلد اس کے لئے دروازہ کھول دیا جائے۔

### حدیث 15

عن عبد الله بن عمرو بن العاص عن النبي ﷺ انه ذكر الصلوة  
يوماً فقال من حافظ عليها كانت له نورا وبرهانا ونجاة يوم  
القيامة ومن لم يحافظ عليها لم تكن له نورا ولا برهانا ولا نجاة  
وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون وهامان وابي بن خلف۔

(رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ): حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے ایک دن نماز کا تذکرہ اس طرح فرمایا کہ جو شخص نماز کی پابندی کیا کرتا ہے تو قیامت کے دن نماز اس کے لئے نورِ ایمان کی زیادتی اور کمالِ ایمان کی دلیل اور مغفرت کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا تو اس کے نورِ ایمان میں نہ تو زیادتی ہوگی اور نہ اس کے کمالِ ایمان کی کوئی دلیل ہوگی اور نہ اس کی بخشش کا کوئی ذریعہ ہوگا اور بے نمازی قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ رہے گا۔ (اور عذاب میں مبتلا ہوگا)

## حدیث 16

عن عمر بن شعيب عن ابيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ  
مروا اولادكم بالصلاة و هم ابناؤ سبع سنين و اضربوهم  
عليها و هم ابناؤ عشر سنين و فرقوا بينهم في البضاجع.

(رواه ابو داؤد)

(ترجمہ): حضرت عمر بن شعيب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو جب وہ سات (7) سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم کیا کرو اور جب وہ دس (10) سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو (نماز کی پابندی نہ کرنے پر) مار کر نماز کے پابند بناؤ اور ان کے سونے کی جگہ الگ الگ کر دو۔

## حدیث 17

عبدالله بن مسعود قال حافظو على هولاء الصلوات الخمس  
حيث ينادى بهن فانهن من سنن الهدى و ان الله شرع لنبية  
ﷺ سنن الهدى ولقد رأيتنا وما يتخلف عنها الا منافق بين  
النفاق ولقد رأيتنا و ان الرجل ليهوى بين الرجلين حتى يقام  
في الصف و ما منكم من احد الا وله مسجد في بيته ولو صليتم  
في بيوتكم و تركتم مساجدكم تركتم سنة نبيكم ﷺ ولو  
تركتم سنة نبيكم ﷺ لكفرتم.

(سنن ابو داؤد)

(ترجمہ): حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو! پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو جب ان کے لئے بلایا جائے (یعنی اذان سنتے ہی جماعت کی تیاری شروع کر دو) کیوں کہ یہ نمازیں ہدایت کے راستے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان نمازوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کے لئے ہدایت کے راستے بنائے ہیں اور ہم لوگوں کا تو یہ حال تھا کہ سوائے منافق کے کہ جس کا نفاق بالکل ظاہر اور اعلانیہ ہوتا تھا، کوئی دوسرا شخص جماعت ترک نہیں کرتا تھا اور ہم لوگ دیکھتے تھے کہ کسی آدمی کو دو آدمی مرض ہو جانے کے سبب سہارا دے کر مسجد میں جماعت سے

نماز پڑھوانے کے لئے لایا کرتے تھے اور اس کو صف میں شامل کرتے تھے۔ تم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کی مسجد (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) اس کے گھر میں نہ ہو اور اگر تم لوگ گھروں میں ہی نماز پڑھنے کی عادت بنا لو گے اور مسجد میں (جماعت سے) نماز پڑھنا ترک کر دو گے تو اس طرح تم لوگ اپنے پیغمبر ﷺ کے راستے کو ترک کر دو گے اور جب پیغمبر ﷺ کے راستے کو ترک کر دو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔

### حدیث 18

عن بریدة عن النبي ﷺ قال بشر المشائين في الظلم الى المساجد بالنور التام يوم القيامة.

(سنن ابو داؤد)

(ترجمہ): حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خوشخبری ہے۔ قیامت کے دن کو مکمل روشنی کی۔ ان لوگوں کے لئے کہ جو اندھیرے میں مسجد میں جاتے ہیں۔

### حدیث 19

عن ابی ہریرة قال قال رسول الله ﷺ ليس صلوة اثقل على المنافقين من الفجر والعشاء ولو يعلمون ما فيها لا توهاؤا ولو حبواً. (متفق عليه)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں اور اگر وہ جانتے ہوتے کہ اس میں کتنا ثواب ہے تو ضرور حاضر ہوتے۔ اگرچہ سرین کے بل گھیلتے ہوئے۔

### حدیث 20

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من سمع المنادي فلم يمنع من اتباعه عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منه الصلوة التي صلي.

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 92، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سنی اور بغیر عذر کے جماعت سے نماز نہ پڑھی، اس کی پڑھی ہوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔ صحابہ نے پوچھا عذر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خوف یا مرض۔

### حدیث 21

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لقد ہمیت ان امر بخطب لیخطب ثم امر بالصلوۃ فیؤذن لها ثم امر رجلا فیؤم الناس ثم اختلف الی رجال فا حرق علیہم بیوتہم والذی نفسی بیدہ لو یعلم احدہم انه یجد عرقا سمینا او مر مأتین حسنتین لشهد العشاء۔

(بخاری جلد اول صفحہ 157 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ حکم دوں، لکڑیاں جمع کی جائیں۔ پھر نماز کا حکم دوں۔ اس کی اذان دی جائے۔ پھر ایک شخص سے کہہ دوں۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان کو پیچھے چھوڑ کر ان لوگوں کو دیکھوں جو پیچھے رہے (جماعت میں حاضر نہیں ہوئے)۔ پھر ان کے گھر جلا دوں۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ان لوگوں میں سے جو جماعت میں نہیں آتے۔ کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو گوشت کی ایک موٹی ہڈی ملے گی یا دوا چھے کھر ملیں گے تو عشاء کی جماعت میں ضرور آتے۔

### حدیث 22

عن انس بن مالک قال کانت عامۃ و صیۃ رسول اللہ ﷺ حین حضر تہ الوفاۃ و هو یغرر بنفسہ الصلوۃ و ما ملکت ایمانکم۔

(ابن ماجہ صفحہ نمبر 317، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(کتاب الوصایا باب هل اوصی رسول اللہ ﷺ)

(ترجمہ): حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات جب قریب تھی اور آپ ﷺ کا سانس اٹک رہا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کی اکثر وصیت یہ تھی کہ نماز



اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

حدیث 23

عن علی بن ابی طالب قال کان آخر کلام النبی ﷺ الصلوٰۃ وما  
ملکت ایمانکم۔

(سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر 318، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(کتاب الوصایا باب حل اوصی رسول اللہ ﷺ)

(سنن ابی داؤد ج 2 ص 360 کتاب الادب باب فی حق المملوک)

(ترجمہ): حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا آخری کلام یہ  
تھا: نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## استقبال قبلہ

سب سے پہلے نمازی کے لئے ضروری ہے کہ اپنا رخ قبلہ کی طرف کرے کیوں کہ یہ نماز کی شرائط میں سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ طَوْحَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ط

(سورۃ بقرہ آیت 144)

(ترجمہ): اے محبوب ﷺ پس پھیر لیجئے اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں بھی ہو۔ (نماز پڑھنے کے وقت) اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف پھیر لیا کرو۔

اور اسی طرح حدیث شریف میں ہے۔

قال ابو هريرة قال قال النبي ﷺ استقبال القبلة و كبر

(رواہ البخاری فی ترجمتہ باب التوجہ نحو القبلة حیث کان (ج 1 ص 57)

وساق الحدیث فی کتاب الاستیذان (ج 2 ص 924)

(مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو) قبلہ کی طرف منہ کرو اور اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کہو۔

## نیت

اس کے بعد نماز کی نیت کرے کیوں کہ صحت نماز کی شرائط میں سے ایک نیت ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا أَمْرٌ إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

(البینہ آیت 5)

(ترجمہ): انہیں تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مِّمَّا نَوَىٰ

(بخاری باب کیف کان بدو الوحي الی رسول اللہ ﷺ)

(ج 1 ص 2، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

(ترجمہ): بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ  
وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ

(مسلم کتاب البر والصلہ باب تحریم الظلم المسلم وغذله واحتقاره)

(ج 2 ص 317، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتا۔ لیکن تمہارے دلوں (نیتوں) اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

## نیت کی تعریف

فقہ حنفی کی مشہور کتاب بحر الرائق میں ہے۔

النية ارادة الصلوة لله تعالى على الخلوص

(البحر الرائق ج 1 ص 480، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے نماز پڑھنے کا قصد و ارادہ کرنا نیت ہے۔

درحقیقت نیت دل کے پکے ارادے (عزم) کو کہتے ہیں۔ زباں سے تلفظ ضروری نہیں۔

لیکن تلفظ بھی کر لے تو اچھا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اما اصلها ان يقصد بقلبه فان قصد بقلبه و ذكر بلسانه كان

افضل. (ج 1 ص 39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): نیت کی اصل یہ ہے کہ دل سے قصد و ارادہ کرے اور اگر قصد قلبی کے ساتھ زبان سے تلفظ بھی کر لے تو افضل ہے۔

الغرض زبان سے نیت کا تلفظ کرنا مستحسن ہے اور اس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ لیکن افسوس کہ باوجود اس کے کہ تلفظ نیت تمام علماء مذاہب مثلاً حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ کے ہاں جائز ہے۔ پھر بھی بعض فتنہ باز لوگ اسے ناجائز و حرام کہہ کر لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں نے گزشتہ دنوں ایک میسج بھی چلایا جس میں ابن حزم ظاہری کے حوالے سے یہ قول نقل کیا گیا تھا کہ اگر کسی کو عمر نوح بھی ملے اور پوری زندگی قرآن و سنت سے نیت کے الفاظ تلاش کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ اس طرح وہ عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ نیت کا تلفظ ناجائز و حرام ہے۔ دوسری طرف ہماری عوام ہے کہ جو تلفظ کو قصد قلبی کی طرح شرط نماز سمجھتے ہیں کہ اگر خطا نسیاناً بھی رہ جائے یا اس کے مروجہ معروف الفاظ میں سے کوئی لفظ رہ جائے تو سمجھتے ہیں کہ نماز نہیں ہوئی بلکہ بعض نماز توڑ دیتے ہیں۔

لہذا اس افراط و تفریط کو دیکھ کر اس مسئلہ کی اہمیت و نزاکت کی وجہ سے ہم اس مسئلہ کو قدر تفصیل سے بیان کریں گے۔ بتوفیق الملک العزیز

## زبان سے نیت کرنے کی تحقیق

زبان سے نیت کا تلفظ کرنے کے بارے میں فقہاء کرام کے تین قول ہیں۔

(1) مستحب و مستحسن (2) بدعت و مکروہ (3) سنت

ایک قول فرضیت کا بھی ہے جو امام شافعی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وعند الشافعی لا بد من الذکر باللسان۔

(ج 1 ص 39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور امام شافعی کے نزدیک زبان سے نیت کرنا ضروری ہے۔

لیکن اس نسبت کو بحر میں رد کیا۔ حیث قال۔

قد اجمع العلماء انه لو نوى بقلبه ولم يتكلم فانه يجوز كما

حكاہ غیر واحدٍ فما فی الخانیہ و عند الشافعی لا بد من الذکر  
باللسان مردود۔

(بحر الرائق ج 1 ص 483، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): بے شک اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ اگر کسی نے دل سے نیت کی اور زبان سے نہیں کہا تو یہ جائز ہے۔ جیسا کہ ایک سے زائد نے کہا تو جو خانیہ میں ہے کہ امام شافعی کے نزدیک زبان سے نیت ضروری ہے، امام شافعی کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں۔  
اسی طرح منیۃ المصلیٰ میں ہے۔

ولو نوى بالقلب ولم يتكلم باللسان جاز بلا خلاف۔

(ص 110، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(ترجمہ): اور اگر دل سے نیت کی اور زبان سے نہیں کہا تو جائز ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اسی طرح بحر میں شرح منیۃ کے حوالے سے لکھا ہے۔

لم ينقل عن الائمة الاربعة ايضاً۔

(بحر الرائق ج 1 ص 484، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): ائمہ اربعہ میں سے کسی سے نیت کا تلفظ منقول نہیں ہے۔

اور علامہ شامی نے بھی حلیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ سے نیت کا تلفظ منقول نہیں

ہے۔

(شامی جلد 2 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پس ثابت ہوا کہ امام شافعی کی طرف تلفظ نیت کی فرضیت کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

## سنت

جہاں تک سنت ہونے کا قول ہے تو علماء نے اس کی تاویل کی ہے کہ یہاں پر قائل کی

سنت سے مراد سنت لغوی و عرفی ہوگی نہ کہ شرعی۔ جیسا کہ بحر میں ہے۔

فلعل القائل بالسنة اراد بها الطريقة الحسنة لا طريقة

النبي ﷺ

(بحر الرائق ج 1 ص 484، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): شاید سنت کہنے والے کی مراد یہاں پر سنت سے ایک اچھا طریقہ ہو گا نہ کہ طریقہ رسول ﷺ۔

اور درمختار میں ہے۔

وقيل سنة يعني احبه السلف او سنة علمائنا اذ لم ينقل عن  
المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين۔

(درمختار مع رد المحتار ج 2 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور یہ بھی کہا گیا کہ (تلفظ نیت) سنت ہے یعنی سنت سے مراد وہ کام جسے سلف صحابین نے پسند کیا یا سنت سے مراد ہمارے علماء کی سنت ہے کیوں کہ مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین سے (تلفظ) منقول نہیں ہے۔

## بدعت و مکروہ

جیسا کہ درمختار میں ہے۔

بل قيل بدعة۔

(درمختار مع رد المحتار ج 2 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): بلکہ کہا گیا بدعت ہے۔

اسی طرح بحر میں بھی قنیہ کے حوالے سے بدعت لکھا ہے۔ حیث قال۔

و في القنية انه بدعة الا ان لا يمكنه اقامتها في القلب الا

باجراءها على اللسان فحينئذ يباح۔

(بحر الرائق ج 1 ص 483، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور قنیہ میں ہے کہ یہ (تلفظ نیت) بدعت ہے مگر یہ کہ اگر بغیر تلفظ کے قصد قلبی ممکن نہ ہو تو پھر مباح ہے۔

اور اسی میں، شرح منیہ کے حوالے سے تلفظ نیت کو مکروہ لکھا ہے۔ حیث قال۔

ونقل في شرح المنية عن بعضهم الكراهة.

(بحر الرائق ج 1 ص 483، مطبوعه مکتبه رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور شرح منیہ میں بعض علماء سے کراہت کا قول نقل کیا ہے۔

اور اس قول کی اصل وجہ وہ ہے جو فتح القدیر اور اسی کے حوالے سے بحر میں اور پھر در مختار

میں بھی ہے۔

قال بعض الحفاظ لم يثبت عن رسول الله ﷺ بطريق صحيح ولا

ضعيف انه كان يقول عند الافتتاح اصلي كذا ولا عن احد من

الصحابه والتابعين بل المنقول انه كان ﷺ اذا قام الى الصلوة

كبر وهذه بدعة.

(فتح القدیر ج 1 ص 232، مطبوعه مکتبه رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): بعض حفاظ حدیث نے کہا کہ کسی صحیح اور ضعیف حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ

نماز شروع کرتے وقت فرماتے ہوں۔ اصلی کذا (یعنی کسی نماز کا نام لے کر نیت کرتے ہوں،

مثلاً ظہر کی عصر کی نماز پڑھتا ہوں) اور نہ ہی کسی ایک صحابی یا تابعی سے ثابت ہے۔ بلکہ منقول ہے

کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے اور (لہذا) یہ بدعت ہے۔

بلکہ علامہ شامی نے (حلیہ کے حوالے سے) لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ سے بھی تلفظ نیت ثابت

نہیں۔ (شامی ج 2 ص 114، مطبوعه مکتبه رشیدیہ کوئٹہ)

لیکن فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق یہاں بدعت سے مراد بدعت حسنہ ہے نہ کہ بدعت

سینئہ۔ علامہ طحاوی در مختار کے قول قبل بدعة کے تحت لکھتے ہیں۔

لكنها حسنة على المعتد لا سيئة.

(ترجمہ): یعنی قابل اعتماد قول کے مطابق یہ بدعت حسنہ ہے نہ کہ سینئہ۔

اسی طرح علامہ شامی اس کے بدعت و مکروہ ہونے کے قول کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

وقال في الحلية ولعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد جمع

العزيمة لان الانسان قد يغلب عليه تفرق خاطره وقد استفاد

ظهور العمل به في كثير من الاعصار في عامة الامصار فلا جرم،  
وانه ذهب في المبسوط والهداية والكافي الى انه ان فعله ليجمع  
عزيمة قلبه فحسن فيندفع ما قيل انه يكره.

(ثامی جلد 2 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): صاحب حلیمہ فرماتے ہیں کہ شبہ یہ ہے کہ تلفظ کرنا قصد کو ارادہ قلبی کے موافق کرنے کے  
وقت بدعت حسنہ ہے کیوں کہ آدمی پر کبھی دل کی پراگندگی غالب آجاتی ہے۔ (اس کو دور کرنے کے  
لئے تلفظ بدعت حسنہ ہے)۔ اور اکثر شہروں میں مدت سے اس پر عمل چلا آ رہا ہے اس لئے صاحب  
مبسوط و ہدایہ و کافی اس طرف گئے کہ ارادہ قلبی کی موافقت کے لئے تلفظ کرے تو اچھا ہے۔ پس جو  
مکروہ کہتے ہیں ان کا قول مندفع ہوا۔

(نوٹ): ان دونوں اقوال (بدعت و مکروہ اور سنت) کو فقہاء کرام نے قیل کے ساتھ بیان  
کیا ہے۔ جیسا کہ بحر اور در مختار کے حوالے سے ابھی گزرا ہے۔

اہل علم پر مخفی نہیں کہ جب فقہاء متعدد اقوال میں سے کسی قول کو قیل کے ساتھ بیان کرتے  
ہیں تو عموماً اس میں اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ جب کہ اس جگہ تو فقہاء نے  
صراحت کے ساتھ ان اقوال کی تاویل و تردید بھی کی ہے۔ لہذا یہ دونوں قول مردود و مؤول ہیں۔

## مستحب و مستحسن

یعنی نیت کا تلفظ کرنا مستحب و مستحسن ہے۔ یہ قول جمہور علماء احناف و غیر ہم کا ہے۔ اسی قول کو  
علماء نے مختار قرار دیا ہے۔ جیسا کہ در مختار مع تویر الابصار میں ہے۔

(والتلفظ) عند الارادة (بها مستحب) هو المختار۔

(در مختار مع رد المحتار ج 2 ص 113، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور تلفظ نیت کرنا ارادہ قلبی کے وقت مستحب ہے۔ یہی قول مختار ہے۔  
اسی طرح منیۃ المصلیٰ میں ہے۔

و المستحب في النية ان ينوي بقلبه و يتكلم باللسان هذا



هو المختار۔

(منیۃ المصلیٰ ص 110، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(ترجمہ): اور نیت میں متحب یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے اور زبان سے تلفظ بھی کرے۔ یہی قول مختار ہے۔

شرح وقایہ میں ہے۔

والقصد مع لفظه افضل۔

(شرح وقایہ ص 159، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ): اور قصد قلبی تلفظ کے ساتھ افضل ہے۔

ہدایہ میں ہے۔

و یحسن ذالك لاجتماع عزيمة۔

(ج 1 ص 96، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمی ملتان)

(ترجمہ): زبان سے نیت کرنا اچھا ہے کیوں کہ اس سے زبان اس کے ارادے کے ساتھ موافق ہو جاتی ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فان قصد بقلبه و ذکر بلسانه كان افضل۔

(فتاویٰ قاضی خان ج 1 ص 39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): پس اگر دل سے قصد کرے اور زبان سے بھی تلفظ کرے تو یہ افضل ہے۔

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

فان فعله لتجتمع عزمته فهو حسن۔

(عالمگیری ج 1 ص 65، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): تو اگر زبان سے بھی نیت کر لے تاکہ ارادہ قلبی کے موافق ہو جائے تو اچھا ہے۔

اور بحر میں ہے۔

وقد اختلف كلام البشائخ في التلفظ باللسان فذكر في منية

المصلى انه مستحب وهو المختار ووجهه في المجتبی۔

(بحر الرائق ج 1 ص 483، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): زبان سے نیت کے تلفظ کرنے کے بارے میں مشائخ کا قول مختلف ہے۔ منیہ میں ذکر کیا کہ یہ مستحب ہے اور یہی قول مختار ہے اور اسی کو ترجیح دی مجتبیٰ میں۔

یہ تو کھیل علماء احناف کی آراء تلفظ کے استحباب و استحسان کے بارے میں۔ احناف کے علاوہ دیگر جمہور علماء مذاہب۔ مثلاً شوافع، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک بھی تلفظ جائز ہے۔ علامہ وہب زہلی لکھتے ہیں۔

و یندب عند الجمہور غیر المالکیۃ التلفظ بالنیۃ و قال  
المالکیۃ یجوز التلفظ بالنیۃ والاولیٰ ترکہ۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج 1 ص 773، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): مالکیہ کے علاوہ دیگر جمہور (احناف شوافع حنابلہ وغیرہ) علماء کے نزدیک نیت کا تلفظ کرنا مستحب ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ تلفظ جائز ہے۔ لیکن ترک اولیٰ ہے۔  
تلفظ کے مستحب و مستحسن ہونے کی وجہ بھی فقہاء کرام نے بیان کی ہے۔ جیسا کہ فتح القدر میں ہدایہ کے قول و یحسن ذالک کے تحت ہے۔

وهذا لان الانسان قد يغلب عليه خاطره فاذا ذكره بلسانه كان  
عوناً على جمعه۔

(فتح القدر ج 1 ص 232، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): تلفظ کرنا اس لئے مستحسن ہے کہ آدمی پر اس کے خیالات منتشرہ غالب آجاتے ہیں تو جب وہ زبان سے نیت کرتا ہے تو اس سے قصد قلبی کے ساتھ مطابقت و موافقت کرنے میں مدد ملتی ہے۔  
خلاصہ کلام یہ کہ جمہور علماء کے نزدیک نیت کا تلفظ کرنا جائز بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔

خیال رہے کہ باوجود اس کے کہ تلفظ نیت مستحب ہے لیکن پھر بھی اس کے ترک سے کراہت لازم نہیں آئے گی کیوں کہ کراہت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ جب کہ تلفظ نیت، سنت سے ثابت ہی نہیں اور نہ ہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔ بلکہ فقہاء مابعد کے ہاں بھی کسی حد تک اختلافی ہے۔ اگرچہ ترجیح قول استحباب کو ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کا ترک بلا اختلاف جائز و غیر

مکروہ ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بد لها من  
دليل خاص۔

(شامی ج 3 ص 69، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): ترک مستحب سے ثبوت کراہت لازم نہیں کیوں کہ کراہت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے۔

لیکن افسوس کہ عوام نے تلفظ کو نیت قلبی کی طرح شرط نماز سمجھ لیا ہے کہ اگر نسیاناً، خطماً بھی رہ جائے یا الفاظ مروجہ میں سے کوئی ایک لفظ بھی رہ جائے تو سمجھتے ہیں کہ نماز نہیں ہوئی، بلکہ بعض نماز توڑ ہی دیتے ہیں۔

جب کہ فقہاء کرام تلفظ کے استحباب کے باوجود صحت نیت میں تلفظ کا اعتبار نہیں کرتے، کہ اگر تلفظ، قصد قلبی کے خلاف ہو جائے (غلط ہو جائے) تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیوں کہ اصل نیت تو دل کی ہے۔ لہذا اگر زبان سے بالکل نہیں کی یا غلط کی تو بھی کوئی حرج نہیں۔ یعنی صحت نیت (قلبی) اور صحت نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

جیسا کہ در مختار اور تہذیب الالبصار میں ہے۔

والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذکر  
باللسان ان خالف القلب لانه كلام لانية۔

(در مختار مع رد المحتار ج 1 ص 112، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور نیت میں اعتبار عمل قلب کا ہے جو ارادے کے لئے لازم ہے۔ پس زبان سے تلفظ کا اعتبار نہیں اگر وہ دل کے قصد کے خلاف ہو جائے، کیوں کہ زبان سے تلفظ کلام ہے نہ کہ حقیقت نیت۔  
علامہ شامی اس کی مثال دیتے ہیں۔

فلو قصد الظهر و تلفظ بالعصر سهواً اجزائه۔

(شامی ج 2 ص 112، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): تو اگر کسی نے قصد و ارادہ کیا ظہر کی نماز کا اور زبان سے غلطی سے عصر نکل گیا تو اس کی نماز ہوگی۔

اسی طرح بعض لوگ تلفظ کو ضروری سمجھتے ہوئے، کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوگی نیت کے مخصوص مروجہ الفاظ یاد نہ ہونے کی صورت میں نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ اس کا مشاہدہ عیدین میں اور خاص کر جنازہ کی نماز میں کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ تلفظ سرے سے ضروری ہی نہیں اور پھر اس کے لئے مخصوص مروجہ الفاظ پر مشتمل طویل عبارت قطعاً ضروری نہیں۔ اگر تلفظ کرنا بھی ہے تو اس کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ جو نماز پڑھنی ہے اس کا نام لے کر کہ مثلاً ظہر کے فرض پڑھتا ہوں یا عصر کے وغیرہ کہہ دینا بھی کافی ہے۔

جیسا کہ بحر الرائق میں قنیہ کے حوالے سے ہے۔

اذا اراد النفل او السنة يقول اللهم اني اريد الصلوة فيسر هالي  
و تقبلها مني و في الفرائض اللهم اني اريد ان اصلي فرض  
الوقت او فرض كذا فيسره لي و تقبله مني و المقتدى يقول  
اللهم اني اريد ان اصلي فرض الوقت متابعا لهذا الامام  
فيسره لي و تقبله مني وهذا كله يفيد ان التلفظ بها يكون بهذه  
العبارة لا بنحو نويت او انوي كما عليه عامة المتلفظين بالنية  
من عامي وغيره.

(بحر الرائق ج 1 ص 484، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): جب سنت یا نفل پڑھنے کا ارادہ ہو تو کہے اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں نماز کا۔ تو اسے میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے قبول فرما اور فرائض میں یوں کہے۔ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فرض وقت یا مثلاً فرض ظہر وغیرہ کا تو میرے لئے آسان فرما اور مجھ سے قبول فرما اور مقتدی یوں کہے۔ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فرض وقت کا "اس امام کی اقتداء میں (یعنی پیچھے اس امام کے) میرے لئے آسان فرما اور مجھ سے قبول فرما"۔ اس سے معلوم ہوا کہ تلفظ اس طرح کرے نہ اس طرح کہ صرف نَوَيْتُ يَا اَنْوَيْتُ کہے (یعنی نیت کرتا ہوں میں یا نیت کی میں نے، اور اس کے ساتھ ایک طویل عبارت بھی کہے)۔ جیسا کہ عام طور پر نیت کا تلفظ کرنے والے عوام

وغیرہ کرتے ہیں۔ (البتہ طویل کہنے میں بھی قباہت نہیں ہے)  
 (نوٹ) بحر الرائق کی مندرجہ بالا عبارت میں جو دعائیہ کلمات ہیں (یعنی آسان فرما، قبول فرما) یہ بھی ضروری نہیں، البتہ بہتر ہیں۔ نیز کسی بھی رٹی ہوئی عبارت کے بجائے خود سے اپنے الفاظ میں اپنے مافی الضمیر کا تلفظ کرنا احضار قلب کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ بس ان الفاظ میں اس بات کا خیال رکھے کہ اگر فرض نماز پڑھنی ہے تو فرض کا نام لے۔ مثلاً ظہر یا عصر یا فرض وقت۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

والواجبات و الفرائض لا تتأدى بمطلق النية اجماعاً كذا في  
 الغياثية فلا بد من التعيين فيقول نويت الظهر اليوم او عصر  
 اليوم او فرض الوقت او ظهر الوقت۔

(عالمگیری ج 1 ص 65، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور واجبات و فرائض مطلق نیت سے ادا نہیں ہوں گے۔ اس پر اجماع ہے، تو ان میں تعین کرنا ضروری ہے تو یوں کہے (یعنی قصد قلبی میں تعین ضروری ہے۔ لہذا زباں سے بھی یوں کہے) نیت کی میں نے آج کی ظہر کی یا آج کی عصر کی یا فرض وقت کی یا ظہر وقت کی۔ اور واجبات میں مثلاً جنازہ، وتر، عیدین میں بھی تعین کرے۔

و في صلوة الجنائز ينوي الصلوة لله تعالى و الدعاء للميت و في  
 العیدین ينوي الصلوة العید و في الوتر ينوي صلوة الوتر۔

(عالمگیری ج 1 ص 66، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور نماز جنازہ میں نیت کرے نماز کی، اللہ کے لئے، اور دعائیہ میت کے لئے، اور عیدین میں نماز عید کی نیت کرے اور وتر میں نماز وتر کی (یعنی ان واجبات میں مطلق نیت نہ کرے بلکہ نام لے کر تعین کرے)۔

فرض و واجب کے علاوہ تمام نمازیں نفل ہیں کیوں کہ سنت بھی دراصل نفل ہی ہیں۔ لہذا ان میں مطلق نیت کافی ہے۔

و يكفيه مطلق النية للنفل و السنة و التراويح هو الصحيح كذا

فی التبیین وهو ظاهر الجواب واختیار عامة المشائخ۔

(عالمگیری ج 1 ص 65، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): نفل و سنت اور تراویح کے لئے مطلق نیت کافی ہے۔ یہی صحیح ہے ایسا ہی ہے تبیین میں اور یہ ظاہر الجواب ہے اور عام مشائخ کا مختار قول ہے۔

البتہ بہتر یہ ہے کہ تراویح کے لئے تعین کرے اور سنت کے لئے اتباع رسول ﷺ کی نیت کرے۔

والاحتیاط فی التراویح ان ینوی التراویح او سنة الوقت او قیام اللیل کذا فی منیة المصلی والاحتیاط فی السنن ان ینوی الصلوٰة متابعا للرسول ﷺ۔

(عالمگیری ج 1 ص 65، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح کی نیت کرے (یعنی نام لے کر تعین کرے) یا سنت وقت کی یا قیام اللیل کی نیت کرے جیسا کہ منیة المصلی میں ہے اور دوسری سنتوں میں احتیاطاً (مطلق) نماز کے ساتھ اتباع رسول ﷺ کی نیت کرے۔

خاصہ کلام یہ کہ نمازی تین چیزوں کی نیت کرے۔ نماز کی کہ اللہ کے لئے پڑھتا ہے اور پھر اس نماز کا تعین کرے جس کی تفصیل ابجائز اور بہتر ہے کہ رخ قبلہ کی بھی نیت کرے۔

والمنفرد یمتاج الی ثلاث نیات الصلوٰة لله تعالیٰ و تعین الصلوٰة وینوی القبلة حتی یکون جائزاً عند الكل۔

(فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 66، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور منفرد کو تین نیتوں کی ضرورت ہے۔ اللہ کے لئے نماز پڑھنے کی اور اس نماز کا تعین کرے اور قبلہ کی بھی نیت کرے تاکہ سب کے نزدیک جائز ہو جائے۔

اگر جماعت کی نماز ہے تو مقتدی اقتداء امام کی بھی نیت کرے۔

ولو كان مقتدياً ینوی ما ینوی المنفرد وینوی الاقتداء ایضاً لان الاقتداء لا یمجوز بدون النیة۔

(عالمگیری ج 1 ص 66، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور اگر مقتدی ہے تو منفرد کی نیت کے علاوہ اقتداء امام کی بھی نیت کرے اس لئے کہ بغیر اقتداء کی نیت کے اقتداء جائز نہیں۔

یعنی قصد قلبی میں اقتداء کا قصد ضروری ہے، لہذا زبان سے بھی اقتداء کے الفاظ کہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی نماز کے لئے آیا تو دیکھا کہ جماعت شروع ہو چکی ہے ایسے میں اسے چاہئے کہ فوراً تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہو۔ چونکہ حقیقت نیت، دل کا قصد و ارادہ ہے۔ اگر وہ موجود ہے تو تلفظ میں لگنے کے بجائے نماز شروع کرے۔

لیکن اکثر عوام کا حال یہ ہے کہ نماز شروع ہوتی ہے تو ہو، انہیں تو اپنے حساب سے پوری مروجہ عبارت نیت کہنی ہے، چاہے تکبیر اولیٰ فوت ہو جائے، چاہے تکبیرات جنازہ فوت ہو جائیں، چاہے تکبیرات عمیدین فوت ہو جائیں۔ حتیٰ کہ بعض کی تلفظ کے چکر میں رکعت تک نکل جاتی ہے۔ امام رکوع میں ہے اور یہ مصروف ہیں تلفظ کرنے میں۔ یہاں تک کہ امام رکوع سے کھڑا ہو جاتا ہے، حالانکہ رکعت کو پانے کے لئے ثناء جو کہ مسنون ہے اسے بھی ترک کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ منیۃ المصلیٰ میں ہے۔

و ان ادرك في الركوع يتحري ان كان اكبر رأيه انه لو اثنى به  
يدرك الامام في شئ من الركوع ياتي به قائماً والايركع ويتابع  
الامام۔

(منیۃ المصلیٰ ص 127، مطبوعہ مکتبہ شرکت علیہ ملتان)

(ترجمہ): تو اگر امام کو رکوع میں پائے تو غور کرے کہ اگر اس کی غالب رائے یہ ہو کہ وہ ثناء پڑھ کر امام کو رکوع میں پالے گا تو کھڑے کھڑے ثناء پڑھے ورنہ (یعنی اگر اس کو اندازہ ہو کہ ثناء پڑھنے میں امام رکوع سے اٹھ جائے گا) تو رکوع کرے اور امام کی اتباع کرے۔

جب ثناء کو جو کہ مسنون ہے۔ اس صورت میں ترک کیا جاسکتا ہے تو تلفظ کو جو کہ سنت بھی نہیں ہے کیوں نہیں ترک کیا جاسکتا۔ ایسی صورت میں کہ کوئی شخص مسجد آیا اور امام رکوع میں ہے تو تلفظ نیت کی اصلاً ضرورت نہیں۔ اگر تلفظ کرنا ہی ہے تو صف میں پہنچ کر ضروری نہیں بلکہ صف کی طرف چلتے ہوئے تلفظ کرے اور صف میں پہنچ کر تکبیر کہہ کر نماز میں داخل ہو جائے کیوں کہ تلفظ نیت کے لئے قیام و اقران شرط نہیں، بلکہ ہمارے علماء احناف کے نزدیک تو حقیقی نیت یعنی قصد قلبی کے

لئے بھی اقراران بالتکبیر شرط نہیں ہے۔ بلکہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک شروع نماز سے قبل بھی اگر نیت کی اور پھر نماز کے لئے آیا اور بیچ میں کوئی منافی نماز فعل (مثلاً کھانا پینا وغیرہ جن کی وجہ سے بنا جائز نہیں ہوتا) نہ پایا گیا تو نماز شروع کرنے کے وقت اگرچہ نیت حاضر نہ ہو پھر بھی اسی نیت سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان اور فتح القدیر میں ہے۔

فان نوى قبل الشروع روى عن محمد انه لو نوى عند الوضوء انه  
يصلى الظهر او العصر مع الامام ولم يشتغل بعد النية بما  
ليس من جنس الصلوة الا انه لما انتهى الى مكان الصلوة لم  
يحضرة النية جازت صلوة بتلك النية هكذا روى عن ابى حنيفة  
وابى يوسف رحمهم الله۔

(فتاویٰ قاضی خان ج 1 ص 39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(فتح القدیر ج 1 ص 231، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): تو اگر کسی نے نماز شروع کرنے سے پہلے نیت کی تو (اس بارے میں) امام محمد سے روایت ہے کہ اگر وضو کرتے وقت نیت کی کہ وہ ظہر یا عصر امام کے ساتھ پڑھے گا (امام کی اقتداء میں) اور اس نیت کے بعد کسی ایسے کام میں مشغول نہیں ہوا جو جنس نماز میں سے نہ ہو۔ مگر جب وہ نماز کی جگہ پہنچا تو نیت حاضر نہ تھی تو (پھر بھی) اس کی نماز جائز ہے۔ اسی نیت سے (جو اس نے نماز شروع کرنے سے پہلے وضو کرتے وقت کی تھی) اسی طرح مروی ہے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ سے۔

اور اس کی دلیل وہی مشہور حدیث ہے جو نیت کے بیان کے شروع میں گزر گئی۔ یعنی اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں و انما لكل امرئ ما نوى ماضی کا صیغہ ہے۔ یعنی ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ یہ ماضی ہے جس کا تقاضہ ہے کہ جس نے بھی کسی کام کی نیت کی۔ پھر اس کام کو کیا (چاہے اس وقت یا بعد میں) تو اس کے لئے اس کی نیت کے مطابق اجر ہے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کام کے شروع کرتے وقت ہی نیت ضروری ہے ورنہ اجر نہیں ہوگا۔ جیسا کہ روزہ



میں اگر کسی نے رات ہی سے نیت کر لی تو اگر صبح سحری میں نیت جدید نہیں کی یا اٹھا ہی نہیں تو روزہ صحیح ہے، اسی رات کی نیت سے۔

بحر الرائق میں ہے۔

و عند الشافعي شرط لان الحاجة الى النية لتحقق معنى الاخلاص و ذلك عند الشروع لا قبله قلنا النص مطلق فلا يجوز تخصيصه بالرأى على ان قوله و انما لكل امرئ ما نوى يفيد انه يكون له ما نوى اذا تقدمت النية فالقول بان لا يكون له ما نوى خلاف النص ولان اشتراط القران لا يخلو عن المخرج مع ما في التزامه من فتح باب الوسواس فلا يشرط كما في الصوم والزكوة والحج.

(بحر الرائق ج 1 ص 481، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور امام شافعی کے نزدیک نیت (قلبی) کا تکبیر تحریمہ سے متصل ہونا شرط ہے، اس لئے کہ نیت کی ضرورت اس لئے ہے کہ اخلاص کے معنی متحقق ہو جائیں اور یہ شروع نماز کے وقت ہی ہو سکتا ہے نہ کہ پہلے سے۔ ہم (احناف) کہتے ہیں۔ نص (یعنی نیت والی حدیث) مطلق ہے تو اپنی رائے سے اس کی تخصیص کرنا جائز نہیں، اس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی، اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نے نیت کو مقدم کیا۔ اس کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ تو یہ کہنا کہ (نیت کو مقدم کرنے کی صورت میں) اس کے لئے نہیں ہے وہ جو اس نے نیت کی یہ نص کے خلاف ہے اور اس لئے بھی کہ حرج سے خالی نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کو لازم کرنا وسوسوں کا دروازہ کھولنا، لہذا اقران نیت بالتکبیر شرط نہیں۔ جیسا کہ روزہ میں اور زکوٰۃ میں اور حج میں شرط نہیں ہے۔

یہ تو تھی امام اعظم اور آپ کے صاحبین کی رائے اور محمد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے وقت نیت کا موجود ہونا ضروری ہے۔

و عن محمد بن سلمة ان كان عند الشروع بحيث لو سئل اية صلوة يصلي يجيب على البدئية من غير تفكر فهي نية تامة ولو

## احتاج الى التامل لا يجوز۔

(فتح القدیر ج 1 ص 231، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(فتاویٰ قاضی خان ج 3 ص 39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ اگر نماز شروع کرتے وقت یہ حال ہے کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے تو اگر وہ فی البدیہہ جواب دے سکے تو یہ کامل نیت ہے اور اگر سوچنے کی ضرورت پڑے تو یہ نیت جائز نہیں۔

ہمارے فقہاء کرام نے احتیاطاً اسی قول کو لیا ہے۔ جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔

النية ارادة الدخول في الصلوة والشرط ان يعلم بقلبه اية صلوة يصلي و ادناه ما لو سئل لا يمكنه ان يجيب على البدیہة و ان لم يقدر على ان يجيب الا بتامل لم تجز صلواته۔

(فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 65، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): نماز میں داخل ہونے کا ارادہ نیت ہے اور شرط یہ ہے کہ (نماز شروع کرتے وقت) دل میں جانتا ہو کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اگر پوچھا جائے تو اس کے لئے ممکن ہو کہ فی البدیہہ جواب دے اور اگر وہ بغیر تامل، غور و فکر کے جواب دینے پر قادر نہیں ہو تو اس کی نماز جائز نہیں۔

الغرض احناف کے نزدیک اقتران نیت مع التکبیر شرط نہیں ہے۔ ہاں مستحب ضرور ہے۔

کما فی الہندیۃ۔

اجمع اصحابنا علی ان الافضل ان تكون النية مقارنة التكبير للشروع۔

(فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 67، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ نیت کا تکبیر تحریمہ سے متصل ہونا افضل ہے۔

ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

(ج 1 ص 39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

منية المصلی میں ہے۔

والاحوط ان ينوي مقارنًا للتكبير و مخالطًا له كما هو مذهب  
الشافعي۔

(منية المصلى ص 110، مطبوعه مكتبة شركت علميه ملتان)

(ترجمہ): اور احوط یہ ہے کہ نیت تکبیر تحریمہ سے متصل کرے جیسا کہ مذهب شافعی میں ہے۔  
لیکن یہ احتیاط بطور احتیاج ہے نہ کہ بطور وجوب۔ جیسا کہ بحر میں ہے۔

وفي منية المصلى والاحوط ان ينوي مقارنًا للتكبير و مخالطًا له  
كما هو مذهب الشافعي و به قال الطحاوي لكن عندنا  
هذا احتياط مستحب وليس بشرط۔

(بحر الرائق ج 1 ص 481، مطبوعه مكتبة رشيدية كوتہ)

(ترجمہ): اور منية المصلى میں ہے کہ احوط یہ ہے کہ نیت تکبیر تحریمہ سے متصل ہو، جیسا کہ  
مذهب شافعی میں ہے اور طحاوی نے بھی یہی فرمایا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ احتیاط مستحب ہے  
شرط نہیں۔

در مختار میں ہے۔

و شرط الشافعي قرانها في نيب عندنا۔

(در مختار مع رد المحتار ج 2 ص 115، مطبوعه مكتبة رشيدية كوتہ)

(ترجمہ): اور امام شافعی کے نزدیک نیت تکبیر تحریمہ سے ملی ہونا شرط ہے۔ پس ہمارے  
نزدیک بھی مستحب ہوگی۔

یہ تو تھی قصد قلبی کی تفصیل جو کہ حقیقت نیت ہے۔ جب وہ بھی مقارنۃ التکبیر شرط نہیں ہے تو  
تلفظ باللسان کیوں کہ ضروری ہوگا۔ جس کا ترک بنا کسی عذر کے بھی کوئی کراہت و حرج کی بات  
نہیں۔ ہاں عام حالات میں تلفظ کر لینا بہتر و افضل ہے۔ لیکن اگر جماعت قائم ہو چکی ہو تو پھر تلفظ  
کے لئے تکبیر اولیٰ تکبیرات عمیدین و جنازہ اور رکعت فوت نہیں کرنی چاہئے بلکہ قصد قلبی ہی کافی ہے  
یا پھر صفت کی طرف چلتے ہوئے تلفظ کر لے اور صفت میں پہنچ کر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

## تکبیر تحریمہ

جب قبلہ رخ ہو کر نماز کی نیت کر لی تو اب تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔  
 إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَاسْبِغْ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ۔

(بخاری کتاب الاستیذان ج 2 ص 924، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ): جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اچھی طرح وضو کرو۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کرو اور اللہ اکبر کہو۔

عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَلِ مِفْتَاحِ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا  
 التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ۔

(جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء مفتاح الصلوة الطہور)

(ج 1 ص 4، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ): حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نماز کی کنجی وضو ہے اور اس کی تحریم اللہ اکبر کہنا ہے اور اس کی تحلیل (یعنی نماز سے باہر ہو کر جائز کام حلال ہونا) سلام پھیرنا ہے۔

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرُكْعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الشَّنَتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ۔

(بخاری کتاب الاذان باب التكبير اذا قام من السجود)

(ج 1 ص 109، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عبد الرحمن بن حارث فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ

جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے، پھر رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہتے، پھر رکوع سے اٹھتے وقت سمع الله لمن حمده کہتے، پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ربنا لك الحمد کہتے، پھر سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر (دوسرے) سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر سجدے سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر پوری نماز میں ایسا ہی کرتے، یہاں تک کہ نماز مکمل کر لیتے اور دوسری رکعت میں قعدہ (اولی) کے بعد اٹھتے ہوئے بھی اللہ اکبر کہتے۔

پہلی تکبیر جس سے نماز شروع کی جاتی ہے تکبیر تحریمہ کہلاتی ہے۔ باقی تکبیریں مثلاً رکوع و سجود میں جاتے ہوئے اور سجدے اور قعدہ اولیٰ سے اٹھتے ہوئے جو تکبیریں کہی جاتی ہیں انہیں تکبیرات انتقالات کہا جاتا ہے۔ تکبیر تحریمہ، نماز کی شرائط میں سے ہے باقی تکبیریں سنت ہیں۔

تکبیر تحریمہ کہے بغیر نماز نہیں ہوگی باقی تکبیریں چھوڑنا مکروہ ہے لیکن نماز ہو جائے گی، اگر کسی نے امام کو رکوع میں پایا تو ضروری ہے کہ حالت قیام میں ایک تکبیر کہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے قیام ضروری ہے اور پھر رکوع میں جاتے ہوئے دوسری تکبیر کہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ إِذَا أَدْرَكْتَهُمْ رُكُوعًا كَثُرَ تَكْبِيرَاتُهُنَّ  
تَكْبِيرَةٌ لِإِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَتَكْبِيرَةٌ لِّلرُّكُوعِ وَقَدْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ.

(ترجمہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جماعت رکوع میں پائے تو دو تکبیریں کہے ایک تکبیر نماز شروع کرنے کے لئے (تکبیر تحریمہ) اور دوسری تکبیر رکوع کے لئے اور اس طرح اس نے رکعت کو پایا۔

ایسا ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 91، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

اور اگر اس حال میں کہ امام رکوع میں ہے۔ اس نے ایک تکبیر کہی (حالت قیام میں) اور رکوع میں چلا گیا اور دوسری تکبیر نہیں کہی تو نماز ہو جائے گی۔ لیکن تکبیر رکوع نہ کہنے سے کراہت لازم آئے گی۔

مَالِكُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَدْرَكَ الرَّجُلُ الرَّكْعَةَ

فَكَبَّرَ تَكْبِيرَةً وَاحِدَةً أَجْزَأَتْ عَنْهُ تِلْكَ التَّكْبِيرَةُ.

(مولا امام مالک ص 61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(باب افتتاح الصلوة)

(ترجمہ) امام مالک روایت کرتے ہیں کہ ابن شہاب زہری نے فرمایا۔ جب کوئی شخص رکوع کو پائے اور ایک تکبیر کہے تو یہ ایک تکبیر کفایت کر جائے گی۔

البتہ اس میں ضروری ہے کہ وہ ایک تکبیر حالت قیام میں کہی ہو۔ کیونکہ جن نمازوں میں قیام ضروری ہے ان میں تکبیر تحریمہ حالت قیام میں ہونا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے۔

ويشترط كونه قائمًا فلو وجد الامام را كعًا فكبر منحنيًا ان الى  
القيام اقرب صحَّ ولغت نية تكبيرة الركوع.

(درمختار مع رد المحتار ج 2 ص 219، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور تکبیر کا حالت قیام میں کہنا شرط ہے تو اگر کسی نے امام کو رکوع میں پایا، اور اس نے (رکوع کے لئے) جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو اگر تکبیر کہتے وقت قیام کے قریب تھا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔ (اگرچہ اس تکبیر سے تکبیر رکوع کی نیت کی ہو پھر بھی وہ تکبیر تحریمہ ہوگی) اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی۔

عالمگیری میں ہے۔

ولا يصير شارعًا بالتكبير الا في حالة القيام او فيما هو اقرب  
اليه من الركوع.

(عالمگیری ج 1 ص 68، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور حالت قیام میں ہی تکبیر کہنے سے نماز شروع ہوگی یا پھر (رکوع کے لئے جھکنے کی صورت میں) کہ جب رکوع کے مقابلے میں قیام کے زیادہ قریب ہو۔

اور قیام کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں کو نہ پہنچیں کہ یہی کم از کم حد ہے قیام کی۔

جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔

وحد القیام ان یکون بحیث اذا میددہ لاینال رکبتیہ

(عالمگیری ج 1 ص 69، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور قیام کی (کم از کم) حد یہ ہے کہ اگر ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں کو نہ پہنچیں۔

## تکبیر تحریمہ اور رفع یدین

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ البتہ ہاتھ کہاں تک اٹھائے اس بارے میں ہم احناف کا موقف ہے کہ کانوں تک اٹھائے اور یہی صحیح ہے کہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

### کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے

#### دلیل نمبر 1

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُجَاذِي بِهَا أُذُنَيْهِ

(صحیح مسلم ج 1 ص 168، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے۔

#### دلیل نمبر 2

وَإِئْتِ بِنِ مُحَمَّدٍ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَصَفَّ هُمَامَ حِيَالِ أُذُنَيْهِ

(صحیح مسلم ج 1 ص 173، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے جب نماز شروع کی تو آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ بلند کیئے، ہمام نے بیان کیا کہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

### دلیل نمبر 3

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ يُصَلِّي قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا أُذُنَيْهِ.

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں ضرور دیکھوں گا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے ہیں تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے، قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے۔ یہاں تک کہ (دونوں ہاتھ) کانوں کے برابر ہو گئے۔

### دلیل نمبر 4

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ نَاحِيَةً وَأُذُنَيْهِ.

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 25 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے۔

### دلیل نمبر 5

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَبَّرَ فَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ. رَوَاهُ حَاكِمٌ وَقَالَ هَذَا اسْنَادٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخِينَ وَلَا أَعْرِفُ لَهُ عِلَّةً وَلَمْ يَخْرُجَاهُ.

(المستدرک علی الصحیحین)

(ج 1 ص 356، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر کیئے۔



## دلیل نمبر 6

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَقُلْتُ لَا نُنْظَرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَأَيْتُهُ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَرَأَيْتُ إِبْهَامَيْهِ يَحْدَأُ أُذُنَيْهِ.

(صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر 614)

(ترجمہ) وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا کہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھوں گا تو میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو اللہ اکبر کہا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ میں نے آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر دیکھا۔

## دلیل نمبر 7

عَنْ عَبْدِ الْجُبَّارِ بْنِ وَايِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكَادَ إِبْهَامَاهُ تُحَاذِي شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

(سنن نسائی ج 1 ص 141، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لوتک پہنچ گئے۔

## دلیل نمبر 8

عَنْ عَبْدِ الْجُبَّارِ بْنِ وَايِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا أُذُنَيْهِ.

(سنن نسائی ج 1 ص 140، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) عبد الجبار بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی، اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے کانوں تک۔

## دلیل نمبر 9

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حِيَالَ أُذُنَيْهِ.

(سنن نسائی ج 1 ص 140، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت مالک بن حویرث سے روایت ہے جو کہ اصحاب رسول ﷺ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اللہ اکبر کہتے وقت کانوں تک اٹھاتے۔

## دلیل نمبر 10

عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ وَجْهِهِ.

(شرح معانی الآثار جلد نمبر 1 ص 129 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) ابوحمید الساعدی فرماتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام سے کہتے تھے۔ میں نبی کریم ﷺ کی نماز تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور ہاتھوں کو چہرے کے برابر اٹھاتے۔

## دلیل نمبر 11

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عَمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ.

(موطا امام محمد ص 93، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) عبدالعزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عمر کو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

## دلیل نمبر 12

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ قَالَ كَانَ أَصْحَابُنَا إِذَا افْتَتَحُوا

الصَّلَاةَ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَىٰ أَذَانِهِمْ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 264، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابواسحاق سے روایت ہے کہ ابو میسرہ نے فرمایا۔ ہمارے اصحاب نماز شروع کرتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے اور جن روایات میں کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، ان کی ان روایات کے ساتھ ہمارے علماء نے بہترین تطبیق کی ہے اور اصول بھی یہی ہے کہ جب احادیث متعارض ہوں تو ان میں تطبیق کی صورت دیکھی جائے، اگر مطابقت ممکن ہو تو کسی حدیث کو رد کرنے کی ضرورت نہیں۔

## تطبیق روایات

کانوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایات اور کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ ﷺ ہاتھ اس طرح اٹھاتے کہ پہنچے اور اس سے متصل ہتھیلی کا کچھ حصہ کاندھوں کے برابر ہوتا اور انگلیاں کانوں کے برابر اور انگوٹھے کانوں کے لو کے برابر ہوتے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

و اعتمد ابن الہمام التوفیق بانہ عند محاذاة الیدین  
للینکببین من الرسغ تحصل المحاذاة لاذنین بالابہامین و هو  
صریح روایۃ ابی داؤد۔

(شامی ج 2 ص 222، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) ابن ہمام نے موافقت پر اعتماد کیا ہے۔ اس طرح کہ ہاتھوں کے پہنچوں کو مونڈھوں کے برابر کرنے کی صورت میں انگوٹھے کانوں کے برابر ہو جائیں گے اور یہ ابوداؤد کی روایت میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

علامہ شامی نے ابوداؤد کی جس روایت کا حوالہ دیا وہ یہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَاثِلٍ عَنِ أَبِيهِ أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَامَ إِلَىٰ

الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتْا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَ حَاذِي بَابِهَا مِيَهُ  
أُذُنِيهِ ثُمَّ كَبَّرَ.

(سنن ابوداؤد باب رفع اليدين)

(ج 1 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبدالجبار بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہوئے اور انگوٹھے کانوں کے برابر ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا۔

اسی طرح امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

و اما صفة الرفع فالمشهور من مذهبنا و مذهب الجباهير انه  
يرفع يديه حذو منكبيه بحيث يحاذي اطراف اصابعه فروع  
اذنيه اى اعلا اذنيه و ابها ماة شحمتيه و راحتاه منكبيه و بهذا  
جمع الشافعي رحمه الله بين روايات الاحاديث.

(شرح صحیح مسلم للنووی ج 1 ص 168)

(مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) اور ہاتھ اٹھانے کے طریقے میں ہمارا (شوافع کا) مذہب اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اس طرح اٹھائے کہ ہاتھ کی انگلیاں کانوں کے بالائی حصے کے برابر ہوں اور انگوٹھے کانوں کے لو کے برابر ہوں اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر، اور اس طرح امام شافعی نے احادیث کی مختلف روایات کو جمع کیا۔

و ذكر الطيبي أن الشافعي حين دخل مصر سئل عن كيفية رفع  
اليدين عند التكبير فقال: يرفع البصلي يديه بحيث يكون  
كفاه حذاء منكبيه و ابها ماة حذاء شحمتي أذنيه، و أطراف  
أصابعه حذاء فرع أذنيه لأنه جاء في رواية: "يرفع اليدين الى  
المكبين" و في رواية: إلى الأذنين و في رواية: فروع الأذنين

فعل الشافعي بما ذكرنا في رفع اليدين جمعًا بين الروايات  
الثلاث قلت هو جمع حسن واختاره بعض مشايخنا.

(مرقات ج 2 ص 465، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

و روی ابو ثور عن الشافعي انه جمع بينهما فقال يحاذي بظهر  
كفيه المنكبين وباطراف انامله الاذنين ويؤيده رواية اخرى  
عن وائل عند ابى داؤد بلفظ حتى كانتا حيا ل منكبیه و حاذی  
بابها ميه اذنيه و بهذا قال المتأخرون من المالکینة فیما حکاه  
ابن شاس فی الجواهر.

(فتح الباری ج 2 ص 282، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور امام طحاوی کے مطابق کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایات عام حالات پر محمول ہیں اور  
جن روایات میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ وہ سردیوں کے موسم میں چادریں  
اوڑھنے کی حالت پر محمول ہیں۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

و وفق بينهما وبين الروايات الرفع الى المنكبين بان الثاني اذا  
كانت اليدان في الثياب للبرد كما قاله الطحاوي اخذًا من  
بعض الروايات.

(شامی ج 2 ص 222، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور ظاہر الروایہ اور بعض روایات احادیث جن میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے  
ان میں اور ان روایات میں جن میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، ان دونوں میں  
موافقت اس طرح دی گئی ہے کہ دوسری صورت (کندھوں تک ہاتھ اٹھانا) یہ اس وقت پر محمول  
ہے جب سردیوں کے کپڑے (چادریں وغیرہ) پہنے ہوئے ہوں۔ جیسا کہ طحاوی نے کہا ہے بعض  
روایات سے ماخوذ کر کے۔

وہ حدیث جس کی بنا پر امام طحاوی نے متعارض احادیث میں موافقت کی جسے طحاوی نے  
اپنی سند کے ساتھ شرح معانی الآثار میں روایت کیا۔ ہم وہ روایت ابو داؤد کے حوالے سے نقل

کرتے ہیں۔

عن وائل بن حجر قال رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَيْثُ قَالَ ثُمَّ اتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسٌ وَأَكْسِيَّةٌ.

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو کانوں کی لوتک ہاتھ اٹھاتے، فرماتے ہیں کہ پھر میں حاضر ہوا (یعنی آئندہ سال جیسا کہ طحاوی کی روایت میں ہے) تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھ سینوں تک اٹھاتے ہیں اور ان کے اوپر گرم کپڑے (ٹوپیاں جبے) اور چادریں تھیں۔ یعنی وہ سردی کی وجہ سے اس طرح کے کپڑوں میں ملبوس تھے کہ ان کپڑوں میں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مشکل تھا۔ لہذا وہ ہاتھ سینوں تک ہی اٹھاتے تھے۔

اگرچہ اس روایت میں یہ نہیں کہ وہ کپڑے کے اندر ہی ہاتھ اٹھاتے لیکن طحاوی کی روایت بلکہ خود ابوداؤد کی دوسری روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الشِّتَاءِ فَرَأَيْتُ أَصْحَابَهُ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي ثِيَابِهِمْ فِي الصَّلَاةِ.

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس سردیوں کے موسم میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے صحابہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں کپڑوں کے اندر ہی ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

وائل بن حجر کی روایت بیان کرنے کے بعد امام طحاوی علیہ الرحمۃ، متعارض روایت میں موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فَاخْبَرَ وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ فِي حَدِيثِهِ هَذَا أَنَّ رَفَعَهُمْ إِلَى مَنْ كَبَهُمْ أَمَّا كَانُوا لَانِ أَيْدِيَهُمْ كَانَتْ حِينَئِذٍ فِي ثِيَابِهِمْ وَ أَخْبَرَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَرْفَعُونَ إِذَا كَانَتْ أَيْدِيَهُمْ لَيْسَتْ فِي ثِيَابِهِمْ إِلَى حَزْوِ إِذَا نَهَمَ

فَاعْمَلْنَا رَوَايَتِيهِ كَلْتِيهَا فَجَعَلْنَا الرِّفْعَ إِذَا كَانَتْ الْيَدَانِ فِي  
 الشِّيَابِ لَعَلَّ الْبَرْدَ إِلَى مَنْتَهَى مَا يَسْتَطَاعُ الرِّفْعَ إِلَيْهِ وَهُوَ  
 الْمُنْكَبَانِ وَإِذَا كَانَتْ بَادِيَتَيْنِ رَفَعَهَا إِلَى الْأَذْنَيْنِ كَمَا فَعَلَ ﷺ  
 وَلَمْ يَجْزِ أَنْ يَجْعَلَ حَدِيثَ بِنِ عُمَرَ وَمَا أَشْبَهَهُ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُ رَفْعِ  
 الْيَدَيْنِ إِلَى الْمُنْكَبَيْنِ كَانَ ذَلِكَ وَالْيَدَانِ بَادِيَتَانِ إِذَا كَانَ قَدْ  
 يَجُوزُ أَنْ تَكُونَ كَانَتْ فِي الشِّيَابِ فَيَكُونُ ذَلِكَ مُخَالَفًا لِمَا رَوَى  
 وَائِلُ بْنُ حَجْرٍ فَيَتَضَادُّ الْحَدِيثَانِ وَلَكِنَّا نَحْمِلُهَا عَلَى الْإِتْفَاقِ  
 فَنَجْعَلُ حَدِيثَ بِنِ عُمَرَ عَلَى أَنْ ذَلِكَ كَانَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَيَدَاهُ  
 فِي ثَوْبِهِ عَلَى مَا حَكَاهُ وَائِلُ بْنُ حَدِيثِهِ وَنَجْعَلُ مَا رَوَى وَائِلُ بْنُ  
 رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَهُ فِي غَيْرِ حَالِ الْبَرْدِ مِنْ رَفْعِ يَدَيْهِ إِلَى أَذْنِيهِ  
 فَيَسْتَحِبُّ الْقَوْلَ بِهِ وَتَرَكَ خِلَافَهُ.

(شرح معانی الاثار ج 1 ص 130، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) تو حضرت وائل نے اپنی حدیث میں بتایا کہ وہ (یعنی صحابہ) اپنے ہاتھ کاندھوں تک  
 اس لئے اٹھاتے تھے کہ اس وقت وہ کپڑوں یعنی چادروں میں ہوتے تھے اور یہ بھی بتایا کہ جب  
 ان کے ہاتھ کپڑوں کے اندر نہ ہوتے تو کانوں کے برابر اٹھاتے۔ تو ہم نے ان کی مکمل روایت پر  
 عمل کیا، ہمارے نزدیک جب سردی کی وجہ سے ہاتھ کپڑوں کے اندر ہوتے تو اس وقت جہاں  
 تک ممکن ہوتا اٹھاتے اور وہ کاندھے ہیں (یعنی چادر میں کاندھوں تک ہی اٹھانا ممکن ہوتا ہے)  
 اور جب ہاتھ ظاہر ہوتے تو کانوں تک اٹھاتے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا معمول تھا اور یہ بات جائز نہیں کہ  
 حضرت ابن عمر کی اور اس کی مثل دوسری روایات جن میں کاندھوں تک کا ذکر ہے انہیں ہاتھ کھلے  
 ہونے (یعنی بغیر چادر) کی حالت پر معمول کیا جائے۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ کپڑوں کے اندر ہوں  
 (جیسا کہ وائل کی روایت میں ہے) تو یہ بات وائل بن حجر کی حدیث کے خلاف ہوگی اور یوں  
 احادیث میں تضاد ثابت ہوگا۔ بلکہ ہم اتفاق پر معمول کرتے ہوئے حضرت ابن عمر کی روایت سے وہ  
 حالت مراد لیں گے۔ جب آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کپڑے میں لپٹے ہوتے۔ جیسا کہ وائل نے  
 اپنی حدیث میں بیان کیا اور جو وائل نے کانوں تک اٹھانا روایت کیا ہے۔ وہ سردی نہ ہونے کی

حالت (بغیر چادر) پر محمول ہوگا۔ لہذا یہ قول اختیار کرنا اور اس دوسرے قول کو چھوڑنا (جس میں کسی روایت کو رد کیا جائے) بہتر ہے۔

الغرض احناف نے کانوں تک اور کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی مختلف روایات میں دو طرح سے موافقت و مطابقت کی ہے۔

(1) کانوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایات عام حالت پر محمول ہیں اور عذر کی وجہ سے صحابہ کرام بعض دفعہ کاندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ وائل بن حجر نے صحابہ کو چادروں اور جبوں میں کاندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا، جب کہ خود ان ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ (یہ اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی موید دوسری روایات حوالے کے ساتھ گزر چکی ہیں)۔

(2) کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایات سے مراد ہے انگلیوں کو کانوں کے بالائی حصے اور انگوٹھوں کو کانوں کے لو کے برابر کرنا اور کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایات سے مراد ہاتھوں کے پہنچوں کو کاندھوں کے برابر کرنا ہے۔

اس پوری بحث کو بحر میں بڑی خوبصورتی اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

قولہ: ورفع يديه حذاء اذنيه: لما رويناها ولما رواه الحاکم و صححه عن انس قال راثيت النبي ﷺ كبر فحاذى بابهاميه اذنيه وما ورد في حديث ابن عمر انه صلى الله عليه واله وسلم كان يرفع يديه الى منكبيه محمول على حالة العذر حين كانت عليهم الا كسية والبرانس في زمن الشتاء كما اخبر به وائل بن حجر على ما رواه الطحاوي عنه او المراد بما رويناها رؤوس الاصابع وبالثاني الا كف والارساغ عملاً بالدلائل بالقدر الممكن۔

(بحر الرائق ج 1 ص 532، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانے بوجہ اس کہ جو ہم نے روایت کیا اور اس روایت کی وجہ سے جسے حاکم نے (مستدرک میں) روایت کیا اور صحیح قرار دیا (وہ روایت یہ ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور (ہاتھوں



کو اس طرح اٹھایا کہ) انگوٹھوں کو کانوں کے لو کے برابر کیا اور جو حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے تو وہ حالت عذر پر محمول ہو گا کہ اس وقت ان پر جبے اور چادریں ہوں گی سردیوں کے زمانے میں۔ جیسا کہ وائل بن حجر نے اس کی خبر دی۔ جسے طاوی نے ان سے روایت کیا۔ یا ہماری بیان کی ہوئی روایات جن میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے وہاں ہاتھوں سے مراد انگلیوں کے سرے ہوں گے۔ اور دوسری روایات (جن میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے) ان میں ہاتھوں سے مراد ہتھیلیاں اور پہنچے ہوں گے۔ تاکہ تمام دلائل پر بقدر ممکن عمل ہو جائے۔

جب کہ مشہور محقق حنفی عالم علامہ ابن ہمام کے مطابق کانوں اور کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایات میں تعارض ہے ہی نہیں لہذا کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایات کو چادر میں اوڑھنے کی حالت پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کہ پہنچے اور اس سے متصل ہتھیلیوں کا کچھ حصہ کندھوں کے اور بقیہ حصہ ہتھیلیوں کا انگلیوں سمیت کانوں کے برابر مان لیا جائے۔ جیسا کہ طاوی اور ابوداؤد کی روایت میں تصریح ہے۔

عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه انه ابصر النبي ﷺ حين قام الى الصلوة رفع يديه حتى كانتا بحيال منكبيه و حاذى بايهاميه اذنيه۔

(ترجمہ) حضرت عبد الجبار بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز شروع کر رہے تھے آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہو گئے اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر۔

هكذا قال ابن الهمام و لفظه: ولا معارضة فان محاذاة الشحبتين بالا بهامين تسوغ حكاية محاذاة اليدين بالمنكبين و الاذنين لان طرف الكف مع الرسغ يحاذى المنكب او يقاربه والكف نفسه يحاذى الاذن و اليد تقال على الكف الى اعلاها فالذي نص على محاذاة الا بهامين بالشحبتين وفق في التحقيق

بین الروایتین فوجب اعتباره ثم رأينا رواية ابي داؤد عن وائل صريحة فيه قال انه ابصر النبي ﷺ حين قام الى الصلوة فرفع يديه حتى كانتا بحيال منكبيه و حاذى بأبهاميه اذنيه و هما وفق به حمل مرويه على حالة الاشتغال بالاكسية في الشتاء فان الابط مشغول بحفظها و هو ما ذكره المصنف بقوله على حالة العذر لكن الحق ان لامعارضه كما اسمعتك فلا حاجة الى هذا الحمل ليدفع التعارض.

(فتح القدير ج 1 ص 245، مطبوعه مکتبه رشديه کوئٹہ)

(نوٹ) کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے انگوٹھوں سے کانوں کی لو کو چھولے تاکہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی تحقیق ہو جائے۔

جیسا کہ بحر میں ہے۔

والمراد بالمحاذاة ان يمس بأبهاميه شحمتي اذنيه ليتيقن بمحاذاة يديه باذنيه.

(بحر الرائق ج 1 ص 532، مطبوعه مکتبه رشديه کوئٹہ)

(ترجمہ) کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ انگوٹھوں سے کانوں کے لو کو چھولے تاکہ اس بات کا یقین ہو کہ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

البتہ یہ بطور احتیاط ہے ضروری نہیں۔ اگر کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے لیکن کانوں کو چھوا نہیں تو بھی کوئی حرج و کراہت نہیں۔

كما في الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح: وعلله صاحب النقاية بانه لتحقيق المحاذاة فظهر منه ان المراد بالمس القرب التام لاحقيقة.

(طحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح)

(ص 278، مطبوعه قديمي كتب خانہ كراچی)

(ترجمہ) صاحب نقایہ نے کانوں کو چھونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ یہ محاذات (یعنی ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھانے) کی تحقیق کے لئے ہے تو اس سے ظاہر ہوا کہ چھونے سے مراد قرب تام ہے نہ کہ حقیقتاً چھونا۔

## وقت رفع یدین

تکبیر تحریمہ میں رفع یدین اور اس کی کیفیت کی تفصیل ہم نے بیان کی۔ اب اس بات کی وضاحت باقی ہے کہ اللہ اکبر پہلے کہنا ہے یا ہاتھ پہلے اٹھانے ہیں یا دونوں ایک ساتھ۔ پس اس بارے میں روایات مختلف ہیں اور مندرجہ بالا تینوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔

عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه انه ابصر النبي ﷺ حين قام الى الصلوة رفع يديه حتى كانتا بحيال منكبيه و حاذى بايهاميه اذنيه ثم كبر۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) عبد الجبار بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز شروع کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے، یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہو گئے اور انگوٹھے کانوں کے لو کے برابر، پھر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا۔ مندرجہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھانا، پھر اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

عن عبد الجبار بن وائل حدثني اهل بيتي عن ابي انا حدثهم ان الله راى رسول الله ﷺ يرفع يديه مع التكبير۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) عبد الجبار بن وائل کہتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے بتایا کہ میرے والد وائل بن حجر نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے۔

عن ابي قلابة انه راى مالک بن الحويرث اذا صلى كبر ثم رفع يديه۔

(صحیح مسلم شریف ج 1 ص 168، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) ابو قلابہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مالک بن حویرث کو دیکھا۔ جب وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے تکبیر کہی پھر دونوں ہاتھ اٹھائے۔

اسی روایت میں مالک بن حویرث فرماتے ہیں کہ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ هَكَذَا يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِيَسَارٍ كَمَا يَفْعَلُ الْيَسَارِيُّونَ كَرِهْتُمْ تَحْتَهُ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ پہلے تکبیر کہنا، پھر ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

جب روایات میں اس بارے میں آپ ﷺ کا عمل مبارک مختلف بیان ہوا ہے تو پھر فقہاء کرام کے بھی اس بارے میں مختلف قول ہو گئے۔

علامہ شامی ماتن کے قول و رفع یدیه پر شارح کے قول قبل التکبیر و قبل معہ (یعنی پہلے ہاتھ اٹھائے، پھر اللہ اکبر کہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہاتھ اٹھانے کے ساتھ ہی تکبیر کہے) کے تحت فرماتے ہیں۔

الاول نسبة في المجمع الى ابي حنيفة و محمد ﷺ وفي غاية البيان الى عامة علمائنا و في المبسوط الى اكثر مشائخنا و صحَّحه في الهداية والثاني اختاره في الخانية و التحفة و البدائع و المحيط بان يبدأ بالرفع عند بدائة التکبیر و يختتم به عند ختمه و عزاه البقالي الى اصحابنا جميعاً و رجحه في الحليه و ثمة قول ثالث و هو انه بعد التکبیر و الكل مروى عنه عليه السلام و ما في الهداية اولى كما في البحر و النهر۔

(شامی ج 2 ص 221، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) پہلے قول (یعنی پہلے ہاتھ اٹھانا، پھر تکبیر کہنا) کو مجمع میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی طرف اور غایۃ البیان میں ہمارے تمام علماء کی طرف اور مبسوط میں ہمارے اکثر مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے اور ہدایہ میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دوسرا قول (یعنی تکبیر اور ہاتھ اٹھانا ایک ساتھ) اس قول کو اختیار کیا غانیہ میں اور خلاصہ، تحفہ، بدائع اور محیط میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اس طرح کہ تکبیر اور ہاتھ اٹھانا ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے اور بقالی نے اس قول کو ہمارے تمام اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے اور حلیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور ایک

تیسرا قول بھی ہے کہ پہلے تکبیر کہے، بعد میں ہاتھ اٹھائے اور یہ سب طریقے نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں اور جو ہدایہ میں ہے وہ اولیٰ ہے۔ جیسا کہ بحر میں اور نہر میں ہے۔

اور بحر میں اس مسئلہ کو ایک اور طرح سے حل کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان تینوں طرح کی روایات میں کوئی تعارض نہیں اور تینوں کو ایک ہی طریقے پر محمول کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ روایات میں تین طرح کے الفاظ آئے ہیں۔

(1) رفع یدیه ثم کبر۔ یعنی ہاتھ اٹھائے، پھر تکبیر کہی۔

(2) کبر ثم رفع یدیه۔ یعنی تکبیر کہی، پھر ہاتھ اٹھائے۔

(3) یرفع یدیه مع التکبیر۔ یعنی تکبیر کے ساتھ ہی ہاتھ اٹھاتے۔

اب یہاں پہلی دو روایتوں میں لفظ ثم ہے۔ جس کے معنی ہیں: پھر۔ جیسے اوپر ہم نے ترجمہ کیا۔ ہاتھ اٹھائے، پھر تکبیر کہی اور دوسری روایت کا ترجمہ کیا۔ تکبیر کہی، پھر ہاتھ اٹھائے۔ معلوم ہوا کہ لفظ ثم ترتیب مع التراخی کے لئے آتا ہے بمعنی پھر۔ لیکن کبھی بطور مجاز وَاوَّ لِلْمُقَارَنَةِ کے لئے بھی آتا ہے۔ ترتیب مع التراخی کا مطلب ایک کام کے بعد دوسرا کام کرنا اور مقارنہ کا مطلب دونوں کام ایک ساتھ کرنا تو ثم اگرچہ عموماً ترتیب مع التراخی کے لئے آتا ہے۔ لیکن کبھی وَاوَّ لِلْمُقَارَنَةِ کے معنی میں بھی آتا ہے اور تیسری روایت میں تو ہے ہی لفظ مع جو کہ مقارنہ کے لئے آتا ہے۔

پس تینوں روایتوں کا مطلب ایک ہی ہوگا یعنی تکبیر اور ہاتھ اٹھانا ایک ساتھ کرنا۔

(1) رفع یدیه ثم (معنی وَاوَّ لِلْمُقَارَنَةِ) کبر۔ ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کہی یعنی ہاتھ اٹھانے کے ساتھ تکبیر کہی۔

(2) کبر ثم (معنی وَاوَّ لِلْمُقَارَنَةِ) رفع یدیه۔ تکبیر کہی اور ہاتھ اٹھائے یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائے۔

(3) یرفع یدیه مع التکبیر۔ تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے۔

یہ تاویل کرنا اس لئے مناسب ہے کہ مختلف روایتوں میں تطبیق ہو جائے اور کسی روایت کا ترک لازم نہ آئے۔

فہذا اولیٰ کہا فی البحر۔ وروایۃ انہ کان یرفع یدییہ مع التکبیر  
نص محکم فی المقارنۃ وروایۃ انہ کان یرفع ثم یکبر و عکسہ  
یمجوز ان تكون فیہ ثم بمعنی الواؤ و هو یرصدق علی القران  
کالترتیب فیحمل علی القران جمعاً بین الروایات و انما لم  
یرکس لان المحکم راجح علی المحتمل کذا فی شرح الہنیۃ و  
فیہ بحث لان کلمۃ ثم موضوعۃ للترتیب مع التراخی و  
استعمالها بمعنی الواؤ حجاز فی ظاہرۃ فی معناها کہا ان مع  
ظاہرۃ فی القران و تكون بمعنی بعد حجاز کہا فی قوله تعالیٰ ان  
مع العسر یسراً او کہا فی قوله انت طالق ثنتین مع عتق مولاک  
کہا ذکر وہ فی باب الطلاق فلیست محکمۃ کہا توہمہ  
فالمعارضۃ بین الروایات ثابتۃ فالترجیح بالمعنی المذکور لا  
بما ذکرہ۔

(بحر الرائق ج 1 ص 533، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

الغرض تکبیر اور رفع یدین میں تینوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔ لہذا یہ سب جائز ہیں۔ البتہ  
اختلاف، افضلیت اور اولیت میں ہے کہ کس طریقے کو ترجیح دی جائے۔ ہم نے بحر کے حوالے سے  
ثابت کیا کہ مقارنت اولیٰ ہے اور مقارنہ کی تعریف بحر میں قاضی خان کے حوالے سے یہ کی ہے  
کہ تکبیر اور رفع یدین ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے۔

و فسر قاضی خان المقارنۃ بان تكون بدائتہ عند بدائتہ و  
ختبہ عند ختبہ۔

(بحر الرائق ج 1 ص 532، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

## تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کا طریقہ

رفع یدین کے وقت سنت یہ ہے کہ ہاتھ کھلے ہوں یعنی انگلیاں کھلی ہوں، مٹھی بند نہ ہو اور ان کا  
رخ مع ہتھیلی کے قبلہ کی طرف ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ نَشَرَ  
أَصَابِعَهُ.

(جامع ترمذی ج 1 ص 56، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس روایت کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 27، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو انگلیوں کو کھول دیتے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا إِذَا اسْتَفْتَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيَفْرِجْ يَدَيْهِ وَ  
يَسْتَقْبِلْ بِبَاطِنِهَا الْقِبْلَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَمَامَهُ. (کنز العمال)

اس روایت کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا (اور اس میں فلیفرج یدیه کی جگہ فلیرفع یدیه ہے)۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 27، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھ کھول دے اور ان کے باطن (ہتھیلی) کو قبلہ کی طرف کرے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہے۔

خیال رہے کہ یہاں ہاتھوں کو کھولنے سے مراد یہ نہیں کہ انگلیوں میں کشادگی کرے اور ان کو جدا جدا کرے۔ بلکہ مراد ہے کہ انہیں سیدھا کرے، نہ موڑے، نہ مٹھی بند کرے۔  
در مختار میں سنتوں کے بیان میں ماتن کے قول و نشر الاصابع کے تحت ہے۔

ای تر کہا بحالہا۔

(ترجمہ) اور انگلیوں کو کھولنا یعنی اپنی حالت پر چھوڑنا سنت ہے۔

اسی کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں۔

قَالَ فِي الْحَلِيَّةِ ظَنُّ بَعْضِهِمْ أَنَّهُ ارَادَ بِالنَّشْرِ تَفْرِيجَ الْأَصَابِعِ وَهُوَ

غَلَطٌ بَلْ ارَادَ بِهِ النَّشْرَ عَنِ الطِّيِّ يَعْنِي يَرْفَعُهَا مَنْصُوبَتَيْنِ لَا

مضبوطین حتی تكون الاصاب مع الكف مستقبله للقبلة۔

(شامی جلد 2 ص 208، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) حلیہ میں فرمایا کہ بعض نے سمجھا کہ انگلیوں کو کھولنے سے مراد ان میں کشادگی ہے اور یہ غلط ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ انگلیاں کھلی ہوں، مٹھی بند نہ ہو۔ یعنی انگلیوں کو سیدھا کر کے اٹھائے نہ کہ موڑ کے۔ تاکہ انگلیاں بھی ہتھیلیوں کے ساتھ قبلہ رخ ہو جائیں۔

لہذا انگلیوں میں بتکلف کشادگی کرنا سنت نہیں بلکہ انہیں ان کی حالت پر چھوڑنا سنت ہے اور مندرجہ ذیل روایت میں بھی اس کی تصریح ہے۔

سَعِيدُ بْنُ سَمْعَانَ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا أَبُو هُرَيْرَةَ مَسْجِدَ بِنِي زُرَيْقٍ  
فَقَالَ ثَلَاثُ كَانِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْمَلُ بَيْنَ تَرَكَهُنَّ النَّاسُ كَانِ إِذَا  
قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ هَكَذَا وَأَشَارَ أَبُو عَامِرٍ بِيَدِهِ وَلَمْ يُفَرِّجْ بَيْنَ  
أَصَابِعِهِ وَلَمْ يَضْبُهَا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 27، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) سعید بن سمعان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس مسجد بنی ذریق تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا۔ تین باتیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان پر عمل کرتے تھے اور لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ (ان میں ایک یہ کہ) جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یوں کرتے۔ ابو عامر (روای) نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا کہ انگلیوں میں نہ (بتکلف) کشادگی کی اور نہ ہی ملایا۔ (بلکہ اپنی حالت پر چھوڑا)۔

(نوٹ) تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے وقت سر کو جھکانا جیسا کہ بعض عوام کرتے ہیں ثابت نہیں۔

وَمِنَ السَّنَنِ أَنْ لَا يَطَاطَى رَأْسَهُ عِنْدَ التَّكْبِيرِ كَمَا فِي الْمَبْسُوطِ وَ  
هُوَ بَدْعٌ۔

(بحر الرائق ج 1 ص 528، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور سنت یہ ہے کہ تکبیر کے وقت سر نہ جھکائے۔ جیسا کہ مبسوط میں ہے اور یہ بدعت ہے۔



## قیام

قیام کی تعریف: مکمل قیام یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو اور کم از کم حد یہ ہے کہ اگر ہاتھ پھیلائے یعنی نیچے کی طرف بڑھائے تو گھٹنوں کو نہ پہنچیں۔  
علامہ شامی فرماتے ہیں۔

يشمل التام منه وهو الانتصاب مع الاعتدال وغير التام وهو  
الانحناء القليل بحيث لاتنال يداه ركبتيه.

(شامی ج 2 ص 163، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) قیام شامل ہے دو قسموں کو کامل اور غیر کامل، کامل قیام یہ ہے کہ اعتدال کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو اور غیر کامل قیام یہ ہے کہ تھوڑا سا جھکا ہو۔ لیکن ہاتھ گھٹنوں کو نہ پہنچتے ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## قیام کی فرضیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ۔ (بقرہ آیت 238)

(ترجمہ) اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

المراد بہ القیام فی الصلوٰۃ باجماع المفسرین۔

(بحر الرائق ج 1 ص 509، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اس آیت میں قیام سے مراد نماز کا قیام ہے۔ اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے۔ جو شخص قیام پر قادر ہو۔ اس کے لئے نماز فرض (پانچ وقت کی فرض رکعات) اور واجب یعنی وتر، عیدین کی نماز میں قیام فرض ہے۔ فجر کی سنتیں دوسری سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں۔ لہذا ان میں بھی قیام ضروری ہے۔

وسنة الفجر لا تجوز قاعدًا من غير عذر باجماعهم كما هو رواية الحسن عن ابي حنيفة رحمة الله عليه۔

(شامی ج 2 ص 164، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور فجر کی سنتیں بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔ اس پر علماء کا اجماع ہے۔ جیسا کہ حسن کی روایت ہے ابوحنیفہ سے۔

قیام کی فرضیت اس وقت ہے کہ کھڑے ہونے پر قادر ہو اور اگر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھے۔

جیسا کہ عمران بن حصین کی حدیث میں ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِينٍ قَالَ كَانَتْ بِي بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 150، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بوا سیر کی بیماری تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھو۔

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ قیام فرض ہے اور یہ کہ عذر کی بناء پر بیٹھ کر اور پھر لیٹ کر نماز پڑھی جائے۔ ساتھ ہی معلوم ہوا کہ نماز کتنی اہم عبادت ہے کہ اسے ہر حالت میں پڑھنا ضروری ہے۔ سوائے اس کے کہ آدمی بیماری کی وجہ سے بے ہوش ہو یا شدت مرض کی وجہ سے اشارے سے بھی نہیں پڑھ سکے۔ پھر بھی ٹھیک ہونے پر اس کی قضا ہے۔ اس سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو بغیر کسی عذر کے نماز جھوڑتے ہیں اور پھر اس کی قضا سے بھی غافل ہیں۔

مسئلہ: قیام اس نماز میں فرض ہے جو رکوع و سجود کے ساتھ ادا کی جائے اور اگر کوئی شخص بیماری، کمزوری کی وجہ سے مکمل قیام نہیں کر سکتا تو حکم ہے کہ جتنی دیر بھی کھڑا رہ سکتا ہے، قیام کرے۔ چاہے تکبیر تحریمہ ہی کھڑے ہو کر کہے۔ پھر اگر کھڑا نہیں رہ سکتا تو بیٹھ جائے۔ ہاں اگر اتنی دیر بھی کھڑا نہیں رہ سکتا کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے تو پھر بیٹھ کر ہی نماز شروع کرے۔

مسئلہ: لیکن اگر کوئی شخص کسی بھی عذر کی وجہ سے رکوع اور سجدہ نہیں کر سکتا اور سجدہ کے لئے اشارہ کرتا ہے تو اس کے لئے قیام فرض نہیں۔ چاہے وہ قیام پر قادر ہو۔ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجود اشارے سے کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھے اور رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرے۔

ان المريض لو قدر علی القیام دون الركوع والسجود فانه یخیر  
بین القیام و القعود و ان كان القعود افضل فقد سقط عنه  
القیام مع قدرته علیہ۔

(بحر الرائق ج 1 ص 509، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) مریض اگر قیام پر قادر ہے۔ لیکن رکوع و سجود پر قادر نہیں ہے تو اسے اختیار ہے بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر۔ اگرچہ بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے تو اس صورت میں باوجود قدرت قیام کے قیام ساقط ہے۔

(نوٹ) کرسی پر نماز پڑھنا بھی دراصل اشارے کی نماز ہے۔ یعنی جو شخص رکوع، سجود پر قادر نہیں ہے تو اسے اختیار ہے کہ کھڑے ہو کر اشارے سے نماز پڑھے یا بیٹھ کر۔ پس اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگرچہ یہ ناپسندیدہ ہے، لہذا کوشش کرنی چاہئے کہ اگر بوجہ عذر اشارے سے نماز پڑھنی ہے تو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھے۔ اگر تشہد کی طرح بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو آلتی پالتی مار کر یا پاؤں پھیلا کر پڑھے یا پھر کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ اگرچہ کرسی پر بھی اشارے کی نماز ہو جائے گی۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھے۔ ہاں البتہ بعض لوگوں کو ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ وہ زمین پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں اور زیادہ دیر کھڑے بھی نہیں رہ سکتے۔ ان کے لئے کرسی پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ بھی بناوجہ ٹیک لگانے سے گریز کریں۔

کتاب پر نظر ثانی کرتے وقت اس مقام پر استاد محترم محترم قبلہ آغا جان نے اضافہ فرمایا کہ: اور آج کل بعض لوگوں نے کرسی کے آگے تختی لگائی ہوتی ہے جو بے کار ہے۔ بے شک نہایت ہی اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی بلکہ بعض علماء (تفہیم المسائل ج 3 ص 63) نے تو اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

لان النبی ﷺ عاد مريضاً فراه يصلي على وسادة فاخذها فرمى بها و اخذ عوداً ليصلي عليه فاخذها فرمى به و قال صل على الارض ان استطعت و الا فاوم و اجعل سجودك اخفض من ركوعك. قال في الدر: (ولا يرفع الي وجهه شيئاً يسجد عليه) فانه يكره تحريمًا

(در مختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ المريض)

لیکن اصح وہی ہے جو آغا جان نے فرمایا یعنی کرسی کے ساتھ لگی ہوئی تختی پر سجدہ کرنا لغو و بے کار ضرور ہے لیکن مکروہ تحریمی نہیں بلکہ کراہت اس صورت میں ہوگی کہ دوران نماز تختی وغیرہ کوئی چیز سجدے کے لئے اٹھائی جائے۔ جیسا کہ اسی جگہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے۔

اقول هذا محمول على ما اذا كان يحمل الي وجهه شيئاً يسجد عليه بخلاف ما اذا كان موضوعاً على الارض يدل عليه ما في الذخيرة

حيث نقل عن الاصل اللكراهة في الاول ثم قال فان كانت  
الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلوته  
قد صح ان ام سلمه كانت تسجد على مرفقة موضوعة بين يديها  
لعله كانت بها ولم يمنعها رسول الله ﷺ من ذلك اذ فان مفاد  
هذه المقابلة والاستدلال عدم الكراهة في الموضوع على  
الارض المرتفع ثم راثيت القهستان صرح بذلك.

(رد المحتار على الدر المختار)

(ج 2 ص 685، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پس جب یہ ثابت ہوا کہ زمین پر رکھی ہوئی چیز پر سجدہ مکروہ نہیں اور چوں کہ وہ تختی زمین پر  
رکھی ہوئی کرسی کے ساتھ لگی ہوتی ہے لہذا اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی تو نہیں ہوگا البتہ لغو و بے کار  
ہے کہ اشارے سے نماز پڑھنے والے کے لئے صرف جھکنا کافی ہے۔ بلکہ اس میں ایک قباحت  
اور بھی ہے کہ بعض لوگ اس تختی پر سر رکھنے کو حقیقی سجدہ سمجھتے ہیں اور اس غلط فہمی کی وجہ سے نوافل بلکہ  
سنن مثلاً تراویح وغیرہ بلکہ بعض دفعہ وہ معذور جو صرف قیام نہیں کر سکتے اور رکوع سجود کر سکتے ہیں وہ  
بھی ایسی کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ باقاعدہ رکوع و سجود کے ساتھ بیٹھ کر نماز  
پڑھ رہے ہیں حالانکہ سجدے پر قادر شخص کی نماز اس کرسی پر نہیں ہوگی کیوں کہ اس تختی پر سر رکھنا  
حقیقتاً سجدہ نہیں ہے۔

كما صرح به الشامي ان كان الموضوع مما يصح السجود عليه  
كجحر مثلاً ولم يزد ارتفاعه على قدر لبنة او لبنتين فهو سجود  
حقيقي (الى ان قال) و ان لم يكن الموضوع كذلك يكون  
مومئاً

(رد المحتار على الدر المختار)، (ج 2 ص 686، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پس احوط یہی ہے کہ تختی والی کرسی کا استعمال نہ کیا جائے۔  
یہ تو تھی فرض اور واجب نماز کی تفصیل کہ ان میں قیام ضروری ہے۔ نیز سنت فجر میں بھی قیام  
ضروری ہے اور نفل نمازیں بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن افضل کھڑے ہو کر پڑھنا ہے اور کھڑے

ہو کر پڑھنے والے کے مقابلے میں بیٹھ کر پڑھنے والے کو نصف ثواب ملے گا۔  
نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

من صلی قائمًا فهو افضل و من صلی قاعدًا فله نصف  
اجر القائم۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 150، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) جس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو یہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر پڑھی تو اس کو کھڑے  
ہو کر پڑھنے والے کے مقابلے میں آدھا ثواب ملے گا۔

## نماز میں ہاتھ باندھنا

سنت طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد نمازی اس طرح ہاتھ باندھے کہ دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ  
پر رکھے۔

عن سهل بن سعد قال كان الناس يومرون ان يضع الرجل اليد  
اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلوة وقال ابو جازم لا اعلم  
الا ينمي ذلك الى النبي ﷺ۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 102، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) سهل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ  
کی کلانی پر رکھا جائے۔ ابو جازم (راوی) فرماتے ہیں۔ سهل بن سعد یہ بات رسول اللہ ﷺ کے  
حوالے سے ہی بیان کر رہے تھے۔

عن ابن مسعود انه كان يصلي فوضع يده اليسرى على اليمنى  
فراه النبي ﷺ فوضع يده اليمنى على اليسرى۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 118، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے  
اپنا بائیں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کے دائیں ہاتھ کو بائیں  
پر رکھ دیا۔

## ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے

### دلیل نمبر 1

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَاثِلِ بْنِ مَجْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 390، ادارہ القرآن کراچی)

(ترجمہ) وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔

مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں سے تحت السرة کے الفاظ کو حذف کر دیا گیا ہے۔  
بیہقی میں ہے۔

ان من السنة في الصلوة وضع الكف على الكف تحت السرة.

(سنن الکبریٰ ج 2 ص 31 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

### دلیل نمبر 2

حَجَّاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَجَلَزَةَ أَوْ سَأَلْتُهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حجاج بن حسان فرماتے ہیں۔ میں نے ابو مجلز کو کہتے سنا یا ان سے پوچھا کہ ہاتھ کس طرح رکھے تو انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ناف کے نیچے رکھے۔

### دلیل نمبر 3

عَنْ نُعْمَانَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 31)، (ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) نعمان بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا نماز کی سنت ہے۔

### دلیل نمبر 4

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابراہیم فرماتے ہیں کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

### دلیل نمبر 5

عن ابی جحيفة عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنة فی الصلوة  
وضع الکف علی الکف تحت السرة۔

(سنن دارقطنی ص 192)

(ترجمہ) حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت علی نے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(نوٹ) مشہور غیر مقلد عالم ابن حزم ظاہری کی کتاب المحلی بالآثار سے بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔ الفضل ما شهدت به الاعداء

### دلیل نمبر 6

عن ابی هريرة قال وضع الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة۔

(المحلی بالآثار)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نماز میں ایک ہاتھ (دائیں) کو دوسرے ہاتھ (بائیں) پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

### دلیل نمبر 7

عن انس قال ثلث من اخلاق النبوة تعجيل الافطار و  
تاخير السحور و وضع الید الیمنى علی الید اليسرى فی الصلوة  
تحت السرة۔

(المحلی بالآثار ج 3 ص 30، دارالکتب العلمیہ بیروت)



(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تین باتیں اخلاق نبوت میں سے ہیں۔

- (1) افطار میں جلدی کرنا (وقت افطار شروع ہوتے ہی افطار کرنا)۔
- (2) سحری میں تاخیر کرنا۔ یعنی آخری وقت میں صبح صادق سے پہلے پہلے کرنا۔
- (3) اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

## ہاتھ باندھنے کا طریقہ

اس بارے میں مختلف روایات ہیں بعض میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے۔  
جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 173، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پھر آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

اور بعض روایات میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنے کا ذکر ہے۔  
جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 59، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پکڑتے۔

نیز ابوداؤد کی روایت میں ہے۔

ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ۔ (ابوداؤد ج 1 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) پھر آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا۔

اسی طرح بعض روایات میں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھنے کا ذکر ہے۔

يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابوجلز فرماتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے۔

اور بعض روایات میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے پہنچے اور کلائی پر رکھنے کا ذکر ہے۔

جیسا کہ سنن نسائی شریف میں ہے۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى كِفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغَ وَالسَّاعِدِ.

(سنن نسائی ج 1 ص 141، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پھر آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت اور پہنچے اور کلائی پر رکھا۔

بخاری شریف کی مندرجہ ذیل روایت میں بھی کلائی کا ذکر ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ نَاسٌ يُؤَمَّرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَمْنَى ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

(صحیح بخاری ج 1 ص 102، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے، ابو حازم نے کہا کہ سہل نے اس قول کو نبی ﷺ کی طرف ہی منسوب کیا ہے۔

ہمارے علماء کرام نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان تمام روایات پر عمل کیا۔ اس طرح کہ دایاں ہاتھ کی ہتھیلی کی گدی بائیں ہاتھ کی کلائی کے سرے پر ہو اور پہنچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلی کلائی کے اگل بغل ہوں۔

درمختار مع تویر الابصار میں ہے۔

(و وضع) الرجل (یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ اخذا رسغها  
بمخصرہ و ابہامہ) هو المختار۔

(ترجمہ) اور مرد، دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کے پہنچے کو دایاں ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھے سے پکڑے۔

اس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ای یخلق الخنصر و الإبهام علی الرسغ و یبسط الاصابع الثلاث۔

(ترجمہ) یعنی دایاں ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھے سے بائیں پہنچے پر حلقہ بنائے اور دایاں ہاتھ کی (بقیہ) تین انگلیاں (بائیں کلائی پر) پھیلائے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

و هذا استحسنه كثير من المشائخ ليكون جامعاً بين الاخذ  
والوضع البرويين في الاحاديث وعملاً بالمذهب احتياطاً.

(ثامی ج 2 ص 228، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور اس طریقے کو بکثرت مشائخ نے متحسناً قرار دیا کہ اس طرح ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنے اور  
ہاتھ سے ہاتھ کو پکڑنے والی تمام روایات پر ایک ساتھ عمل ہو جائے گا اور مذہب احتیاط پر عمل ہو  
گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان فقہاء پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے۔ کس طرح انہوں نے پیارے  
محبوب ﷺ کے عمل مبارک کے متعلق تمام تر مختلف روایات کو مد نظر رکھ کر ہمیں ان کا خلاصہ بتا دیا  
اور ایسا طریقہ بتا دیا کہ تمام روایات پر بیک وقت عمل ہو جائے۔

(فجزاهم اللہ خیر الجزاء)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## نماز میں نظر کہاں ہو

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أَنَسُ اجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ.

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 284، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے انس اپنی نظر سجدہ کی جگہ رکھو۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ الْخَوْلَانِي قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَلَابَةَ الْجَرْمِي يَقُولُ حَدَّثَنِي عَشْرَةٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي قِيَامِهِ وَرُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ بِنَحْوِ مَنْ صَلَاةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يَعْنِي عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سُلَيْمَانُ فَرَمَقْتُ عُمَرَ فِي صَلَاتِهِ فَكَانَ بَصْرُهُ إِلَى مَوْضِعِ سُجُودِهِ.

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 283، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) سلیمان بن داؤد خولانی کہتے ہیں۔ میں نے ابو قلابہ جرمی سے سنا۔ وہ فرما رہے تھے۔ مجھے دس صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں بتایا۔ آپ ﷺ قیام، رکوع، سجود ایسے کرتے تھے جیسے امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کرتے ہیں۔ سلیمان کہتے ہیں کہ پس میں نے عمر بن عبدالعزیز کو غور سے دیکھا تو نماز پڑھتے ہوئے ان کی نظر سجدے کی جگہ تھی۔

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ سَيْرِينَ يُحِبُّ أَنْ لَا يُجَاوِزَ بَصْرُهُ مُصَلًّا.

(سنن الکبریٰ ج 2 ص 283، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) محمد بن سیرین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ان کی نظر جائے نماز سے آگے نہ بڑھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## نماز میں ادھر ادھر یا اوپر دیکھنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى رَفَعَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ  
فَنَزَلَتْ: الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (سورہ مؤمنون آیت 2) فَطَأْطَأَ  
رَأْسَهُ.

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 283، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلے نماز پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ مومن نماز میں خشوع یعنی جھکے ہوتے ہیں تو پھر آپ ﷺ نے سر مبارک جھکا لیا۔

یعنی پہلے نماز میں ادھر ادھر یا اوپر دیکھنا جائز تھا جس طرح بات چیت بھی پہلے جائز تھی۔ اس آیت کے بعد آپ ﷺ نے ادھر ادھر دیکھنے اور اوپر دیکھنے سے منع فرما دیا۔

قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا بَالُ  
أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ فَأَشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي  
ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَيَنْتَهِنَنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخَطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ.

(صحیح بخاری ج 1 ص 104، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس میں سختی کی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی بصارت چھین لی جائے گی۔

سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَزَالُ  
اللَّهُ جَلَّ ثَنَاءَهُ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَإِذَا  
التَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ.

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 281، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب بندہ نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ مسلسل اس کی طرف اپنی رحمت سے توجہ کئے ہوتا ہے تو جب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ اپنی رحمت کی توجہ اس سے ہٹا دیتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ فِي صَلَاةٍ أَقْبَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَإِذَا انْتَفَتَ قَالَ يَا ابْنَ آدَمَ إِلَى مَنْ تَلْتَفِتُ إِلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَكَ مِنِّْي أَقْبَلَ إِلَى الْفَائِذِ الْثَانِيَةِ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ فَإِذَا انْتَفَتَ الثَّلَاثَةَ صَرَفَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ عَنْهُ

(مجمع الزوائد ج 2 ص 83 موسسة المعارف بيروت)

(ترجمہ) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب آدمی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو جب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ابن آدم کس طرف متوجہ ہو رہے ہو۔ کیا وہ تیرے لئے مجھ سے بہتر ہے۔ میری طرف متوجہ ہو جا۔ پھر اگر وہ دوبارہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتا ہے۔ پھر جب وہ تیسری دفعہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ اس سے اپنی رحمت کی نظر پھیر لیتا ہے۔

در اصل نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ بندہ اس میں اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کرتا ہے کہ نماز کے افعال کے علاوہ کوئی فعل نہیں کر سکتا ہے۔ جب آدمی تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہوتا ہے تو سب جائز کام کھانا، پینا، کلام وغیرہ اس کے لئے ناجائز ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے اپنے دائیں بائیں ساتھیوں سے بات چیت نہیں کر سکتا ہے۔ یہی نماز کا حسن ہے، یہی نماز کی دوسری عبادات سے وجہ امتیاز و تخصیص ہے۔ اس لئے کہ نمازی نماز میں اللہ سے باتیں کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

ان احدكم اذا قام في الصلوة فانما يناجي ربه

(مشکوٰۃ المصابیح ص 71، مطبوعہ قدیمی مکتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) تم میں سے کوئی جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ جب میں اللہ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں تو میں نماز پڑھتا ہوں اور

جب میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ سے باتیں کرے تو میں قرآن پڑھتا ہوں۔ کیوں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں انسان سے مخاطب ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ

إِنَّ الْمُصَلِّيَّ يُنَاجِي رَبَّهُ فَلْيَنْظُرْ مَا يُنَاجِيهِ بِهِ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص 81، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) بے شک نمازی نماز میں اللہ سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ غور کرے کہ اس سے کیا مناجات کرتا ہے۔ اسی طرح بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت میں بھی ہے۔ یعنی حدیث جبریل جس میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

ان تعبد الله كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك۔

(ترجمہ) احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو تو اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو (اس طرح عبادت کرو جیسے) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت علی سے کسی نے پوچھا۔ کیا تم نے اللہ کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس رب کی عبادت کرتا ہی نہیں جسے میں نہ دیکھوں۔ (تفسیر روح البیان) یہی وجہ تھی کہ حضرت علی یاد دیگر صحابہ جب نماز پڑھتے تو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے تھے اور ایک ہماری نماز ہے کہ ہمیں دنیا جہاں کے کام اور باتیں نماز ہی میں یاد آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کامل بندوں کی طرح کامل نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں لذت عبادت سے آشنا فرمائے۔

(نوٹ) اللہ کو دیکھنے سے مراد قلبی طور پر دیکھنا ہے۔ یعنی تصور میں اللہ کی یاد میں اس طرح ڈوب جائیں جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہوں۔

نماز میں بندہ اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کرتا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی آنکھیں جھکی رکھے۔ اگر وہ حالت قیام میں ہے تو جھکی نظر کا مطلب سجدہ گاہ کو دیکھنا ہے، اگر رکوع میں ہے تو جھکی نظر کا مطلب ہے کہ اپنے نیچے یعنی قدموں میں دیکھے اور سجدے میں جھکی نظر، ناک کے کنارے پر نظر رکھنے سے ہوگی اور قعدہ میں جھکی نظر گود میں دیکھنے سے ہوگی اور دائیں سلام میں دائیں کندھے اور بائیں سلام میں بائیں کندھے پر نظر کرنے کی صورت میں نظریں جھکی ہوں گی۔

تویر الابصار میں ہے۔

نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ و الی ظہر قدمیہ حال رکوعہ  
و الی ارنبۃ انفہ حال سجودہ و الی حجرہ حال قعودہ و الی منکبہ  
الایمن و الایسر عند التسلیبۃ الاولی و الثانیۃ۔

(در مختار مع رد المحتار ج 2 ص 214، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

## نماز میں آنکھیں بند کرنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ  
أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلَا يُغْبِضُ عَيْنَيْهِ۔

(مجمع الزوائد ج 2 ص 86، موسسة المعارف بيروت)

(ترجمہ) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں  
سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ يُكْرَهُ أَنْ يُغْبِضَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ فِي الصَّلَاةِ كَمَا  
يُغْبِضُ الْيَهُودُ۔

(مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 271، المکتبۃ الاسلامی)

(ترجمہ) مجاہد فرماتے ہیں کہ نماز میں یہودیوں کی طرح آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے۔  
اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں آنکھیں کھلی ہونا سنت اور اس کا ترک یعنی آنکھیں بند کرنا مکروہ  
ہے۔

لیکن اگر کسی شخص کو آنکھیں کھلی ہونے کی وجہ سے خشوع، خضوع حاصل نہیں ہوتا اور اس کی توجہ  
ادھر ادھر ہو جاتی ہے تو حصول خشوع و خضوع کے لئے آنکھیں بند کر سکتا ہے۔

عَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ كَانَ يُؤَمَّرُ إِذَا كَانَ يَكْثُرُ اللَّتْفَاتُ فِي الصَّلَاةِ  
فَلْيُغْبِضْ عَيْنَيْهِ۔

(ترجمہ) حضرت ابن سیرین علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص زیادہ التفات کرتا تو حکم دیا جاتا  
کہ آنکھیں بند کرے۔

فان قلت اذا غمض عينيه في الصلوة ما حكه قلت قال



الطحاوی کرهه اصحابنا و قال مالک لا بأس به فی الفریضة  
والنافلة و قال النووی والبختار انه لا یکره اذا لم یخف ضرراً  
لانه یجمع الخشوع و یمنع من ارسال البصر و تفریق الذهن  
وروی عن ابن عباس کان النبی ﷺ لم ینظر الا موضع سجوده۔

(عمدة القاری ج 5 ص 453، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

### ثناء

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کے سجدے کی جگہ نظر کرتے ہوئے ثناء پڑھے۔

عن ابی سعید ان النبی ﷺ کان اذا افتتح الصلوة قال سبحانک  
اللهم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک و لا اله غیرک۔

(سنن نسائی ج 1 ص 143، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو  
یوں پڑھتے۔ سبحانک اللهم... الخ

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا استفتح  
الصلوة قال سبحانک اللهم... الخ

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 121، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ورواہ الحاکم و قال هذا حدیث صحیح الاسناد علی شرط الشیخین)

(ولم یخرجاہ المستدرک ج 1 ص 319، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یہ  
پڑھتے۔

سبحانک اللهم... الخ

## تعوذ

قال الله تعالى: فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم.

(النحل آیت 98 پارہ 20)

(ترجمہ) پس جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پنا مانگو شیطان مردود سے یعنی اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم پڑھو۔

ثناء کے بعد منفرد اور امام اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم پڑھیں گے۔ چوں کہ مقتدی کو قرأت نہیں کرنی (جس کی تفصیل آگے آئے گی)۔ لہذا وہ تعوذ و تسمیہ بھی نہیں پڑھے گا۔ کیوں کہ یہ قرأت کے لئے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری أن رسول الله ﷺ كان يقول قبل القراءة اعوذ بالله من الشيطان الرجيم.

(مصنف عبد الرزاق ج 1 ص 86، المكتبة الاسلامی)

(ترجمہ) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآء سے قبل تعوذ پڑھتے تھے۔

تعوذ اور تسمیہ دونوں قرأت سے پہلے پڑھنا مسنون ہے اس طرح کہ ثناء کے بعد تعوذ، پھر تسمیہ، پھر قرأت۔

عن الاسود قال سمعت عمر افتتح الصلوة و كبر فقال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك ثم تعوذ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) اسود فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز شروع کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے ثناء پڑھی، پھر اعوذ باللہ الخ پڑھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

## تسمیہ

تعوذ کے بعد قرأت سے پہلے تسمیہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے۔

(1) عَنْ نَعِيمِ بْنِ الْبَجَرِ قَالَ صَلَّى وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ

فَقَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ -

(سنن نسائی ج 1 ص 144، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت نعیم الجمر فرماتے ہیں۔ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔

(نوٹ) ثناء اور تعوذ کی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ امام کے لئے

بھی اور منفرد کے لئے بھی۔ جہری میں بھی، سری میں بھی۔

(2) عَنْ أَنَسِ قَالَ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ -

(سنن نسائی ج 1 ص 144، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر اور

عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی۔ میں نے ان میں کسی ایک سے بھی جہری بسم اللہ الرحمن

الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(3) عَنْ أَنَسِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ

كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ -

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 122، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی

اللہ عنہم قرأت الحمد لله رب العالمين سے شروع کرتے تھے۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ تسمیہ آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ بسم اللہ پڑھی

ہی نہ جائے۔ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے۔

(4) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

كَانَ يُسِرُّ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ۝

(مجمع الزوائد ج 2 ص 111، موسسة المعارف بيروت)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھتے تھے۔

(5) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ

وَعُمَرُ كَانُوا يُسِرُّونَ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

(مخادی ج 1 ص 134، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھتے تھے۔

## فاتحہ کے بعد سورۃ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا

فاتحہ سے قبل بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا سنت ہے۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ کیوں کہ احادیث و آثار میں اس کی تصریح ہے۔ لیکن فاتحہ کے بعد اور سورۃ پڑھنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا کیا حکم ہے۔ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ لہذا اس میں علماء کا بھی اختلاف ہے۔ لیکن اختلاف سنیت میں ہے نہ کہ جواز میں۔ کیوں کہ تمام علماء کے نزدیک پڑھنا جائز ہے۔ لہذا پڑھ لینا بہتر ہے۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا قَرَأَ الرَّجُلُ فِي صَلَوَتِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَجْزَأُكَ ذَلِكَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 450، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابراہیم کہتے ہیں جب آدمی نماز میں ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے تو اس کے لئے کافی ہے۔

عَنْ ابْنِ سَيْرِينَ إِذَا تَعَوَّذَ مَرَّةً وَقَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## أَجْزَأُكَ لِبَقِيَّةِ صَلَوَتِهِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 450، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) امام ابن سیرین فرماتے ہیں جو ایک مرتبہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے تو یہ بقیہ نماز کے لئے کافی ہے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّهُ كَانَ لَا يَدْعُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَبْلَ السُّورَةِ وَبَعْدَهَا إِذَا قَرَأَ بِسُورَةٍ أُخْرَى فِي الصَّلَاةِ.

(شرح معانی الآثار ج 1 ص 132، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں چھوڑتے تھے۔ سورہ سے پہلے بھی اور سورہ کے بعد بھی۔ جب دوسری سورہ پڑھتے تب بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا نہیں ترک کرتے تھے۔

الغرض اس میں روایات مختلف ہیں۔ لیکن تسمیہ پڑھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں، اختلاف صرف مسنون ہونے میں ہے۔ مندرجہ بالا روایات میں بھی تسمیہ قبل السورہ کو ناجائز نہیں کہا گیا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ پڑھ لے تو بقیہ نماز کے لئے کافی ہے۔ نہ پڑھی تو حرج نہیں۔ ترک سنت نہیں۔

اور عبداللہ ابن عمر کی روایت بیان جواز کے لئے ہے۔ یعنی پڑھ لے تو جائز بلکہ بہتر ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار مع تئیر الابصار میں ہے۔

(لا) تسن (بین الفاتحة و السورة مطلقاً) ولو سرية ولا تكره اتفاقاً.

(ترجمہ) سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ چاہے سری نماز ہو اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ مکروہ بھی نہیں ہے۔ اس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بانه ان سمي بين الفاتحة والسورة المقرؤة سرًا او جهراً كان حسناً عند ابى حنيفة ورجحه

المحقق ابن الہمام و تلبیذہ الحلبي لشبهة الاختلاف في كونها  
آية من كل سورة۔

(ثامی ج 2 ص 235، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور اسی لئے ذخیرہ اور مجتبیٰ میں صراحت کی ہے کہ اگر کوئی فاتحہ اور دوسری سورۃ کے درمیان تسمیہ پڑھ لے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اچھا ہے۔ چاہے نماز سری ہو یا جہری۔ امام محقق ابن ہمام اور ان کے شاگرد جلی نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے۔ بوجہ شبہ اختلاف کے کہ کیا تسمیہ ہر سورہ کی آیت ہے یا نہیں۔

اور اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ فرماتے ہیں۔

ہمارے علماء محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کتب معتمدہ میں روشن تصریحیں فرما رہے ہیں کہ ابتدائے سورت پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی مطلقاً مستحب و مستحسن ہے۔ خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ۔ اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں۔ بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اسے خوب و بہتر جانتے ہیں۔ اختلاف صرف سنیت میں ہے کہ جس طرح سیر فاتحہ پر بسم اللہ شریف بلاشبہ سنت ہے۔ یونہی سیر سورت پر بھی سنت ہے یا مستحب۔

(فتاویٰ رضویہ ج 6 ص 162، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## قرأت کی تعریف

نماز کے فرائض میں ایک فرض قرأت ہے۔ پہلے ہم اس کی تعریف بیان کریں گے اور پھر احکام و مسائل۔

قرأت کی دو قسمیں ہیں۔ سری اور جہری۔

ہدایہ میں ہے۔

ثم المخافتة ان يسبح نفسه و الجهر ان يسبح غيره و هذا عند الفقيه ابى جعفر الهندوانى لان مجرد حركة اللسان لا يسبى قراءة بدون الصوت و قال الكرخى ادنى الجهر ان يسبح نفسه و ادنى المخافتة تصحيح الحروف لان القراءة فعل اللسان دون الصباخ۔

(ہدایہ ج 1 ص 117، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(ترجمہ) پھر اخفاء یعنی (آہستہ) پڑھنا یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے (اگر کوئی رکاوٹ یعنی شور یا ثقل سماعت نہ ہو) اور جہریہ ہے کہ دوسرے کو سنائے اور یہ تعریف فقیر ابو جعفر ہندوانی کے نزدیک ہے۔ کیوں کہ بغیر آواز کے محض زبان کی حرکت قرأت نہیں کہلاتی اور امام کرخی نے کہا کہ جہر کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے اور اخفاء کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ حروف کی تصحیح (تلفظ) کرے۔ کیوں کہ قرأت تو زبان کا فعل ہے نہ کہ کان کا۔

فتویٰ پہلے قول پر ہے یعنی سری قرأت کے لئے بھی ضروری ہے کہ اتنی آواز میں ہو کہ اگر ثقل سماعت یا شور و غل نہ ہو تو خود کو آواز سنائی دے۔

جیسا کہ شامی میں ہے۔

ان ادنى المخافتة اسماع نفسه او من بقر به من رجل او رجلين مثلاً و اعلاها مجرد تصحيح الحروف كما هو مذهب الكرخى ولا

تعتبر هنا في الاصح و ادنى الجهر اسماع غيره ممن ليس بقربه  
كاهل صف الاول و اعلاه لا حمله فافهم و اغنم تحرير  
هذا المقام فقد اضطرب فيه كثير من الافهام۔

(ثامی ج 2 ص 309، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اخفاء کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ خود کو یا ساتھ والے ایک دو آدمیوں کو بھی سنائے اور کم ترین  
اخفاء یہ ہے کہ صرف حروف کا تلفظ ہو۔ جیسا کہ کرنی کا مؤقف ہے۔ لیکن صحیح قول کے مطابق اس  
قرأت کا اعتبار نہیں ہوگا اور جہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ساتھ والے کے علاوہ دوسروں کو بھی سنائی  
دے۔ مثلاً پہلی صف والوں کو۔ جہر کی زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ تو خوب سمجھ لو اور اس تحریر کو  
غنیمت جانو کہ بہت سے اذہان اس بارے میں اضطراب کا شکار ہو گئے ہیں۔

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرأت میں صرف تلفظ کرتے ہیں اور اتنی آواز بھی  
نہیں نکالتے کہ اگر کوئی رکاوٹ (ثقل سماعت شور و غل) نہ ہو تو خود کو سنائی دے تو صحیح قول کے  
مطابق ان کی نماز بھی نہیں ہوتی۔ لیکن جو لوگ تلفظ ہی نہیں کرتے، صرف دل ہی دل میں پڑھتے  
ہیں۔ وہ شرعاً پڑھنا (قرأت) ہے ہی نہیں۔ لہذا تمام علماء کے نزدیک ان کی نماز نہیں ہوگی۔  
ہمارے عرف میں کسی کتاب یا اخبار کی عبارت کو دیکھنا اور اس کے مفہوم کو سمجھنا، پڑھنا کہلاتا ہے۔  
چاہے تلفظ بالکل نہ کرے۔ جیسا کہ اکثر لوگ کسی کتاب اخبار وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہوئے زبان سے  
بالکل تلفظ نہیں کرتے۔ ان کے ہونٹ بھی نہیں ہلتے۔ لیکن شرعاً بغیر تلفظ اور تصحیح حروف کے پڑھنا  
غیر معتبر ہے۔

اس حوالے سے امام بیہقی نے اپنی سنن میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے۔

(باب لا تجزئہ قرأتہ فی نفسہ اذا لم یناطق بہ لسانہ)

(باب جائز نہیں ہے اپنے دل میں قرأت کرنا بغیر زبان سے تلفظ کے)

اور پھر اس باب میں حضرت خباب کی یہ روایت لائے ہیں۔

عن ابی معمر عبد اللہ بن سخبزہ قال سئلت خباب اکان رسول

اللہ ﷺ یقرء فی الاولیٰ والعصر قال نعم قال قلنا بای شیء کنتم



تعرفون ذاك قال باضطراب لحيته۔

(ترجمہ) ابو عمر عبد اللہ بن مخبرہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ ہم نے پوچھا تمہیں کیسے پتہ چلتا تھا۔ فرمایا آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔  
امام بیہقی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وفيه دليل على انه لا بد من ان يحرك لسانه بالقراءة۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 54، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) اور اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ قرأت میں زبان ہلانا ضروری ہے۔

اس روایت کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 105، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سری قرأت میں بھی (یعنی ظہر عصر میں) تلفظ کرتے تھے اور صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی داڑھی مبارک ہلتی ہوئی نظر آتی تھی۔

بلکہ بخاری کی ایک اور روایت کے مطابق کبھی کبھی کوئی آیت سنائی بھی دیتی تھی۔

عن عبدالله بن ابي قتادة عن ابيه قال كان النبي ﷺ يقرأ في  
الركعتين من الظهر و العصر بفاتحة الكتاب و سورة سورة و  
يسبعا الآية احيانا۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 105، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک سورہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں بھی کوئی آیت سنائی دیتی۔

معلوم ہوا کہ سری نماز میں بھی صرف تلفظ کافی نہیں بلکہ اتنی آواز میں پڑھنا ضروری ہے کہ اگر نقل سماعت اور شور و غل نہ ہو تو خود کو سنائی دے اور اگر قریب والے ایک دو آدمیوں کو بھی کوئی ایک آدھ آیت سنائی دے تو بھی یہ سری ہی ہے۔

جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ولذا قال في الخلاصة والخانية عن الجامع الصغير ان الامام اذا  
قرأ في صلوة المخافتة بحيث سمع رجل او رجلان لا يكون جهراً  
والجهر ان يسمع الكل اي كل صف الا اول لا كل المصلين۔

(ثامی ج 2 ص 308، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور اسی لئے خلاصہ اور خانیہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ اگر امام نے سری نماز  
میں اتنی آواز میں پڑھا کہ ایک دو آدمیوں کو سنائی دیا تو یہ جہر نہیں ہے (بلکہ سری ہی ہے) اور جہر  
یہ ہے کہ سب سنیں۔ یعنی پہلی صف کے سب نمازی نہ کہ پوری مسجد کے سب نمازی (یعنی امام کا جہر  
میں بھی اتنی آواز ضروری نہیں کہ سارے نمازی آخری صفوں تک سب سن لیں کہ یہ مشکل بلکہ بعض  
دفعہ بڑی مسجد، عید گاہ وغیرہ میں ناممکن ہوتا ہے۔ بلکہ اتنا کافی ہے کہ پہلی صف والوں کو سنائی  
دے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## فرض قرأت

### فرضیت کے دلائل

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

### دلیل نمبر 1

فَاقْرَأُوا مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(سورۃ مزمل آیت 20)

(ترجمہ) قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو، اتنا پڑھو۔

### دلیل نمبر 2

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی  
فسلم علی النبی ﷺ فرد وقال ارجع فصل فانک لم تصل فرجع  
فصلی کہا صلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فقال ارجع فصل  
فانک لم تصل ثلاثا وقال والذي بعثک بالحق ما احسن غیره  
فعلینی فقال اذا قمت الی الصلوۃ فکبر ثم اقرأ ما تيسر معک  
من القرآن۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 105، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر ایک شخص داخل ہوا۔ پس اس نے نماز پڑھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ سو وہ لوٹ گیا۔ پھر اس نے اسی طرح نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوٹ جاؤ، نماز پڑھو کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ ایسا تین مرتبہ ہوا۔ پھر اس شخص نے کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس سے بہتر طریقے سے نماز نہیں

پڑھ سکتا۔ آپ ﷺ مجھے سکھائیں۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔ پھر جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو، اتنا قرآن پڑھو۔

### دلیل نمبر 3

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا صلوة الا بقراءة۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 170، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بغیر قرأت کے نماز نہیں ہوتی۔

### دلیل نمبر 4

عن رفاعۃ بن رافع ان النبی ﷺ قال لرجل اذا استقبلت القبلة فکبر و اقرأ بما شئت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 275، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا کہ جب تم قبلہ کی طرف منہ کرو تو اللہ اکبر کہو اور جو چاہو قرآن پڑھو۔

مندرجہ بالا آیت اور احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت فرض ہے اور اس کے ترک سے نماز نہیں ہوگی۔ نیز جوں کہ آیت مبارکہ میں کسی سورۃ کی تخصیص نہیں ہے لہذا مطلقاً قرأت فرض ہے چاہے ایک ہی آیت ہو کیوں کہ ایک آیت کا پڑھنا بھی قرآن کا پڑھنا ہے اور اس سے اس آیت کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ ایک آیت سے کم ہو تو یہ حکماً قرأت نہیں (اگرچہ حقیقتاً ہے)۔ کیوں کہ احکام شرع میں اعتبار قرأت کم از کم ایک آیت کا ہوتا ہے۔ اس سے کم پر قرأت کا اطلاق حکماً نہیں ہوتا مثلاً حائضہ وغیرہ کے لئے۔ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور فرض کے علاوہ دوسری نمازوں کی ہر رکعت میں قرأت فرض ہے۔

مطلقاً قرأت فرض ہے اور سورۃ فاتحہ واجب ہے۔ سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ ملانا بھی واجب ہے۔ یعنی دوسری سورۃ ملائے یا تین چھوٹی آیت یا دو یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو۔

تفصیل اور دلائل ترتیب وار ملاحظہ فرمائیں۔

## قرآت فاتحہ

سورۃ فاتحہ واجب ہے۔ اس کے بغیر نماز نامکمل ہوگی۔ یعنی فرض ساقط ہو جائے گا۔ لیکن ترک واجب کی وجہ سے نماز ناقص ہوگی۔ پھر اگر بھول سے فاتحہ چھوڑی ہے تو سجدہ سہو واجب ہے اور جان بوجھ کر چھوڑی ہے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ بعض علماء (غیر حنفیہ) کے نزدیک فاتحہ فرض ہے اور وہ مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ لا صلوة لمن لم يقرئ بام القرآن۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 169، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہے۔ احناف فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَاقْرَأْ أَوْ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(سورہ مزمل آیت 20)

(ترجمہ) یعنی قرآن مجید میں سے جو آسانی پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ اس آیت کی رو سے مطلق قرآت فرض ہے۔ نہ کہ تخصیص کے ساتھ فاتحہ۔ اور اس خبر واحد کی وجہ سے کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں ہے لہذا مطلقاً قرآت فرض ہے۔ درجہ ذیل حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

عن رفاعہ بن رافع ان النبی ﷺ قال لرجل اذا استقبلت القبلة فکبر و اقرأ بما شئت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 275، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا۔ جب تم قبلہ کی طرف منہ کرو (نماز کے لئے) تو تکبیر کہو اور قرآن میں سے جو چاہو پڑھو۔

معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ فرض نہیں ہے اور فرضیت فاتحہ کی دلیل کے طور پر جو حدیث ذکر کی گئی یعنی جس نے فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہے۔ اس کے متعلق احناف کا موقف ہے کہ اس حدیث پر اس طرح عمل کیا جائے کہ کتاب اللہ کا مطلق اپنے اطلاق پر رہے اور حدیث پر بھی عمل ہو۔ وہ اس طرح کہ کتاب اللہ کی رو سے مطلقاً قرأت فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز ہوگی ہی نہیں اور اس خبر واحد کے ذریعے فاتحہ واجب ہوگی، تا کہ کتاب اللہ پر بھی علی اطلاقاً عمل ہو اور حدیث پر بھی۔ نیز اس حدیث میں لفظ (لا) آیا ہے۔ (لا صلوة... الخ) جس کے معنی ہیں (نہیں)۔ یعنی جس نے فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہے۔ جس کا مطلب بعض نے یہ سمجھا کہ نماز ہوئی ہی نہیں۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ لفظ (لا) نفی کے لئے ضرور ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر جگہ نفی صحت کے لئے ہی ہو۔ بلکہ بعض دفعہ (حرف لا) نفی فضیلت اور نفی کمال کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے حدیث لا صلوة لجار المسجد الا فی المسجد یعنی مسجد کے پڑوس والے کی نماز مسجد کے بغیر نہیں ہوتی اور جیسے لا وضوء لمن لم یسم یعنی جس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھی، اس کا وضو نہیں ہے وغیرہ۔ تو جس طرح ان احادیث میں لا، نفی فضیلت، نفی کمال کے لئے آیا ہے اسی طرح زیر بحث حدیث (لا صلوة... الخ) یعنی جس نے فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ میں بھی لا، نفی کمال کے لئے ہے نہ کہ اصل صحت کی نفی کے لئے۔ یعنی اس شخص کی نماز ناقص وغیر کامل ہے۔ جس نے فاتحہ نہیں پڑھی۔

مندرجہ ذیل حدیث بھی احناف کے موقف پر واضح دلیل ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال من صلی صلوة لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلاثا غیر تمام۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 169، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابن ماجہ ص 60، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 369، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 126، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز ناقص ہے۔ یہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا اور فرمایا کہ وہ نامکمل ہے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ فاتحہ کے بغیر نماز ہوتی ہے لیکن نامکمل۔ اگر بھول کر چھوڑی تو سجدہ سہو سے نماز کامل کرے۔ جان بوجھ کر چھوڑی تو اعادہ کر کے کامل پڑھے۔

## آمین کہنا

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال احدکم آمین و قالت الملائکۃ فی السماء آمین فوافقت احدہما الاخری غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 108، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں تو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی تو اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 108، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو آمین کہو کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے۔ اس کے گزشتہ گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

منفرد اور مقتدی کے لئے بالاتفاق آمین کہنا سنت ہے اور امام کے متعلق اگرچہ اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بھی کہے۔ یہی جمہور علماء کا موقف ہے اور بعض احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قال الامام غیر البغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین فان البلائکۃ تقول آمین وان الامام یقول آمین فمن وافق تأمینہ، تأمین البلائکۃ غفر له ما تقدم من ذنبہ۔

(سنن نسائی ج 1 ص 147، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب امام غیر البغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے تو جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہو جائے اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

## آمین آہستہ کہنا سنت ہے

احناف کے نزدیک آمین آہستہ کہنا سنت ہے۔ دلائل یہ ہیں۔  
دلیل نمبر 1

عن علقمة بن وائل عن ابیہ ان النبی ﷺ قرأ غیر البغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بها صوتہ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 57، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(جامع ترمذی ج 1 ص 59، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے غیر البغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا۔ پس آمین کہی اور آواز پست کی (یعنی آہستہ آمین کہی)۔

## دلیل نمبر 2

عن ابراہیم قال اربع یخفیہن الامام بسم اللہ الرحمن الرحیم والاستعاذۃ و آمین و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ قال ربنا لك الحمد۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 87، المکتب الاسلامی)



(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں۔ چار چیزیں امام آہستہ کہے گا۔

(1) اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (2) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ (3) اٰمِيْنَ (4) اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لك الحمد کہے گا۔

### دلیل نمبر 3

عن ابى وائل قال قال كان على و عبد الله لا يجهر ان بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعويد ولا بالتأمين.

(مجمع الزوائد رواه الطبرانی فی الكبير)

(ج 2 ص 111 موسسة المعارف بيروت)

(ترجمہ) حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور آمین جہر سے نہیں کہتے تھے۔

### دلیل نمبر 4

عن ابى وائل قال قال كان عمر و على لا يجهر ان بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعويد ولا بالتأمين.

(شرح معانی الآثار ج 1 ص 134 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور آمین جہر سے نہیں کہتے تھے۔

اب ہم چند روایات آمین آہستہ کہنے کے بارے میں مشہور غیر مقلد عالم ابن حزم ظاہری کی مشہور کتاب المحلی بالآثار سے نقل کرتے ہیں۔

عبد الرحمن بن ابی لیلی قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
یخفی الامام اربعاً التعوذ و بسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین و  
ربنا لك الحمد۔

(ترجمہ) عبد الرحمن بن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ چار چیزیں امام آہستہ کہے گا۔

(1) اعوذ بالله من الشيطان الرجيم (2) بسم الله الرحمن الرحيم  
(3) آمين (4) اور ربنا لك الحمد۔

عن علقمة والاسود كلاهما عن عبدالله ابن مسعود قال يخفى  
الامام ثلاثاً الاستعاذة وبسم الله الرحمن الرحيم و آمين۔  
(ترجمہ) حضرت علقمہ اور حضرت اسود رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ  
سے روایت کرتے ہیں کہ تین چیزیں امام آہستہ کہے گا۔

(1) اعوذ بالله من الشيطان الرجيم (2) بسم الله الرحمن الرحيم  
(3) آمين

عن ابراهيم النخعي قال خمس يخفين سبحانه اللهم وبحمدك  
والتعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم و آمين و اللهم ربنا لك  
الحمد۔

(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جائیں گی۔

(1) سبحانك اللهم وبحمدك (2) اعوذ بالله من الشيطان الرجيم

(3) بسم الله الرحمن الرحيم (4) آمين

(5) اور اللهم ربنا لك الحمد۔

(المجلد بالآثار ج 2 ص 280، دارالكتب العلمية بيروت)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ پڑھنا

عن ابی ہریرۃ قال امرنی رسول اللہ ﷺ ان انادی انه لا صلوة الا  
بقراءة فاتحۃ الكتاب فما زاد۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 126، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 59، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں  
اعلان کروں کہ بغیر سورۃ فاتحہ اور کچھ مزید کہ نماز نہیں ہوتی (نماز کامل نہیں ہوتی)۔

عن عبادة ابن الصامت قال قال رسول الله ﷺ لا صلوة لمن لم  
يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً۔

(سنن نسائی ج 1 ص 145، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص  
سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ حصہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی (یعنی نماز کامل نہیں ہوتی)۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فاتحہ کے بعد کچھ اور پڑھنا بھی ضروری (واجب) ہے  
اور اس کی تفصیل آگے آئے گی کہ کچھ اور سے مراد یا ایک چھوٹی سورۃ ہے یا تین چھوٹی آیات یا دو  
ایک آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو۔

(نوٹ) اگر فاتحہ کو فرض کہا جائے بوجہ اس حدیث کے جو ہم نے ذکر کی یعنی لا صلوة لمن  
لم یقتری بام القرآن۔ کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، تو پھر ان احادیث کا تقاضا ہے کہ فاتحہ  
کے بعد دوسری سورۃ ملانا بھی ضروری ہو۔ کیوں کہ ان احادیث میں بھی لا نافیہ ہے۔ لیکن کسی کے  
نزدیک بھی دوسری سورۃ ملانا فرض نہیں اور سب ان احادیث میں لا نافیہ، نفی کمال کے لئے  
مانتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جس حدیث کو فاتحہ کی فرضیت کے طور پر پیش کیا گیا، اس میں بھی لا  
نفی فضیلت و نفی کمال کے لئے ہے نہ کہ اصلاً صحت کی نفی کے لئے۔ لہذا مطلقاً قرأت فرض ہے نص  
قرآن کی وجہ سے اور سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ دونوں واجب ہیں۔ ان احادیث کی وجہ سے۔

البتة سورة فاتحة کا وجوب دوسری سورۃ کے وجوب سے زیادہ مؤکدہ ہے۔

قال الشامی: لو تذکر السورۃ فی الركوع اعادها و اعاد الركوع  
فالفاتحة اولی لانها اكد۔

(شامی ج 2 ص 312، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وقال فی البحر الفاتحة اكد فی الوجوب من السورۃ للاختلاف فی  
رکنیتها۔

(البحر الرائق ج 1 ص 546، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد کچھ اور پڑھنا بھی واجب  
ہے۔ اب اس واجب کی مقدار کیا ہے تو اس بارے میں احناف کا موقف ہے کہ یا تو ایک سورۃ  
چاہے کتنی ہی چھوٹی ہو۔ مثلاً سورۃ الکوثر۔ یا تین چھوٹی آیات یا دو ایک آیت جو تین چھوٹی آیات  
کے برابر ہو۔

## سورۃ کی دلیل

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ  
(الحديث) وفيه قال عليه السلام لا صلوة لمن لم يقرأ بالحمد و  
سورۃ فی فريضة او غيرها۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 55، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس کی  
نماز (کامل) نہیں جو فرض و غیر فرض میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ نہ پڑھے۔

## تین آیات کی دلیل

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجزی  
المکتوبة الا بفاتحة الكتاب و ثلاث آیات فصاعداً۔

(کنز العمال ج 7 ص 317)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سورۃ فاتحہ اور تین آیات یا کچھ زیادہ کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

اس حدیث کو مشہور غیر مقلد عالم ابن حزم نے بھی عمران بن حصین اور عثمان بن ابوالعاص سے مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے۔

لا تتم صلوة الا بفاتحة الكتاب وثلاث آيات فصاعداً۔

(مکملی بالآثار ج 2 ص 273، والکتب العلمیہ بیروت)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ کم از کم مقدار قرأت جو واجب ہے وہ تین آیات ہیں۔

## دو آیات کی دلیل

عن عبایة بن ربیع قال قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تجزی صلوة الا یقرأ فیہا بفاتحة الكتاب وایتین فصاعداً۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 397، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبایہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ وہ نماز جائز (کامل) نہیں جس میں فاتحہ اور دو یا دو سے زیادہ آیات نہ پڑھی جائیں۔

عن عبادة ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا صلوة الا بفاتحة الكتاب وایتین معہا۔

(مجمع الذوائد ج 2 ص 118، موسستہ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت عبادة ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ دو آیتوں کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت عمر اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لا تجوز صلوة الا یقرأ فیہا بفاتحة الكتاب وایتین فصاعداً۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 397، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ وہ نماز جائز (کامل) نہیں جس میں سورۃ فاتحہ اور دو آیتیں نہ پڑھی جائیں۔

مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ کم از کم دو آیات پڑھنا واجب ہے۔

## ایک آیت کی دلیل

عن محمد بن الحکم ان ابا وائل قرأ بفاتحة الكتاب و اية ثم ركع۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 397، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) محمد بن حکم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ فاتحہ اور ایک آیت پڑھی، پھر رکوع کیا۔

ان تمام احادیث و آثار جن میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ ایک سورۃ یا تین یادو یا ایک آیت کا ذکر ہے کو مد نظر رکھ کر اور ان میں تطبیق کر کے احناف نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ فاتحہ کے ساتھ یا تو ایک چھوٹی سورۃ یا تین چھوٹی آیات یادو یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## امام کے پیچھے قرأت کرنا

قرأت منفرد اور امام پر فرض ہے اور مقتدی کے لئے امام کی قرأت کافی ہے اس کے لئے قرأت کرنا جائز نہیں۔

(دلائل)

دلیل نمبر 1

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَإِذْ قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

(الاعراف آیت نمبر 204)

(ترجمہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد نماز میں قرآن پاک کا پڑھنا ہے یعنی جب نماز میں امام قرآن پڑھے تو خاموشی کے ساتھ اسے سنو۔

امام نسائی بھی مذکورہ آیت کی تاویل یعنی تفسیر کا عنوان باندھ کر اس میں مندرجہ ذیل حدیث لائے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت نماز کے متعلق ہے۔

دلیل نمبر 2

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا اقرأ فانصتوا و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللہم ربنا لک الحمد۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

(سنن نسائی ج 1 ص 146، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اتباع کی جائے تو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور

جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہو اللھم ربنا لک الحمد۔

### دلیل نمبر 3

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ من كان له امام فقرأة الامام له قراءة۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، ایچ۔ ایم سعید کچی کراچی)

(ترجمہ) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔

### دلیل نمبر 4

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قراء الامام فانصتوا فاذا كان عند القعدة فليكن اول ذكر احدكم التشهد۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، ایچ۔ ایم سعید کچی کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب قعدہ میں بیٹھو تو تمہارا پہلا ذکر تشہد ہو۔

### دلیل نمبر 5

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انه صلی وکان من خلفه یقرء فجعل رجل من اصحاب النبی ﷺ ینہاہ عن القراءة فی الصلوۃ فلما انصرف اقبل علیہ الرجل فقال اتہانی عن القراءة خلف رسول اللہ ﷺ فتنازعا حتی ذکر اذک للنبی ﷺ فقال النبی ﷺ من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 159، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نماز پڑھا رہے



تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے مقتدیوں میں سے ایک شخص قرأت کرنے لگا تو ایک صحابی اُن کو نماز میں قرأت کرنے سے روکنے لگے۔ جب نماز ختم ہوئی، وہ شخص اُن صحابی سے کہنے لگا کہ کیا تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت کرنے سے روک رہے ہو۔ تو اُن دونوں کی تکرار ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی بھی قرأت ہے۔

### دلیل نمبر 6

عن عبدالله بن شداد قال قال رسول الله ﷺ من كان له امام فان قرأه الامام له قراءة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 160، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کا امام ہو (یعنی امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔

### دلیل نمبر 7

عن نافع ان عبدالله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام و اذا صلى وحده فليقرأ قال و كان عبدالله بن عمر لا يقرأ خلف الامام۔

(موطا امام مالک ص 68، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہے تو آپ فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو قرأت کرے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

## دلیل نمبر 8

عن ابی وائل قال جاء رجل الى عبد الله فقال اقرأ خلف الامام  
فقال له عبد الله ان في الصلوة شغلاً وسيكفيك ذاك الامام۔

(مصنف ابن شیبہ ج 1 ص 412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ (ابن مسعود) کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں تو آپ نے فرمایا۔ نماز میں شغل ہوتا ہے اور تمہارے لئے وہ امام کافی ہے۔

## دلیل نمبر 9

عن نافع و انس بن سيرين قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ  
عنه تكفيك قراءة الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(موطا امام محمد 98، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت نافع اور انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

## دلیل نمبر 10

عن زيد بن ثابت قال لا قراءة خلف الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 412، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

## دلیل نمبر 11

عن ابی وائل قال سئل عبد الله ابن مسعود عن القراءة خلف  
الامام قال انصت فان في الصلوة شغلاً سيكفيك ذاك  
الامام۔

(موطا امام محمد ص 100، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ خاموش رہو کہ بے شک نماز میں مشغول ہوتا ہے اور تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

### دلیل نمبر 12

عن انس قال صلى رسول الله ﷺ ثم اقبل بوجهه فقال اتقروا  
والامام يقرأ فسكتوا فسألهم ثلاثاً فقالوا انا لنفعل هذا قال  
فلا تفعلوا۔

(طحاوی ج 1 ص 143)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر اپنا رخ مبارک ہماری طرف پھیرا اور فرمایا کیا تم بھی قرأت کرتے ہو جب امام کر رہا ہوتا ہے تو سب خاموش ہو گئے۔ آپ نے تین بار پوچھا تب لوگوں نے کہا جی ہاں ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا (یعنی امام کے پیچھے قرأت) مت کرو۔

### دلیل نمبر 13

عن ابی جمرۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال  
لا۔

(طحاوی ج 1 ص 144، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) ابو جمرہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا میں اس وقت قرأت کروں جب امام میرے سامنے ہوتا ہے (یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے) تو آپ نے فرمایا نہیں۔

### دلیل نمبر 14

عن ابن بلیلی عن علی رضی اللہ عنہ قال من قرأ خلف الامام  
فقد اخطأ الفطرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن ابولیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اس نے فطرت (طریقہ سنت) پر عمل کرنے میں خطائی۔

### دلیل نمبر 15

عن علقمة عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لیت الذی یقرأ  
خلف الامام ملئی فوہ تراباً۔

(مطاوی ج 1 ص 143، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے، کاش اس کے منہ میں مٹی ہوتی۔

### دلیل نمبر 16

محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لیت فی فم  
الذی یقرأ خلف الامام حجراً۔

(موطا امام محمد ص 102، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) محمد بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے، کاش اس کے منہ میں پتھر ہوں۔

### دلیل نمبر 17

عن سعد قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(موطا امام محمد)

(ترجمہ) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

### دلیل نمبر 18

موسیٰ بن عقبہ ان رسول اللہ ﷺ و ابو بکر و عمرو و عثمان کانوا

ينہون عن القراءة خلف الامام۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 139، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت سے روکتے تھے۔

### دلیل نمبر 19

عن قتادة عن ابن المسيب قال انصت للامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 413، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا۔ امام (کی قرأت سننے) کے لئے خاموش ہو جاؤ۔

### دلیل نمبر 20

ابراهيم نخعي عن علقمة بن قيس قال لان اعض على الجمره

احب الى من ان اقرأ خلف الامام۔

(موطا محمد ص 100، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) علقمہ بن قیس فرماتے ہیں۔ انگارہ چبانے مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

ابراہیم نخعی نے حضرت اسود کے حوالے سے بھی اسی کے مثل روایت کیا۔

### دلیل نمبر 21

عن ابراهيم قال قال الاسود لان اعض على الجمره احب الى من

ان اقرأ خلف الامام اعلم انه يقرأ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 413، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسود نے فرمایا کہ میں یہ جانتے ہوئے کہ امام قرأت کر رہا ہے، پھر بھی قرأت کروں، اس سے تو مجھے یہ پسند ہے کہ میں انگارہ چباؤں۔

## دلیل نمبر 22

عن ابی کبران قال قال الضحاك ينهى عن القراءة خلف الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 413، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ضحاك فرماتے ہیں۔ امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## سری نماز میں امام کے پیچھے قرأت

احناف کے نزدیک کسی بھی نماز میں چاہے وہ جہری ہو مثلاً فجر، مغرب، عشاء، یا سری ہو جیسے ظہر، عصر، امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں۔ لیکن بعض غیر حنفیہ کے نزدیک جہری میں، چوں کہ امام آواز سے قرأت کرتا ہے۔ لہذا حکم ہے کہ مقتدی اس کی قرأت کو سنے اور خود قرأت نہ کرے اور سری نماز میں چوں کہ امام آہستہ قرأت کرتا ہے۔ جس کی آواز مقتدی کو نہیں آتی۔ لہذا وہ بھی قرأت کرے گا۔ اگرچہ مندرجہ بالا احادیث احناف کے موقف پر روشن دلیلیں ہیں کہ ان میں سری اور جہری کی قید نہیں ہے بلکہ مطلقاً قرأت خلف الامام سے ممانعت ہے۔ لیکن دفع شبہات کے لئے ہم ذیل میں چند ایسی روایات بیان کرتے ہیں جن میں تخصیص کے ساتھ سری نمازوں یعنی ظہر اور عصر میں قرأت خلف الامام کی ممانعت ہے۔

### دلیل نمبر 1

عمران بن حصین قال صلی النبی ﷺ الظهر فقراً رجل خلفه  
سبح اسم ربك الاعلى فلما صلی قال من قرأ سبح اسم ربك  
الاعلى قال انا قال قد علمت ان بعضکم قد خالجنیہا۔

(سنن نسائی ج 1 ص 146، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص نے سبح اسم ربك الاعلى پڑھا۔ جب آپ ﷺ نے نماز ختم کی، فرمایا کس نے سبح اسم ربك الاعلى پڑھا۔ ایک شخص نے کہا میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا۔ گویا کوئی شخص مجھ سے قرآن چھین رہا ہے۔

### دلیل نمبر 2

عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد قال ام رسول ﷺ فی العصر قال  
فقراً رجل خلفه فغیرۃ الذی یلیہ فلما ان صلی قال لم غمزتنی  
قال کان رسول اللہ ﷺ قد امک فکر ہت ان تقراء خلفه فسبعہ

النبي ﷺ قال من كان له امام فان قرأته له قراءة.

(موطا امام محمد ص 101، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن شداد بن ہاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی۔ پس اس کے ساتھ والے نے ٹھونک لگائی۔ پس جب نماز ختم ہوئی کہنے لگا۔ تم نے مجھے کیوں ٹھونک لگائی تو وہ کہنے لگے رسول اللہ ﷺ تمہارے آگے ہیں تو میں نے ناپسند کیا کہ تم آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کرو۔ یہ بات جب رسول اللہ ﷺ نے سنی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

یہ حدیث مصنف عبد الرزاق میں بھی مندرجہ ذیل الفاظ میں ہے۔

### دلیل نمبر 3

عن عبد الله بن شداد بن الهاد الليثي قال صلى النبي ﷺ الظهر أو العصر فجعل رجل يقرأ خلف النبي ﷺ ورجل ينهأ فلما صلى قال يا رسول الله ﷺ كنت أقرأ و كان هذا ينهاني فقال رسول الله ﷺ من كان له امام فان قرأه الامام له قراءة.

(مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 186، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) عبد اللہ بن شداد بن ہاد لیثی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرنے لگا اور دوسرا شخص اسے روکنے لگا تو جب اس نے نماز پڑھ لی، کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں قرأت کر رہا تھا اور یہ شخص مجھے روک رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی بھی قرأت ہے۔

### دلیل نمبر 4

عن علقمة بن قيس ان عبد الله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الامام فيما يبهر فيه وفيما يخافت فيه.

(موطا امام محمد ص 100، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)



(ترجمہ) حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ نہ جہری نماز میں، نہ سری میں۔

### دلیل نمبر 5

عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد اللہ أتقرء خلف الامام في الظهر والعصر شيئاً فقال لا۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 141، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے کچھ قرأت کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

### دلیل نمبر 6

عن الولید بن قیس قال سألت سوید بن غفلة اقرأ خلف الامام في الظهر والعصر فقال لا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 413، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ولید بن قیس فرماتے ہیں۔ میں نے سوید بن غفلة سے سوال کیا کہ میں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کروں تو آپ نے فرمایا نہیں۔

### دلیل نمبر 7

عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال تكفيك قراءة الامام خافت اوجهر۔

(سنن دار فطنی ج 1 ص 330، مطبوعہ نثر النہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔ وہ آہستہ پڑھ رہا ہو یا جہر سے۔

### دلیل نمبر 8

عن ابن جریج قال قلت لعطاء ايجزى عن وراء الامام قرأته فيما

يرفع به الصوت وفيما يخافت قال نعم.

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 141، المكتب الاسلامي)

(ترجمہ) حضرت ابن جریج فرماتے ہیں۔ میں نے عطا سے پوچھا۔ کیا جہری اور سری نمازوں میں امام کی قرأت مقتدیوں کے لئے کافی ہے فرمایا ہاں۔

دلیل نمبر 9

عن عبید اللہ بن مقسم انه سئل عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ فقالوا لا تقرأ خلف الامام في شيء من الصلوة.

(طحاوی ج 1 ص 144، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ امام کی پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت مت کرو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا

مندرجہ بالا احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا منع ہے اور اس میں فاتحہ بھی شامل ہے لیکن بعض (غیر حقیقہ) کا کہنا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ لہذا ذیل میں چند ایسی روایات نقل کی جاتی ہیں جن میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ بھی نہ پڑھنے کا ثبوت ہے۔

### دلیل نمبر 1

عن جابر بن عبد اللہ عن النبی ﷺ انه قال من صلی رکعة فلم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام۔

(طحاوی ص 143، مکتبہ رحمانیہ لاہور، موطا امام محمد ص 95)

(ترجمہ) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی۔ مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

اس حدیث مبارکہ کو ترمذی اور مالک اور بیہقی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 71، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 160، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 121، مکتب الاسلامی)

### دلیل نمبر 2

عن عبادة بن الصامت يبلغ به النبي ﷺ قال لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً قال سفیان لمن یصلی وحده۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 127، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ قرأت نہیں کی، اس کی نماز نہیں۔ سفیان نے کہا یہ اس کے لئے ہے جو

اکیلے نماز پڑھ رہا ہو (یعنی یہ حکم منفرد کے لئے ہے نہ کہ مقتدی کے لئے کہ اس کے لئے تو امام کی قرأت کافی ہے)

### دلیل نمبر 3

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور وہ جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

(نوٹ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت فاتحہ میں بھی خاموش رہے گا اور جب امام فاتحہ ختم کرے یعنی ولا الضالین کہے تو مقتدی صرف آمین کہے گا۔

### دلیل نمبر 4

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجد فاسجدوا ولا تعدوها شیئا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلوۃ۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 137، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو۔ البتہ اس رکعت کو شمار نہ کرنا اور جس نے رکوع پایا اس نے نماز (یعنی وہ رکعت) پائی۔

اس حدیث میں رکعت سے مراد رکوع ہے۔ جیسا کہ بیہقی کی مندرجہ ذیل حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔

## دلیل نمبر 5

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من ادرك ركعة من الصلوة  
فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 89، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص امام  
کی پیٹھ سیدھی ہونے سے پہلے نماز میں شامل ہو جائے، اس نے رکعت پالی۔  
اور حضرت عبداللہ بن عمر کے فرمان سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔  
آپ فرماتے ہیں۔

عن نافع عن ابن عمر انه كان يقول من ادرك الامام را كعاً فر كع  
قبل ان يرفع الامام راسه فقد ادرك تلك الركعة۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 90، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے امام کو رکوع  
میں پالیا اور امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے رکوع کر لیا تو اس نے وہ رکعت پالی۔  
وجہ استدلال یہ ہے کہ مقتدی پر اگر سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہو تو امام کو رکوع میں پا کر رکوع  
میں جانے سے اس رکعت کا ایک فرض یعنی قرأت فاتحہ رہ جاتا ہے تو وہ رکعت اس کو نہیں ملنی  
چاہئے تھی۔ جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ سجدے میں امام کو پانے کی صورت میں رکعت  
نہیں ملے گی، کیوں کہ رکوع جو فرض ہے وہ مقتدی نے نہیں کیا۔ تو اسی طرح اگر فاتحہ بھی مقتدی پر  
فرض ہے تو رکوع میں بغیر فاتحہ پڑھے جانے سے وہ رکعت نہیں ملنی چاہئے، لیکن چونکہ مندرجہ بالا  
حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کو رکوع میں پانے سے رکعت مل جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مقتدی پر  
فاتحہ اور دوسری سورۃ بھی فرض نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مطلق قرأت فرض ہے۔ چاہے ایک آیت، اور سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ  
ملانا یا اس کے بجائے تین چھوٹی آیات یا دو یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو،  
واجب ہے اور اگر جماعت کی نماز ہو تو مقتدی پر مطلقاً قرأت نہیں ہے۔ نہ سری میں، نہ جہری میں،

نہ فاتحہ اور نہ دوسری سورۃ۔ واللہ اعلم بالصواب

## رکوع میں جانے کا طریقہ

جب نمازی قرأت سے فارغ ہو تو اب اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے۔ جیسا کہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلوة يكبر حين يقوم ثم يكبر حين يرکع۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 109، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے اور پھر جب رکوع میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے۔

رکوع میں جانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے، اگرچہ بعض علماء کے نزدیک پہلے کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہے، پھر رکوع میں جائے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ تکبیر کے ساتھ ہی رکوع میں جائے۔

جیسا کہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے۔

(ثم) كما فرغ (يكبر) مع الانحطاط (للكوع)۔

(ترجمہ) یعنی پھر جب قرأت سے فارغ ہو تو رکوع کے لئے جھکتے ہوئے تکبیر کہے۔ اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں۔

افاد ان السنة كون ابتداء التكبير عند الخرو و انتهائه عند استواء الظهر وقيل انه يكبر قائماً و الاول هو الصحيح۔

(شامی ج 2 ص 240، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہنا شروع کر دے اور اس کو ختم کرے جب پیٹھ (رکوع میں) سیدھی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (پہلے) کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## تکبیر رکوع میں رفع یدین کرنا

احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر تکبیرات انتقالات میں رفع یدین نہ کرنا سنت ہے۔ احناف کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

### دلیل نمبر 1

عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه: الا  
اصلى بكم صلوة رسول الله ﷺ فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول  
مرة. رواه الترمذى و ابو داؤد و النسائى و فى رواية الترمذى  
فلم يرفع يديه الا مرة واحدة.

(جامع ترمذی ج 1 ص 59، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 118، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن نسائی ج 1 ص 158، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور پہلی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی تکبیر میں رفع یدین نہیں کیا۔

### دلیل نمبر 2

عن البراء ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى  
قريب من اذنيه ثم لا يعود.

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 118، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر دوبارہ یعنی دوسری تکبیرات میں نہیں اٹھاتے۔

اور ابوداؤد ہی میں براء ابن عازب کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں۔

رایت رسول الله ﷺ رفع يديه حين افتتح الصلوة ثم لم يرفعها حتى انصرف

(ابوداؤد ج 1 ص 118، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے، پھر نماز ختم ہونے تک دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھائے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں الفاظ ہیں۔

ثم لا يرفعها حتى يفرغ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) پھر نماز سے فارغ ہونے تک دوبارہ نہیں اٹھائے۔ اور مصنف عبدالرزاق میں الفاظ ہیں۔

مرة واحدة ثم لا تعدلرفعها في تلك الصلوة

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 71، المکتبۃ الاسلامی)

(ترجمہ) ایک بار اٹھاتے پھر اس نماز میں دوبارہ نہیں اٹھاتے۔

### دلیل نمبر 3

عن عبد الله بن مسعود قال صليت خلف النبي ﷺ و ابى بكر و عمر فلم يرفعوا ايديهم الا عند افتتاح الصلوة۔

(سنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 180، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ یہ سب شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

### دلیل نمبر 4

عن المغيرة قال قلت لابراهيم حديث وائل انه راى النبي ﷺ يرفع يديه اذا افتتح الصلوة و اذا ركع و اذا رفع راسه من الركوع فقال ان كان وائل راها مرة يفعل ذلك فقد راها عبد الله خمسين



مرّة لا يفعل ذلك

(شرح معانی الآثار، ج 1 ص 146، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے حدیث وائل کا ذکر کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو نماز شروع کرتے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا۔ اگر وائل نے آپ ﷺ کو ایک بار رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے پچاس بار رفع یدین نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

### دلیل نمبر 5

عن مجاهد قال ما رايت ابن عمر يرفع يديه الا في اول ما يفتتح

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو شروع کی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

### دلیل نمبر 6

عن الاسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيء من صلواته  
الا حين افتتح الصلوة قال عبدالمك و رايت الشعبي و  
ابراهيم و اباسحاق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون  
الصلوة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت اسود فرماتے ہیں، میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے نماز شروع کرتے وقت کے علاوہ باقی پوری نماز میں ہاتھ نہیں اٹھائے۔ عبدالمک فرماتے ہیں کہ میں نے شعبی اور ابراہیم اور ابواسحاق کو دیکھا، وہ بھی شروع کی تکبیر کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

### دلیل نمبر 7

عن عاصم بن كليب عن ابيه ان عليًا كان يرفع يديه اذا افتتح

## الصلوة ثم لا يعود۔

(مصنف ابن شیبہ ج 1 ص 267، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عاصم بن کلیب فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھ اٹھاتے، پھر دوبارہ نہ اٹھاتے۔

### دلیل نمبر 8

عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اوّل شیئی ثم لا یرفع۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 171، المکتبہ الاسلامی)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے، پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے۔

### دلیل نمبر 9

عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبداللہ و اصحاب علی لا یرفعون ایدیہم الا فی افتتاح الصلوۃ قال و کیع ثم لا یعودون۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب صرف نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ وکیع نے کہا، پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

### دلیل نمبر 10

عن جابر عن الاسود و علقمة انہما کانا یرفعان ایدیہما اذ افتتاحا ثم لا یعودان۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) جابر فرماتے ہیں کہ حضرت اسود اور علقمہ نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

## دلیل نمبر 11

عن سفیان بن مسلم الجہنی قال کان ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه  
اول شیء اذا کبر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) سفیان بن مسلم جہنی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ابی لیلیٰ صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

وروی عن عاصم بن کلیب أن علیاً رضی اللہ عنہ کان یرفع یدیه  
فی اول تکبیرة الصلاة ثم لا یرفع یدیه ولا یفعل علی بعد النبی  
ﷺ خلافة إلا بعد قیام الحجة عنده علی نسخ ما کان النبی ﷺ  
علیه وقیل لابرهیم ای النخعی عن حدیث وائل انه رأى النبی  
ﷺ یرفع یدیه إذا رکع وإذا رفع من الركوع فقال ان کان وائل  
رآه مرة یفعل ذالک فقد رآه عبد اللہ ای ابن مسعود خمسین مرة  
لا یفعل ذالک و قد روی عن مجاهد انه قال صلیت خلف ابن  
عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الأولى. و ظاهرة انه لم  
یترک بعد النبی ﷺ ما کان قد یفعله الا لما یوجب له ذالک من  
نسخ و قد روی الاسود قال: رأیت عمر بن الخطاب یرفع یدیه فی  
اول تکبیرة ثم لا یعود. و اذا کان عمر و علی و ابن مسعود  
موضعهم من الصلاة مع رسول اللہ ﷺ موضعهم علی ذالک ثم  
ابن عمر بعدهم علی مثله. لم یکن شیء مما روی فی القبول اولی  
ما روی عنه:

(مرقات ج 2 ص 8-467، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## لمحہ فکریہ

ہمارے زمانے کے غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث ترک رفع یدین پر جس طرح شدت اور فتنہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی سادہ لوح حنفی ہاتھ آجائے تو کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے طریقے سے نماز پڑھو اور رفع یدین کرو، اور رفع یدین نہ کرنے والوں کو تارک سنت تو کیا بدعتی بلکہ بعض شدت پسند تو بے دین تک سمجھتے ہیں، شاید وہ اپنے بڑوں کو بھی نہیں پڑھتے ہیں، کیوں کہ مشہور غیر مقلد ابن حزم ظاہری تو رفع یدین کو تکبیر اولیٰ کے علاوہ ضروری نہیں سمجھتے۔ اثبات رفع یدین کی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ جب تم تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کو اس حدیث کی بنا پر فرض سمجھتے ہو (جمہور علماء اسلام، ائمہ اربعہ وغیرہ، تکبیر تحریمہ میں رفع یدین سنت مانتے ہیں جب کہ غیر مقلد ابن حزم وغیرہ فرض سمجھتے ہیں) تو پھر دوسری تکبیرات انتقالات میں بھی فرض کیوں نہیں کہتے۔ خود ہی یہ سوال قائم کر کے جواب دیتے ہیں کہ اس لئے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسری تکبیرات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ پھر دلیل کے طور پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پیش کرتے ہیں جسے ہم نے ابوداؤد اور نسائی وغیرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے، پھر دوبارہ نہیں اٹھائے، پھر لکھتے ہیں کہ جب یہ دونوں طریقے صحیح حدیث سے ثابت ہیں تو دونوں طریقے یعنی تکبیرات انتقالات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ ہمارے لئے دونوں طریقوں سے نماز پڑھنا جائز ہے۔ پس اگر ہم نے رفع یدین کیا تو بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھی اور اگر ہم نے رفع یدین نہیں کیا تو بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ کسی نمازی کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو کنکری مارتے اور فرماتے۔ رفع یدین کرو (جب کہ ہم ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ آپ خود بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے) پھر خود ہی اس کو رد کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چیز کے ترک پر کیسے کنکری مار سکتے

ہیں جس کا ترک کرنا جائز ہو۔ کاش ہمارے زمانے کے غیر مقلدین بھی اپنے ہی امام کی بات کو مانتے، سمجھتے تو فتنہ نہ کرتے۔ نیز ابن حزم کے نزدیک رفع یدین ترک کرنا بھی سنت ہے تو پھر تو غیر مقلدین کو خود بھی کبھی کبھی رفع یدین ترک کرنا چاہئے۔ لیکن وہ خود تو کیا ترک کریں، ترک کرنے والوں کو بھی کہتے ہیں یہ نماز نبی ﷺ کی نماز نہیں۔

ولفظہ:

فان قيل فهلا اوجبت بهذا الاستدلال نفسه رفع اليدين عند كل رفع وخفض فرضاً قلنا لا نه قد صح ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه عند كل خفض ورفع وانه كان لا يرفع حدثنا حماد ثنا عباس بن أصبغ ثنا محمد بن عبد الملك بن أيمن ثنا محمد بن إسماعيل الصائغ ثنا زهير بن حرب ابو خيثمه ثنا وكيع عن سفيان الثوري عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال: ألا أرىكم صلاة رسول الله ﷺ؟ فرفع يديه في اول تكبيرة ثم لم يعدة فلما صح أنه عليه السلام كان يرفع في كل خفض ورفع بعد تكبيرة الاحرام ولا يرفع، كان كل ذلك مباحاً لا فرضاً، وكان لنا ان نصلي كذلك، فإن رفعنا صلينا كما كان رسول الله ﷺ يصلي، وإن لم نرفع فقد صلينا كما كان عليه السلام يصلي وروينا من طريق عبد الرزاق حدثني احمد بن حنبل عن الوليد بن مسلم عن زيد بن واقد سمعت نافعاً مولى ابن عمر يقول: كان ابن عمر اذا رأى مصلياً لا يرفع يديه في الصلاة حصبه و أمره أن يرفع يديه! قال علي: ما كان ابن عمر ليحصب من ترك ما له تركه!

(المعنى بالأثار ج 2 ص 264، دار الكتب العلمية بيروت)

اسی طرح اہل حدیث کے معتمد اور مستند ترین عالم ان کے شیخ المشائخ علامہ نذیر حسین دہلوی

لکھتے ہیں،

در صورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت برداشتن سراز رکوع منازعت و مخاصمت و مشامت و مغاضبت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نحواً بود۔ زیرا کہ رفع و عدم رفع در ہر دو مقام با اوقات مختلفہ از آن حضرت ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثابت است چہ دلائل طرفین درین باب موجود۔

(فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ علمائے حدیث)

(ج 3 ص 160، مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور)

(ترجمہ) علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیوں کہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## رکوع کا طریقہ

رکوع کا طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ کو بالکل سیدھا رکھے اور سر کو معتدل رکھے، نہ اونچا کرے اور نہ نیچے بلکہ پیٹھ کے برابر کرے اور ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے اس طرح کہ ہتھیلیاں گھٹنوں پر ہوں اور انگلیاں قدرے نیچے اور انگلیاں ملی ہوئی نہ ہوں بلکہ کشادہ یعنی جدا جدا ہوں، بغلیں کھلی اور کہنیوں کو پیٹ سے الگ رکھے، پنڈلیوں کو سیدھا رکھے، گھٹنوں کو نہ موڑے۔ یہ رکوع کا سنت طریقہ ہے اور یہ مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

## رکوع میں پیٹھ سیدھی کرنا

عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجزئ صلوة لا یقیم الرجل فیہا صلبہ فی الركوع والسجود۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن نسائی ج 1 ص 158، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابن ماجہ ص 62، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے، اس کی نماز جائز (کامل اور مطابق سنت) نہیں ہے۔

عبدالرحمن بن علی بن شیبان عن ابیہ علی بن شیبان وکان من الوفد قال خرجنا حتی قدمنا علی رسول اللہ ﷺ فبايعنا و صلينا خلفه فلمح بمؤخر عينه رجلاً لا یقیم صلواته یعنی صلبہ فی الركوع والسجود فلما قضی النبی ﷺ الصلوة قال یا معشر المسلمین لا صلوة لمن لا یقیم صلبہ فی الركوع والسجود۔

(سنن ابن ماجہ ص 62، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت علی بن شیبان فرماتے ہیں کہ ہم وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے کن آنکھیوں (آنکھ کے کنارے) سے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہیں کرتا ہے۔ پس جب آپ ﷺ نے نماز پوری کی تو فرمایا۔ اے مسلمانوں کی جماعت! جو رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ برابر نہ کرے، اس کی نماز (کامل اور مطابق سنت) نہیں ہے۔

عن ابی قتادة قال قال رسول الله ﷺ اسو الناس سرقة الذی یسرق من صلواته قالوا یا رسول الله کیف یسرق من صلواته قال لا یتم رکوعها ولا سجودها ولا یقیم صلبه فی الركوع ولا فی السجود۔

(مجمع الزوائد ج 2 ص 123، مؤسسة المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں میں سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نماز کی چوری کیسے کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو رکوع اور سجود پورا نہ کرے یا رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا ينظر الله الى صلوة رجل لا یقیم صلبه بین رکوعه و سجوده۔

(مجمع الزوائد ج 2 ص 123، مؤسسة المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں کرتا جو رکوع اور سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا۔

وابصة بن معبد یقول رایت رسول الله ﷺ یصلی فکان اذا رکع سوی ظهرا حتی لو صب علیه الماء لا یتقر۔

(سنن ابن ماجہ ص 62، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو



نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنی پشت اس طرح سیدھی کرتے کہ اگر اس پر پانی بہایا جاتا تو وہیں رک جاتا۔

## رکوع میں سر نہ نیچے کرنا نہ اوپر بلکہ پیٹھ کے برابر کرنا

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ یستفتح الصلوة بالتکبیر والقراءة بالحمد لله رب العلمین وکان اذا رکع لم یُشِخِص راسه ولم یصوبه ولكن بین ذالک۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 194، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابن ماجہ ص 62، مطبوعہ کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کا افتتاح، اللہ اکبر سے کرتے اور قرأت الحمد لله رب العلمین سے شروع کرتے اور جب رکوع کرتے تو سر نہ نیچے کرتے نہ اوپر بلکہ برابر یعنی پیٹھ کے برابر کرتے۔

عن ابی حمید الساعدی قال کان النبی ﷺ اذا رکع اعتدل فلم ینصب راسه ولم یقنعه ووضع یدیه علی رکبتيه۔

(سنن نسائی ج 1 ص 159، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اعتدال فرماتے، نہ تو سر مبارک کو نیچے کرتے نہ اوپر (بلکہ پیٹھ کے برابر کرتے) اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے۔

## رکوع میں گھٹنوں کو نہ موڑے اور پنڈلیوں کو سیدھا کرے

عن لیث قال صلی رجل الی جنب عطاء فلما رکع ثنی رکبتيه قال فضر بیده وقال ابسطهما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 288، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) لیث فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ کے پاس نماز پڑھی۔ پس

جب اس نے رکوع کیا تو گھٹنوں کو موڑا آپ نے اس کے ہاتھ پر مارا اور فرمایا گھٹنوں کو پچھاؤ یعنی سیدھا کرو۔

پنڈلیوں کو کمان کی طرح موڑنا جیسا کہ اکثر عوام کرتے ہیں یہ مکروہ ہے۔ لہذا پنڈلیوں کو سیدھا کرے اور ان کو نہ موڑے۔

قال الشامی عن البحر وینصب ساقیه فجعلها شبه القوس کہا  
یفعل کثیر من العوام مکروه۔

(شامی ج 2 ص 241، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ولفظه ای البحر: و یعتد بیدیہ علی رکبتيہ ناصبًا ساقیه و  
احنائہا شبه القوس کہا یفعل عامة الناس مکروه۔

(البحر الرائق ج 1 ص 550، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

## رکوع میں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا

عباس بن سہل قال اجتمع ابو حمید و ابو أسید و سہل بن سعد  
و محمد بن مسلمة فذکر و اصلوة رسول الله ﷺ فقال ابو حمید انا  
اعلیکم بصلوة رسول الله ﷺ فذکر بعض هذا قال ثم رکع  
فوضع یدیه علی رکبتيہ کانه قابض علیہما۔

(ترجمہ) عباس بن سہل فرماتے ہیں کہ حضرت ابو حمید اور حضرت ابو اسید اور حضرت سہل بن سعد اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکٹھے ہوئے۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ذکر کیا۔ ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا آپ سے زیادہ علم ہے۔ پس انہوں نے اس حدیث کی بعض باتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ پھر رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر اس طرح رکھے جیسے انہیں پکڑ لیا ہو۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 116، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(جامع ترمذی ج 1 ص 60، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عن ابی عبدالرحمن السُّلَمی قال قال عمر انما السنة الاخذ

بالرکب (وفی روایۃ) قال سُنَّتْ لکم الرکب فأُمسِکوا بالرکب۔

(سنن نسائی ج 1 ص 159، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) ابو عبد الرحمن سلمی کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رکوع میں گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے۔ (اور ایک روایت میں ہے) فرمایا۔ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔ لہذا گھٹنوں کو پکڑ لیا کرو۔

## رکوع میں انگلیوں کو کشادہ رکھنا اور انہیں گھٹنوں سے نیچے کی طرف بچھانا

عن علقمة بن وائل عن ابیہ ان النبی ﷺ کان اذا رکع فرج اصابعہ۔

(صحیح ابن خزيمة حدیث نمبر 594)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنی انگلیوں کو کشادہ کرتے۔

عن سالم قال اتینا ابا مسعود فقلنا له حدثنا صلوة رسول اللہ ﷺ فقام بین یدینا و کبر فلبارکع وضع راحتیہ علی رکتیہ و جعل اصابعہ اسفل من ذالک۔

(سنن نسائی ج 1 ص 159، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ابوداؤد ج 1 ص 133، مطبوعہ کتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت سالم فرماتے ہیں کہ ہم ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کی ہمیں بیان کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کس طرح پڑھتے تھے۔ وہ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ پس جب رکوع کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھا اور انگلیاں اس سے نیچے رکھیں۔

اور طحاوی کی روایت میں ہے۔

ثم ركَع فَوَضَعَ كَفِيهَ عَلَى رِكْبَتَيْهِ وَفَضَّلَتْ أَصَابِعَهُ عَلَى سَاقِيهِ.

(مطاوی ج 1 ص باب التطہیۃ فی الرکوع)

(ترجمہ) پھر انہوں نے (ابو مسعود انصاری نے رسول اللہ ﷺ کی نماز سکھاتے ہوئے) رکوع کیا اور ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا اور انگلیوں کو پنڈلیوں پر پھیلا دیا، کٹادہ رکھا۔



## رکوع میں بغلیں کھلی رکھنا اور کہنیاں پیٹ سے الگ اور جدا رکھنا

عن سالم البراد قال قال ابو مسعود الا اريكم صلوة رسول الله ﷺ قلنا بلى فقام فكبر فلما ركع جافي بين ابطيه حتى لها استقر كل شئ منه رفع راسه فصلى اربع ركعات هكذا و قال هكذا رایت رسول ﷺ يصلي۔

(سنن نسائی ج 1 ص 159، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت سالم البراد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور، پھر وہ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ جب رکوع کیا تو اپنی بغلوں کو کھلا رکھا۔ حتیٰ کہ ہر عضو اپنی جگہ پر جم گیا۔ پھر آپ نے سر اٹھا لیا۔ پس چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھیں اور فرمایا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے۔

فلما ركع وضع يديه على ركبتيه وجعل اصابعه اسفل من ذلك وجافي بين مرفقيه حتى استقر كل شئ منه۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 132، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(سنن نسائی ج 1 ص 159، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پس جب رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کو نیچے کی جانب رکھا۔ نیز اپنی دونوں کہنیاں پیٹ سے جدا رکھیں، یہاں تک کہ ہر عضو قرار پر کڑ گیا یعنی سیدھا ہو گیا۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ یرکع فیضع یدیه علی ركبتيه ویجافی بعضدیہ۔

(سنن ابن ماجہ ص 167، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے اور اپنے بازو پھیلا دیتے۔ (کھول دیتے)

## کیا رکوع میں الصاق کعبین سنت ہے

رکوع میں الصاق کعبین یعنی دونوں پاؤں کے ٹخنے ملائے کو ہمارے بعض فقہاء کرام نے سنت لکھا ہے۔

مثلاً در مختار میں ہے۔

ویسن ان یلصق کعبیہ۔

(ترجمہ) اور سنت ہے کہ رکوع میں ٹخنے ملائے۔

یہ طریقہ نماز کے بیان میں ہے اور سنن نماز کے بیان میں فرمایا۔ و الصاق کعبیہ یعنی رکوع میں ٹخنے ملائے سنت ہے۔ اس کی شرح میں علامہ شامی نے بھی اس قول کو برقرار رکھا ہے۔ البتہ یہ وضاحت کی ہے کہ

ای حیث لا عند۔

(ترجمہ) یعنی جب کہ عذر نہ ہو۔

(شامی ج 2 ص 211، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور طحاوی علی الدر مختار میں ہے۔

هذا ان تیسر له والا فکیف تیسر له۔

(ترجمہ) یعنی رکوع میں ٹخنے ملائے سنت ہے کہ آسانی ہو ورنہ جس طرح آسانی ہو اسی طرح کرے۔

(حاشیہ الطحاوی علی الدر مختار، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اسی طرح بحر میں ہے۔

وفي المجتبی والسنة في الركوع الصاق الكعبين۔

(بحر الرائق ج 1 ص 550، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور مجتبیٰ میں ہے کہ رکوع میں دونوں ٹخنے ملائے سنت ہے۔

ان کے علاوہ دیگر کئی کتابوں میں اس کو سنت قرار دیا گیا ہے۔ لیکن سنت ہونے کی دلیل کسی نے بھی نہیں لکھی۔ کتب احادیث میں دیکھا تو دستیاب کتب احادیث میں تلاش بسیار کے باوجود کوئی حدیث صحیح و ضعیف اس بارے میں نہیں ملی۔ نہ ہی آثار صحابہ و تابعین میں اس کا ثبوت ملا۔ البتہ اعلام السنن میں تطبیق و تفخیز والی روایات سے اس کے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے۔ لیکن ان روایات میں الصاق کعبین کی تصریح نہیں ہے۔

ولفظه: عن مصعب بن سعد قال: صليت الى جنب ابي فطبقت بين كفي ثم وضعتها بين فخذى فنهاني ابي و قال كنا نفعله فنهينا عنه و امرنا ان نضع ايدينا على الركب. قوله: عن مصعب بن سعد الخ: قلت هو يدل على نسخ التطبيق الذي رواه مسلم عن علقمة والاسود انها دخلا على عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ فقال: اصلي من خلفكم؛ قال: نعم، فقام بينهما و جعل احدهما عن يمينه والاخر عن شماله ثم ركعنا فوضعتنا ايدينا على ركبتنا فضرب ايدينا ثم طبق بين يديه ثم جمعها بين فخديه فلما صلى قال هكذا فعل رسول الله ﷺ ثم لا يخفى عليك ان التطبيق و التفخيز يستلزمان الصاق الكعبين عادةً لتعسرهما بدونه كما لا يخفى على من شاهد هذه الحال و حديث سعد انما يدل على نسخ التطبيق و التفخيز فحسب لا على نسخ الا لصاق و امر الوضع على الركبتين لا ينفية لا نه يتسر بالاصاق ايضاً فبقى سنة على حاله و هو قول اصحابنا الحنفية انه يسن الصاق الكعبين في الركوع.

(اعلام السنن ج 3 ص 9)

حسن اتفاق سے فتاویٰ رضویہ میں یہ مسئلہ ملا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے بھی کسی سائل نے یہی مسئلہ دریافت کیا ہے۔ یعنی الصاق کعبین فی الركوع کی دلیل طلب کی ہے اور یہی میرا مسئلہ تھا۔ مجھے بھی ایسی حدیث کی تلاش تھی جس میں الصاق کعبین کی سنیت کا ذکر ہو۔ لہذا اس سوال کو

پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ گویا میرا ہی سوال کسی نے اعلیٰ حضرت سے کیا ہے اور اپنے مقصود تک پہنچنے کے حوالے سے مجھے اطمینان ہوا۔ کیوں کہ عظیم محقق، محدث، مفسر، فقیہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ جب کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو اسے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مزین کر کے اس طرح روشن اور واضح کرتے ہیں کہ قاری کو دیگر کتب کی طرف مراجعت سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں آپ علیہ الرحمۃ نے شامی و دیگر کتب فقہ و فتاویٰ سے اس کے مسنون ہونے کا قول تو نقل کیا اور اس کو برقرار رکھا۔ لیکن باوجود مسائل کے مطالبے کے کوئی حدیث بطور دلیل پیش نہیں کی، بلکہ فرمایا۔  
دلیل مجتہد کے پاس ہے اور غیر مجتہد کے لئے نصوص فقہیہ کافی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج 6 ص 166، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

اگرچہ حقیقت یہی ہے کہ غیر مجتہد کے لئے نہ تو دلیل کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہر دلیل کو سمجھنے کی استطاعت ہے۔ لیکن ہماری اس کتاب کا مقصد ہی یہی تھا کہ ہم ثابت کریں کہ نماز حنفی کا طریقہ، طریقہ رسول اللہ ﷺ ہے اور یہ طریقہ نماز، احادیث و آثار سے ثابت ہے۔ لہذا ہمیں ضروری تھا کہ اگر الصاق کعبین فی الركوع کو سنت لکھیں تو پھر دلیل بھی لکھیں۔ لہذا مزید غور و فکر اور تحقیق و تفتیش اور استاد محترم قبلہ آغا جان کی طرف مراجعت اور ان سے مشاورت کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اس بارے میں ہمارے ان بعض فقہاء کو تسامح ہوا ہے اور درحقیقت الصاق کعبین سنت نہیں ہے (اور بعض نے تردید کے بجائے تاویل کو ترجیح دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ الصاق کعبین سے مراد محاذ اذ قد میں لیا جائے) یہی تحقیق صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ کی ہے اور یہی قول آخر ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا۔ صدر الشریعہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ درمختار میں رکوع کے اندر الصاق کعبین کو سنت تحریر کیا اور ردالمحتار میں سید ابوالسعود سے نقل کیا کہ وہ بحوالہ در، سجود میں بھی الصاق کو سنت لکھتے ہیں۔ اس پر علامہ شامی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ شارح نے درمختار میں لکھا نہ درمنتقی میں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی غیر کے کلام میں بھی میں نے اس کو نہیں پایا۔ پھر اس کی ایک ضعیف سی توجیہ بھی کرتے ہیں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی سنت کا ماخذ کیا ہے۔

مجھے خیال ہے کہ بہار شریعت میں اسی درمختار کے حوالے سے میں نے الصاق کو سنن میں شمار کیا تھا۔ مگر اعلیٰ حضرت قبلہ نے اسے نکال دیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر الصاق سنت کہا جائے تو



شاید بایں معنی ہو کہ دونوں ٹخنوں (میں) محاذات ہونا چاہئے نہ کہ چپکا دیئے جائیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ نماز جماعت میں ایک شخص اپنی کعب کو دوسرے (کی) کعب سے الصاق کیا کرتا تھا۔ اس کے معنی حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ الصاق سے مراد محاذات ہے۔

(فتاویٰ امجدیہ ج 1 ص 80، مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ کی بھی تحقیق آخر یہی ہے کہ رکوع میں الصاق کعبین سنت نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ امجدیہ کے اسی صفحہ پر حاشیے میں مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں۔

المملفوظ حصہ چہارم مطبوعہ لکھنؤ صفحہ 57 پر ہے۔ عرض۔ درمختار کبیری صغیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔ ارشاد۔ لم یثبت کہیں ثابت نہیں۔ دس بارہ کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے اور سب کا منتهی زاہدی ہے۔ فتاویٰ رضویہ سوم صفحہ 55 بر 12 کے خلاف اس کے مسنون ہونے کی تصریح ہے اور اس پر وارد شبہات کا جواب بھی مگر وہ فتویٰ بہت پہلے کا ہے۔ سوال کی تاریخ 9 رمضان المبارک 1317ھ ہے اور المملفوظ کا ارشاد 1336ھ کے بعد کا ہے اور بہار شریعت کی تصحیح 1330ھ کے بعد کی ہے۔ اس لئے معتبر و معتمد یہی ہے جو المملفوظ میں ہے اور جو حضرت صدر الشریعہ نے بیان فرمایا۔

(حاشیہ حوالہ بالا)

قال الرافعی: قول الشارح ویسن ان یلصق کعبیہ: قال الشیخ ابو الحسن السنندی الصغیر فی تعلیقتہ علی الدر: هذه السنة انما ذکرها من ذکرها من المتأخرین تبعاً للہجتی و لیس لها ذکر فی الکتب المتقدمة كالهداية و شروحها، و کان بعض مشایخنا یری انها من اوہام صاحب الہجتی، ولم ترد فی السنة علی ما وقفنا علیہ، و کانہم توہموا ذالک ہما ورد ان الصحابة كانوا یہتہون بسد الخلل فی الصفوف حتی یضہون الکعاب و البناکب ولا یخفی ان المراد هنا الصاق کعبہ بکعب صاحبہ لا

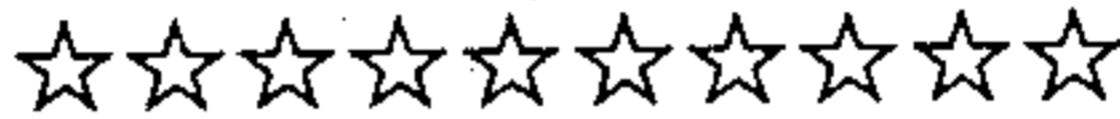
كعبه مع كعبه الآخر.

(تقريرات الراعى على هامش رد المحتار على الدر مختار)

(ج 2 ص 240، مطبوعه مكتبة رشديه كوتله)

وقال العلامة الكنوى: قلت لقد وارت هذه المسئلة في سنة اربع وثمانين بعد الالف و المائتين بين علماء عصرنا فاجاب اكثرهم بان الصاق الكعبين في الركوع و السجود ليس بمسنون ولا اثر له في الكتب المعتبرة والقول الفيصل ان يقال ان كان المراد بالالصاق الكعبين ان يلزق البصلي احدى كعبيه بالآخرى ولا يفرج بينهما كما هو ظاهر عبارة الدر مختار والنهر و غيرهما و سبق اليه فهم المفتى ابى السعود ايضاً فليس هو من السنن على الاصح كيف وقد ذكر المحققون من الفقهاء ان الاولى للبصلي ان يجعل بين قدميه نحو اربعة اصابع ولم يذكروا انه يلزقها في حالة الركوع او السجود.

(سعاين ج 2 ص 182)



## رکوع و سجود میں تسبیحات

عن عتبة بن عامر قال لما نزلت فسبح باسم ربك العظيم قال رسول الله ﷺ اجعلوها في ركوعكم فلما نزلت سبح اسم ربك الاعلى قال اجعلوها في سجودكم۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 134، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(سنن ابن ماجہ ص 63، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سبح اسم ربك العظيم تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسے یعنی سبحان ربی العظيم کو اپنے رکوع میں پڑھو اور جب سبح اسم ربك الاعلى نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسے یعنی سبحان ربی الاعلى کو اپنے سجدہ میں پڑھو۔

عن حذيفة قال صليت مع رسول الله ﷺ فر كع فقال في ركوعه سبحان ربی العظيم وفي سجوده سبحان ربی الاعلى۔

(سنن نسائی ج 1 ص 160، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(جامع ترمذی ج 1 ص 81، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 134، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا تو رکوع میں سبحان ربی العظيم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلى پڑھا۔

عن حذيفة بن اليمان انه سمع رسول الله ﷺ يقول اذا ركع سبحان ربی العظيم ثلاث مرات وذا سجد قال سبحان ربی الاعلى ثلاث مرات۔

(سنن ابن ماجہ ص 64، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے جب رکوع کیا تو آپ ﷺ نے اس میں تین بار سبحان ربی العظیم اور جب سجدہ کیا تو اس میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا۔

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ اذا ركع احدكم فليقل في ركوعه سبحان ربى العظيم ثلاثا فاذا فعل ذلك فقد تم ركوعه واذا سجدا احدكم فليقل في سجوده سبحان ربى الاعلى ثلاثا فاذا فعل ذلك فقد تم سجوده وذاك ادناه۔

(سنن ابن ماجہ ص 63، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 136، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(جامع ترمذی ج 1 ص 60، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں سبحان ربی العظیم تین بار کہے، پس اگر وہ ایسا کرے تو اس نے اپنا رکوع مکمل کیا اور جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو وہ اپنے سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہے، پس اگر وہ ایسا کرے تو اس نے اپنا سجدہ مکمل کیا اور یہ کم از کم ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## رکوع و سجود میں تسبیحات کا حکم

رکوع و سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ ہے لیکن نماز کی صحت پر فرق نہیں پڑے گا، کیوں کہ یہ نماز کے فرائض اور نہ ہی واجبات میں سے ہے۔ لہذا اس کا ترک اساعت و کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ لہذا اگر کسی نے تسبیح نہیں پڑھی تو بھی نماز ہو جائے گی۔ لیکن وہ شخص تارك السنۃ ہوگا۔ امام نسائی نے باب باندھا ہے۔

(باب الرخصة في ترك الذكر في الركوع)

(ترجمہ) باب رکوع میں کچھ بھی نہ پڑھنے کی رخصت کے بیان میں۔

پھر آگے چل کر سجود کے بیان میں بھی ایسا ہی باب باندھا ہے۔

(باب الرخصة في ترك الذكر في السجود)

(ج 1 ص 170)

اور پھر اس باب میں مندرجہ ذیل حدیث لائے ہیں۔

رفاعة بن رافع و كان بدرياً قال كنا مع رسول الله ﷺ اذ دخل رجل في المسجد فصلى و رسول الله ﷺ يرمقه ولا يشعر ثم انصرف فاتى رسول الله ﷺ فسلم عليه فرد عليه السلام ثم قال ارجع فصل فانك لم تصل قال لا ادري في الثانية او في الثالثة قال و الذى انزل عليك الكتاب لقد جهدت فعلمنى و ارنى قال اذا اردت الصلوة فتوضأ فاحسن الوضوء ثم قم فاستقبل القبلة ثم كبر ثم اقرأ ثم اركع حتى تطبئن راكعاً ثم ارفع حتى تعتدل قائماً ثم اسجد حتى تطبئن ساجداً ثم ارفع رأسك حتى تطبئن قاعداً ثم اسجد حتى تطبئن ساجداً فاذا صنعت ذلك فقد قضيت صلاتك وما انتقصت من ذلك فانما تنقصه من صلاتك.

(سنن نسائی ج 1 ص 161، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت رفاعہ ابن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے کہ ہم حضور سرور کونین ﷺ کے ہمراہ تھے۔ اسی دوران ایک شخص نے مسجد حاضر ہو کر نماز پڑھی۔ آپ ﷺ اس کو ملاحظہ فرما رہے تھے لیکن اس کو خبر نہ تھی۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو حضور پر نور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب فرمایا پھر ارشاد فرمایا۔ تو نے تو نماز نہیں پڑھی، دوبارہ نماز پڑھ۔ اس نے دوسری یا تیسری بار عرض کیا۔ اس ذات گرامی کی قسم جس نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا۔ میں تھک گیا ہوں، آپ ﷺ مجھے سکھلائیں اور بتائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم نماز پڑھنا چاہو تو اچھی طرح وضو کرو۔ پھر کھڑے ہو قبلہ رخ اور تکبیر کہو، پھر قرآن مجید کی تلاوت کرو، پھر اچھی طرح اطمینان سے رکوع کرو۔ بعد ازاں سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور پھر اچھی طرح اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ بعد ازاں تسلی سے سجدہ کرو۔ جب تم ہر رکعت میں ایسا کرو گے تو نماز کو ادا کرو گے اور جتنی اس میں کمی کی تو اپنی نماز میں کمی کرو گے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع و سجود میں تسبیحات ضروری یعنی فرض واجب نہیں ہیں۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو نماز سکھاتے ہوئے تسبیحات رکوع و سجود کا ذکر نہیں فرمایا۔ امام نسائی نے بھی اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا۔ جیسا کہ باب کے عنوان سے معلوم ہوا۔ اور مندرجہ ذیل آثار سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

عطاء الخراسانی ان ابن عباس قال ارکع حتی تستمکن کفیک  
من رکبتیک قدر ثلاث تسبیحات۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 158، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) عطاء خراسانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رکوع اس طرح کرو کہ تمہاری ہتھیلیاں تمہارے گھٹنوں پر ٹک جائیں۔ تین تسبیح کی مقدار۔

عن هشام عن ابن سیرین قال اذا وضع یدیه علی رکبتیه فقد  
اتم وذا امکن جہتہ من الارض فقد اتم قال سفیان وان لم  
يفعل شیئا۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 159، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) ہشام بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ جب نمازی نے اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لیے تو اس نے رکوع (کافرض) پورا کیا اور جب اس نے اپنی پیشانی زمین پر لگا دی تو اس نے سجدہ (کافرض) پورا کیا۔ سفیان (راوی) نے کہا، اگرچہ کچھ بھی نہ کرے یعنی کچھ بھی نہ پڑھے۔

پس ثابت ہوا کہ تسبیحات رکوع وسجود سنت ہیں اور اس کا ترک علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق کراہت تحریمی سے کم اور کراہت تنزیہی سے زیادہ یعنی اساعت ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو شامی نے فرمایا۔

قال فی البحر:- فالمراد من الکراہة فی قولہم لو ترک التسبیحات اصلاً او نقص عن الثلات فهو مکروہ کراہة التنزیہة لانہا فی مقابلة المستحب۔

(بحر الرائق ج 1 ص 551، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وقال الشامی:- وقد منافی سنن الصلوٰة عن اصول ابی الیسر ان حکم السنة ان یندب الی تحصیلها و یلام علی ترکها مع حصول اثم یسیر و هذا یفید ان کراہة ترکها فوق التنزیہ و تحت المکروہة تحریماً و بهذا یضعف قول البحر ان الکراہة هنا للتنزیہ لانہ مستحب۔

(شامی ج 2 ص 242، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## تعدیل ارکان

رکوع و سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہے۔ اس کی تفصیل تو آپ نے پڑھ لی اور تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود میں کم از کم ایک تسبیح کی مقدار رکنا بعض کے نزدیک فرض ہے۔ وہ مسیئ الصلوٰۃ کی اس مشہور حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ جس میں آپ ﷺ نے تعدیل ارکان ادا نہ کرنے والے شخص کو نماز دہرانے کا حکم دیا تھا۔

(بخاری ج 1 ص 109)

اس حدیث کو ہم نے نسائی کے حوالے سے تسبیحات کے بیان میں نقل کیا ہے وہاں دیکھ لیں۔

تعدیل ارکان کو فرض قرار دینے والے علماء اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس شخص کو آپ ﷺ نے بار بار تعدیل ارکان ادا نہ کرنے کی وجہ سے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ لہذا تعدیل ارکان فرض ہیں جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

احناف یعنی ہمارے نزدیک تعدیل ارکان واجب ہیں نہ کہ فرض اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا

(الحج آیت 77)

(ترجمہ) اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔

اس آیت میں مطلقاً رکوع و سجود کا حکم دیا گیا ہے۔ رکوع یعنی اتنا جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں کو پہنچ جائیں۔ سجدہ یعنی پیشانی اور اعضاء سجود کو زمین پر رکھ لینا سجدہ ہے۔

لہذا اسی قدر فرض ہوگا اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے مطلق حکم کو مقید نہیں کر سکتے۔ البتہ اس حدیث پر اس طرح عمل کریں گے کہ کتاب اللہ کا مطلق اپنے اطلاق پر ہے اور حدیث پر بھی عمل ہو۔ وہ اس طرح کہ کتاب اللہ کی رو سے تو مطلق رکوع و سجود فرض ہیں اور خبر واحد کی وجہ سے تعدیل ارکان واجب ہیں۔ جس کا



حکم یہ ہے کہ اگر جان بوجھ کے چھوڑے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور اگر بھول سے رہ جائے تو سجدہ سہو کرے۔

اور دیکھا جائے تو خود اس مذکورہ حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کو نماز کا صحیح و کامل طریقہ یعنی تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ بتانے کے بعد فرمایا۔

فاذا صنعت ذلك فقد قضيت صلواتك وما انتقصت من ذلك  
فانما تنقصه من صلواتك۔

(سنن نسائی ج 1 ص 161، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پس اگر تم نے اس طرح نماز پڑھی تو تم نے اپنی نماز مکمل کی اور اگر اس میں کمی کی تو اپنی نماز ناقص کی۔

پس ثابت ہوا کہ تعدیل ارکان واجب ہیں جن کی ادائیگی سے نماز کامل ہوتی ہے اور ان کے ترک سے نماز ناقص ہوتی ہے۔ پھر اگر بھول سے رہ جائے تو سجدہ سہو کے ذریعے نماز کامل کرے اور جان بوجھ کر ترک کیا ہے تو دوبارہ کامل پڑھے۔

بحر میں ہے:

قوله تعالى: اركعوا واسجدوا۔ (الحج آیت 77) واللفظان خاصان  
معلوم معنا هما فلا تجوز الزيادة عليهما بخبر الواحد لانه لا  
يصلح ناسخاً للكتاب و يصلح مكملًا فيحصل امره بالاعادة  
والطمانينة على الوجوب و نفيه للصلاة على نفي كمالها كنفى  
الاجزاء في الحديث الثاني على نفي الاجزاء الكامل و يدل عليه  
اخر حديث البسي صلواته فانه قال فيه: فاذا فعلت ذلك فقد  
تمت صلواتك وان انتقصت منه شيئاً انتقصت من صلواتك فقد  
سماها صلاة والباطلة ليست صلاة ولانه تركه عليه السلام  
بعداول ركعة حتى اتم ولو كان عدمها مفسداً لفسدت باول

ركعة و بعد الفساد لا يحل المضى فى الصلاة و تقريره عليه  
السلام من الادلة الشرعية.

(بحر الرائق ج 1 ص 522، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ارکعوا واسجدوا یہ دونوں خاص الفاظ ہیں اور ان کے معنی معلوم ہیں۔ (رکوع کا مطلب اس قدر جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں کو پہنچ جائیں اور سجدہ کا مطلب ہے پیشانی اور اعضاء سجود کو زمین پر رکھ لینا) تو خبر واحد کے ذریعے ان پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ خبر واحد سے کتاب اللہ کے حکم کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا البتہ خبر واحد کتاب اللہ کے حکم کو مکمل کر سکتی ہے۔ پس اس حدیث میں آپ ﷺ کا اس شخص کو نماز کا اعادہ کرنے اور دوبارہ طمانیت یعنی تعدیل ارکان کے ساتھ پڑھنے کا حکم دینا وجوب پر محمول کیا جائے گا (نہ کہ فرضیت پر) اور آپ ﷺ کا اس کی اس نماز (جو بغیر تعدیل ارکان کے پڑھی تھی) کی نفی کو (یعنی آپ ﷺ نے فرمایا ”نماز پڑھو“ تم نے نماز نہیں پڑھی) کامل ہونے کی نفی پر محمول کیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسری حدیث (لا تجزى صلوة لا یقیم الرجل فیہا صلبہ فی الركوع والسجود۔ یعنی جو شخص رکوع اور سجدے میں پیٹھ سیدھی نہ کرے اس کی نماز جائز نہیں ہے) میں جائز نہیں ہے سے مراد، کامل نہیں ہے اور اس پر مسیئى الصلوة کی حدیث (یعنی وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے تعدیل ارکان ادا نہ کرنے والے کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا) کا آخری حصہ بھی دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ اس میں آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا۔ پس اگر تم نے اس طرح نماز پڑھی یعنی تعدیل ارکان کے ساتھ تو تم نے اپنی نماز کامل کی اور اگر اس میں کمی کی تو اپنی نماز میں کمی کی۔ پس آپ ﷺ نے اس نماز کو بھی (جو تعدیل ارکان کے بغیر پڑھی تھی) نماز کہا اور جب کہ باطل تو نماز نہیں ہوتی، اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ نے اسے پہلی رکعت کے بعد بھی چھوڑا یعنی نماز پڑھنے دی۔ یہاں تک کہ اس نے نماز پوری کی اور اگر تعدیل ارکان نہ کرنے سے نماز فاسد ہوتی تو پہلی رکعت سے ہی نماز فاسد ہو جاتی اور فاسد ہونے کے بعد نماز کو جاری رکھنا جائز نہیں ہے۔ (جب کہ اس شخص نے جاری رکھا اور آپ ﷺ نے اسے پڑھنے دیا، منع نہیں کیا) اور جو فعل آپ ﷺ کے سامنے کیا جائے اور آپ ﷺ منع نہ کریں یہ دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ (کیوں کہ سنت قولی اور سنت فعلی کی طرح سنت تقریری بھی دلیل شرعی ہے)۔

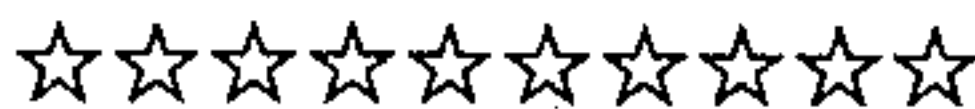
نیز مسئی الصلوٰۃ کی حدیث میں رکوع سے کھڑے ہوتے وقت یعنی قومه اور دونوں سجدوں کے درمیان یعنی جلسہ میں بھی طمانیت کا حکم ہے۔ لہذا صحیح یہی ہے کہ رکوع و سجود کی طرح قومه اور جلسہ میں بھی تعدیل واجب ہے۔

قال الشامی:- والحاصل ان الاصح رواية ودرایة وجوب تعدیل الارکان و اما القومة و الجلسة و تعديلهما فالمشهور في المذهب السنية و روى وجوبها و هو الموافق للأدلة و عليه الكمال و من بعده من المتأخرين و قد علمت قول تلميذه إنه الصواب.

(شامی ج 2 ص 194، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وقال في البحر:- ومقتضى الدليل وجوب الطمانينة في الاربعة و وجوب نفس الرفع من الركوع والجلوس بين السجدين للبوابة على ذلك كله و للامر في حديث المسعى صلواته و في فتاوى قاضى خان في فصل ما يوجب السهو قال المصلى اذا ركع ولم يرفع راسه من الركوع حتى خر ساجداً ساهياً تجوز صلواته في قول ابى حنيفة و محمد و عليه السهو و في المحيط لو ترك تعديل الارکان او القومة التي بين الركوع و السجود ساهياً لزمه سجود السهو. فيكون حكم الجلسة بين السجدين كذلك لأن الكلام فيها واحداً والقول بوجوب الكل هو مختار المحقق ابن الهمام و تلميذه ابن امير حاج حتى قال انه الصواب، والله موفق للصواب.

(بحر الرائق ج 1 ص 523، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)



## تسمیع و تحمید

عبدالرحمن بن الحارث انه سمع ابا هريرة يقول كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلوة يكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول و هو قائم ربنا لك الحمد.

(صحیح بخاری ج 1 ص 109، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت (یعنی شروع کرتے وقت) اللہ اکبر کہتے، پھر رکوع میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمده کہتے، پھر کھڑے کھڑے ربنا لك الحمد کہتے۔

تحمید میں مختلف الفاظ مروی ہیں۔ بعض روایات میں ربنا لك الحمد آیا ہے اور بعض میں واؤ بھی ہے اور بعض میں اللهم بھی ہے۔ لہذا سب سے افضل یہ ہے کہ اللهم ربنا ولك الحمد کہے کہ یہ جامع الروایات ہے۔ دوسرے نمبر پر اللهم ربنا لك الحمد اور تیسرے نمبر پر ربنا لك الحمد۔

قال في الدر: و افضلہ اللهم ربنا ولك الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللهم فقط۔

(در مختار علی ہاشم رد المحتار ج 2 ص 246، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

منفرد، تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا اور مقتدی صرف تسمیع کہے گا۔

عن مُطَرِّفٍ عن عامر قال لا يقول القوم خلف الامام سمع الله لمن حمده ولكن يقولون ربنا لك الحمد۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 131، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) مطرف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عامر (الشبعمی) نے فرمایا کہ مقتدی امام کے پیچھے سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہیں گے لیکن ربنا ولك الحمد کہیں گے۔  
نیز صحیحین کی مندرجہ ذیل حدیث سے بھی یہی استفادہ ہے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللہم ربنا لك الحمد فانه من وافق قوله قول البلائكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔

(متفق علیہ بخاری ج 1 ص 109)

(مسلم ج 1 ص 176، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لك الحمد کہو۔ پس جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے مطابق ہو جائے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

نیز اس حدیث سے ہمارے بعض علماء یہ استدلال بھی کرتے ہیں کہ امام صرف تحمید کہے گا کیوں کہ اس حدیث میں جس طرح مقتدی کے لئے صرف سمیع کا ذکر ہے اسی طرح امام کے لئے صرف تحمید کا ذکر ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مقتدی کی طرح امام بھی سمیع و تحمید دونوں کہے گا۔ کیوں کہ بعض روایات میں اس کی صراحت ہے۔

عن عائشة قالت خسفت الشمس في حياة رسول الله ﷺ فصلى بالناس فلما رفع راسه من الركوع قال سمع الله لمن حمدہ ربنا ولك الحمد۔

(طحاوی ج 1 ص 154، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب رکوع سے سر اٹھایا تو کہا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد۔

عن سعید بن ابی سعید انه سمع ابا ہریرۃ و هو امام للناس في

الصلوة يقول سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد.  
(ترجمہ) حضرت سعید بن ابوسعید فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نماز میں سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد کہتے ہوئے سنا، حالانکہ ابوہریرہ امام تھے۔

قال في الدر: (ويكتفى به الامام) وقال: يضم التحميد سرًا و

قال الشامي: قوله: وقال يضم التحميد. هو رواية عن الامام

ايضاً واليه مال الفضلي والطحاوي وجماعة من المتأخرين.

(رد المحتار على الدر المختار ج 2 ص 246، مطبوعه مکتبه رشديه کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## سجدے میں جانے کا طریقہ

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں جائے۔

ان ابا هريرة كان يكبر في كل صلوة من المكتوبة و غيرها في رمضان و غيره فيكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع ثم يقول سمع الله لمن حمده ثم يقول ربنا ولك الحمد قبل ان يسجد ثم يقول الله اكبر حين يهوى ساجداً ثم يكبر حين يرفع رأسه من السجود ثم يكبر حين يسجد ثم يكبر حين يرفع رأسه من السجود ثم يكبر حين يقوم من الجلوس في الاثنتين و يفعل ذلك في كل ركعة حتى يفرغ من الصلوة ثم يقول حين ينصرف والذي نفسي بيده اني لا اقر بكم شيها بصلوة رسول الله ﷺ

ان كانت هذه لصلاته حتى فارق الدنيا۔

(بخاری ج 1 ص 110، باب يهوى بالتكبير حين يسجد)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز میں تکبیر پڑھتے خواہ فرض نماز ہو یا غیر فرض ہو، رمضان ہو یا غیر رمضان ہو، پس جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو تکبیر پڑھتے، پھر رکوع کے وقت تکبیر پڑھتے، پھر سجدے سے پہلے کہتے: سمع الله لمن حمده، پھر کہتے: ربنا ولك الحمد، پھر سجدے میں گرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے، حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جاتے، پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ کہتے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز تمہارے قریب کر رہا ہوں۔ بے شک ضرور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی، حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

وروی الترمذی عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ

کان یکبر و هو یهوی قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح و

هو قول اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ و من بعدهم قالوا  
يكبر الرجل وهو يهوى للركوع والسجود۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 59، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے۔

(نوٹ) سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنے کا مطلب ہے کہ جھکنے کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہنا شروع کرے اور سجدے میں پہنچنے کے ساتھ ہی اللہ اکبر ختم کرے۔ نہ تو کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائے اور نہ سجدے میں پہنچ کر اللہ اکبر کہے۔

کما فی الدر: (ثم یکبر) مع الخرور قال الشامی: قوله مع الخرور:  
بان یکون ابتداء التکبیر عند ابتداء الخرور و انتهاء عند  
انتهائه۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج 2 ص 247، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆



## سجدے میں جاتے ہوئے پیٹھ سیدھی رکھے

سجدہ میں جاتے ہوئے سنت طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی ہو، اکثر عوام سجدہ میں جاتے ہوئے زانوؤں پر ہاتھ رکھ کر پیٹھ کو جھکاتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔

قال الشامی و یخر للسجود قائماً مستویاً لا منحنيّاً لئلا یزید  
رکوعاً آخر۔

(شامی ج 2 ص 247، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور کھڑے کھڑے پیٹھ سیدھی کئے ہوئے سجدہ میں جاتے، نہ کہ جھکا کر، تاکہ مزید دوسرا رکوع نہ ہو۔

امام نسائی نے اس کے متعلق ایک باب باندھا ہے۔

باب کیف یحنی للسجود۔

یعنی یہ باب اس بارے میں ہے کہ سجدے میں کس طرح جائے۔ (سنن نسائی ج 1 ص 164)  
اور اس میں حضرت حکیم سے یہ حدیث لائے ہیں۔

عن حکیم قال بایعت رسول اللہ ﷺ ان لا اخر الا قائماً۔

(سنن نسائی ج 1 ص 165، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ سجدہ میں کھڑے کھڑے ہی جاؤں گا۔

## سجدہ میں جانے سے پہلے گھٹنوں کو، پھر ہاتھوں کو، پھر سر کو زمین پر رکھے

عن وائل بن حجر قال رای رسول اللہ ﷺ اذا سجد یضع رکتیه

قبل یدیه و اذا نهض رفع یدیه قبل رکتیه۔ رواه الترمذی و

قال والعمل علیہ عند اکثر اهل العلم یرون ان یضع الرجل

رکبتیہ قبل یدییہ و اذا نهض رفع یدییہ قبل رکبتیہ۔

(جامع ترمذی باب ماجاء فی وضع الیدین قبل الرکبتین فی السجود ج 1 ص 61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ابن ماجہ ص 63، قدیمی کتب خانہ کراچی) (ابوداؤد ج 1 ص 129، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب سجدے سے اٹھنے لگتے تو پہلے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے، پھر گھٹنوں کو اٹھاتے۔

عن عبد اللہ بن مسلم بن یسار عن ابیہ انہ کان اذا سجد یقع  
رکبتاہ ثم یداہ ثم راسہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 295، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسلم بن یسار اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ سجدہ کرتے تو ان کے گھٹنے، پھر ہاتھ، پھر سر زمین پر پڑتا۔  
نیز عبد الرزاق کی روایت میں ہے۔

فاذا اراد ان یقوم رفع وجہہ ثم یدییہ ثم رکبتیہ۔

(المصنف عبد الرزاق ج 2 ص 177، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) پھر جب کھڑے ہونے لگتے تو پہلے سر اٹھاتے، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## اعضاء سجود

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ أمرت ان اسجد  
على سبعة اعظم على الجبهة و اشار بيده على انفه و اليدين  
والرّكبتين و اطراف القدمين و لانكفت الثياب والشعر۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 112، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(صحیح مسلم ج 1 ص 193، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے  
حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ (1) پیشانی۔ اور ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ  
کیا۔ (2,3) دونوں ہاتھ۔ (4,5) دونوں گھٹنئے۔ (6,7) دونوں پاؤں کی انگلیاں، اور یہ کہ میں  
کپڑے اور بالوں کو نہ لپیٹوں۔

اس حدیث میں سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہے۔ دو ہاتھ، دو پاؤں، دو گھٹنئے اور  
پیشانی۔ یہ سات اعضاء ہیں اور ناک بھی پیشانی کا حصہ ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ نے  
پیشانی کا ذکر کرتے ہوئے ناک کی طرف اشارہ کیا اور بخاری نے اس باب کا عنوان بھی باب السجود  
على الانف رکھا ہے۔

نیز ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔

قال ابن طاؤس فکان ابی یقول الیدین والرکبتین والقدمین و  
کان یعد الجبهة والانف واحدا۔

(سنن ابن ماجہ ص 63، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ میرے والد (حضرت طاؤس) فرمایا کرتے کہ وہ سات  
اعضاء یہ ہیں۔ دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنئے، دونوں قدم، اور وہ پیشانی اور ناک کو ایک شمار کیا  
کرتے تھے۔

نیز آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔

ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

وانی رأيتُ كاني اسجد في طين و ماء و كان سقف المسجد جريد النخل وما تری في السبأ شيئاً فجاءت قرعة فامطرنا فصرى بنا النبي ﷺ حتى رأيت اثر الطين والماء على جبهة رسول الله ﷺ و ارنبتہ تصديق روياه۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 112، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں (روای ابوسعید خدری فرماتے ہیں) اور مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی اور ہم آسمان میں کوئی چیز نہیں دیکھ رہے تھے۔ پھر بادل آئے اور ہم پر بارش ہوئی پس نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ حتیٰ کہ میں نے مٹی اور پانی کا نشان آپ ﷺ کی پیشانی اور ناک پر دیکھا۔ یہ آپ کے خواب کی تصدیق تھی۔ نیز ترمذی کی روایت میں ہے۔

ان النبي ﷺ كان اذا سجد امكن انفه وجهته الارض۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) بے شک نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو ناک اور پیشانی کو زمین پر رکھا دیتے۔ مندرجہ ذیل روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک لگانا بھی ضروری ہے۔

عن ابن عباس ان النبي ﷺ راى رجلا يصلى فاذا سجد لم يمس انفه الارض فقال النبي ﷺ لا صلوة لمن لا يمس انفه الارض ما يمس الجبين۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 104، ادارتالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے سجدہ کیا تو ناک کو زمین پر نہیں لگایا۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا جو

شخص (سجدے میں) پیشانی کے ساتھ ناک بھی (زمین پر) نہ رکھے اس کی نماز (کامل) نہیں۔  
عن ابن عباس عن النبي ﷺ وضع انفك يسجد معك۔

(سنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 104، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اپنی ناک کو بھی زمین پر رکھو تا کہ وہ بھی تمہارے ساتھ سجدہ کرے۔

عن عاصم قال كان ابن سيرين اذا سجد على مكان لا يمس انفه  
الارض تحول الى مكان آخر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 293، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) عاصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن سیرین علیہ الرحمۃ جب ایسی جگہ سجدہ کرتے جہاں ناک نہیں لگ سکتی تو وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ نماز پڑھتے۔

پس ثابت ہوا کہ سجدے میں ناک اور پیشانی دونوں لگانا ضروری ہے اور بغیر عذر کے ان میں سے ایک پر اقتصار کرنا جائز نہیں ہے۔

قال في الدر على قول ماتن و كراهة اقتصاره على احدهما: و منعاً  
الاكتفاء بالانف بلا عند و اليه صح رجوعه و عليه الفتوى. و  
قال الشامي: فالاشبهه و جوب و وضعها معاً و كراهة ترك وضع  
كل تحريمًا۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج 2 ص 249، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

و قال في البحر فالحاصل انه لا خلاف بينهم فقول الامام  
بكرهه الاقتصار على الانف البراديه كراهة التحريم و هي في  
مقابلة ترك الواجب، و قولها بعدم الجواز البراديه عدم الحل  
و هو كراهة التحريم فالسجود على الجبهة واجب اتفاقاً لان  
مقتضى الحديث والبواظبة المروية في سنن الترمذي كان النبي  
ﷺ اذا سجد مكن جبهته و انفه بالارض و قال حديث حسن  
صحيح و هكذا في صحيح البخاري لكن هذا يقتضى وجوب

السجود على الانف كالجبهة لان البواضبة المنقولة تعبهما مع  
ان المنقول في البدائع والتحفة والاختيار عدم الكراهة بترك  
السجود على الانف وظاهر ما في الكتاب يخالفه فانه قال:  
و كراهة اى الاقتصار على احدهما، سواء كان الجبهة او الانف وهى  
عند الاطلاق منصرفه الى كراهة التحريم و هكذا فى المفيد  
والمزيد فالقول بعدم الكراهة ضعيف.

(بحر الرائق ج 1 ص 555، مطبوعه مكتبة رشيد كوتيه)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## سجدے میں پاؤں اٹھانا

عن ابی قیس عن مسروق انه رای رجلاً یصلی فابصره رافعاً  
رجلیه وهو ساجد فقال ماتمت صلوة هذا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 324، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 174، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) ابوقیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسروق نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے دونوں پیر زمین سے اٹھائے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اس کی نماز نامکمل ہے۔

## سجدے میں دونوں پاؤں کو کھڑا

### اور پاؤں کی انگلیوں کو کشادہ اور قبلہ رخ رکھنا

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی نماز کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واستقبل باطراف اصابع رجلیه القبلة۔

(بخاری ج 1 ص 114، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) آپ ﷺ نے سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کی سروں کو قبلہ کی طرف کیا۔ یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے۔ (ج 1 ص 115) اور ابوداؤد کی ایک اور روایت میں الفاظ ہیں۔

ویفتح اصابع رجلیه اذا سجد۔

(ابوداؤد ج 1 ص 115، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) اور پاؤں کی انگلیوں کو کشادہ رکھتے جب سجدہ کرتے۔

اور امام نسائی نے اس کے متعلق ایک باب باندھا ہے۔

باب فتح اصابع الرجلین فی السجود۔

اور اس باب میں ابو حمید ساعدی کی روایت مختصر آلائے ہیں۔

كان النبي ﷺ اذا اهوى الى الارض ساجداً جا في عضديه عن ابطينه وفتح اصابع رجليه۔

(سنن نسائی ج 1 ص 166، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ جب سجدے میں جاتے تو آپ ﷺ اپنے بازو بغلوں سے جدا رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں کھلی رکھتے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سجدے میں پاؤں رکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کیا جائے اور ان کی انگلیوں کو زمین پر اس طرح رکھے کہ انہیں آگے کی طرف موڑ کر ان کا رخ قبلہ کی طرف کیا جائے۔ نیز انگلیوں کی صرف نوک زمین پر لگانا کافی نہیں ہے کہ اس صورت میں بھی ان کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا بلکہ انگلیوں کو زمین پر جمائے اور انہیں آگے کی طرف موڑے تاکہ قبلہ رخ ہوں۔

عن سليمان بن موسى قال امكن في السجود ركبتيك و صدور قد ميك من الارض۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 174، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) سلیمان بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ سجدہ میں اپنے گھٹنوں اور پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر جماؤ۔

عن ابن عون عن محمد انه كان يكره ان يسجد و اصابع رجليه هكذا و وصف انه يثنيها الى بطن رجليه وقال ابسطها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 293، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابن عون بیان کرتے ہیں کہ محمد ناپسند کرتے تھے کہ کوئی اس طرح سجدہ کرے کہ اس کی انگلیاں پاؤں کے پیٹ کی طرف (یعنی پیچھے کی طرف) مڑی ہوں اور فرماتے انہیں آگے یعنی قبلہ کی طرف پچھاؤ۔

قال العلامة الحصكفي:- يفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة



نحو القبلة والال لم تجز والناس عنه غافلون.

(در مختار ج 2 ص 249، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قال الشامي عن شرح المنية:- ان المراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها و الالف هو وضع ظهر القدم وقد جعلوه غير معتبر وهذا مما يجب التنبيه له فان اكثر الناس عنه غافلون. اقول وفيه نظر فقد قال في الفيض ولو وضع ظهر القدم دون الاصابع بأن كان المكان ضيقاً او وضع احداهما دون الاخرى لضيقه جاز كما لو قام على قدم واحد وان لم يكن المكان ضيقاً يكره فهذا صريح في اعتبار وضع ظاهر القدم وانما الكلام في الكراهة بلا عذر لكن رايت في الخلاصة ان وضع احداهما ب"ان" الشرطية بدل "او" العاطفة لكن هذا ليس صريحاً في اشتراط توجيه الاصابع بل المصرح به ان توجيهها نحو القبلة سنة يكره تركها كما في البر جندی والقهستاني.

(رد المحتار على الدر المختار ج 2 ص 251، مطبوعه مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## سجدے میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانا اور انہیں قبلہ کی طرف پھیلانا

عن البراء بن عازب قال قال رسول الله ﷺ اذا سجد فوضع يديه  
بالارض استقبال بكفيه واصابعه القبلة.

(سنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 113، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتے۔ ہتھیلیوں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے۔

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال قال كان النبي ﷺ اذا ركع  
فرج اصابعه واذا سجد ضم اصابعه.

(سنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 112، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو انگلیوں کو کشادہ کرتے اور جب سجدہ کرتے تو انگلیوں کو ملا دیتے۔

(نوٹ) نماز میں صرف یہ دو ہی مقام ہیں جہاں انگلیاں ملانا یا کشادہ کرنے کا حکم ہے۔ باقی پوری نماز میں انگلیوں کو متکلفاً نہ کشادہ کرنا ہے نہ ملانا ہے بلکہ ان کی حالت پر چھوڑنا سنت ہے۔

قال في الدر: ولا يندب التفریح الا هنا ولا الضم الا في السجود.

(در مختار علی ہاشم رد المحتار ج 2 ص 211، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

عن ابراهيم قال اذا سجدت فلا تضم كفيك وابط اصابعك

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 291، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابراہیم (نخعی) نے فرمایا۔ جب سجدہ کرو تو منٹھی بند مت کرو اور انگلیوں کو (قبلہ کی طرف) پھیلا دو۔

عن عثمان الثقفي ان عائشة رأت رجلاً مائلاً بكفيه عن القبلة

## فقلت اعد لها الى القبلة

(مصنف ابن شيبه ج 1 ص 296، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) عثمان ثقفی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو دیکھا۔ جس کی ہتھیلیاں (سجدہ میں) قبلہ سے مڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا انہیں قبلہ کی طرف کرو۔

عن حفص بن عاصم قال صليت الى جنب ابن عمر ففرجت بين اصابعي حين سجدت فقال يا ابن اخي اضمم اصابعك اذا سجدت واستقبل القبلة واستقبل بالكفين القبلة فانها تسجدان مع الوجه.

(المصنف عبدالرزاق ج 2 ص 172، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) حضرت حفص بن عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے سجدہ میں اپنی انگلیوں کو کشادہ کیا۔ پس آپ نے فرمایا۔ اے بھتیجے سجدہ میں اپنی انگلیاں ملاؤ اور انہیں قبلہ رخ کرو اور ہتھیلیوں کو بھی قبلہ رخ کرو کہ وہ بھی چہرے کے ساتھ سجدہ کرتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## سجدہ میں اپنی کلائیاں نہ بچھائے

عن انس بن مالك عن النبي ﷺ قال اعتدلوا في السجود ولا يبسط احدكم ذراعيه انبساط الكلب.

(صحیح بخاری ج 1 ص 113، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(صحیح مسلم ج 1 ص 193، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن نسائی ج 1 ص 166، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ سجدہ میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنی کلائیوں کو اس طرح نہ بچھائے جس طرح کتا بچھاتا ہے۔

عن البراء قال قال رسول الله ﷺ اذا سجدت فضع كفيك وارفع مرفقيك.

(صحیح مسلم ج 1 ص 194، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھو اور اپنی کلائیاں (کہنیاں) اٹھاؤ۔

## سجدہ میں سر اور پیشانی کو دونوں ہاتھوں کے بیچ

اس طرح رکھنا کہ ہاتھ کانوں کے برابر ہوں

عن ابي اسحاق قال قلت للبراء بن عازب ابن كان النبي ﷺ يضع وجهه اذا سجد فقال بين كفيه.

(جامع ترمذی ج 1 ص 62، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

پوچھا کہ نبی ﷺ سجدہ میں اپنا چہرہ (پیشانی) کہاں رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا دونوں ہتھیلیوں کے بیچ۔

عن وائل بن حجر قال رمقت رسول الله ﷺ فلما سجد كانت يداه  
حذوا اذنيه۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 175، المكتب الاسلامی)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 291)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## سجدے میں بازوؤں کو پہلو سے دور رکھے اور بغلوں کو ظاہر کرے

عن عبدالله بن مالك بن بچينة ان النبي ﷺ كان اذا صلى فرج  
بين يديه حتى يبدو بياض ابطيه.

(بخاری ج 1 ص 112)

(صحیح مسلم ج 1 ص 194، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مالک بن بچینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز  
پڑھتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کشادہ رکھتے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی ظاہری ہوتی۔

عن ميهونة قالت كان النبي ﷺ اذا سجد لو شئت بهمة ان تمر  
بين يديه لمرت.

(صحیح مسلم ج 1 ص 194، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اس طرح سجدہ کرتے کہ اگر  
بکری کا بچہ آپ کی بغلوں کے درمیان میں سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔

عن ابي حميد الساعدي قال كان النبي ﷺ اذا هوى الى الارض  
ساجدا جاني عضديه عن ابطيه وفتح اصابع رجليه.

(سنن النسائی ج 1 ص 166، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سجدہ میں جاتے  
تو آپ ﷺ اپنے بازو بغلوں سے جدا رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں کھلی رکھتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## سجدہ میں دونوں رانوں کو ایک دوسرے سے

### نیز پیٹ سے جدا رکھنا

عن ابی حمید الساعدی بہذا الحدیث قال و اذا سجد فرج بین  
فخذیہ غیر حامل بطنہ علی شیء من فخذیہ۔

(ابوداؤد ج 1 ص 116، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب  
آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو اپنی رانوں کے درمیان فاصلہ رکھا اور پیٹ کا ذرا حصہ بھی رانوں پر نہ رکھا۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال اذا سجد احدکم فلا یفتش  
یدیہ افتراش الکلکب ولیضم فخذیہ۔

(ابوداؤد ج 1 ص 138، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے  
کوئی سجدہ کرے تو کتے کی طرح اپنے بازوؤں کو زمین پر نہ پکھائے اور نہ اپنی رانوں سے ملائے۔

## سجدہ میں سرین کو اٹھانا

عن اسحاق قال و صف لنا البراء ابن عازب (السجود کہا فی  
النسائی) فوضع یدیہ و اعتمد علی رکبتیہ و رفع عجیزتہ و قال  
ہکذا کان رسول اللہ ﷺ یسجد۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 137، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں  
سجدہ کا طریقہ بتایا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور اپنے گھٹنوں پر بوجھ  
ڈالا اور اپنی سرین کو اٹھایا اور فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ اسی طرح سجدہ کرتے تھے۔



## تسبیحات سجدہ

اس کی تفصیل تسبیحات رکوع کے بیان میں گزر چکی ہے وہاں پر دیکھئے۔

### جلسہ

عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ دخل المسجد، (الحديث) وفيه قال رسول الله ﷺ ثم ارفع حتى تطئن جالسًا.

(صحیح بخاری ج 1 ص 109، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول الله ﷺ اذا رفع راسه من الركوع لم يسجد حتى يستوي قائمًا فاذا سجد فرفع راسه لم يسجد حتى يستوي جالسًا وكان يفتريش رجله اليسرى.

(سنن ابن ماجہ ج 1 ص 63، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس وقت تک سجدہ نہیں کرتے جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے، پھر جب ایک سجدہ سے سر اٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرتے جب تک کہ سیدھے بیٹھ نہ جاتے اور آپ (جلسہ میں) بائیں پیر پچھاتے۔

(نوٹ) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا جلسہ کہلاتا ہے اور جیسا کہ رکوع کے بیان میں آپ نے پڑھا کہ قومہ اور جلسہ میں بھی تعدیل ارکان واجب ہے۔ تعدیل ارکان کی مکمل بحث وہاں پر ملاحظہ کیجئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆



## جلسہ میں بیٹھنے کا طریقہ

عن عبد الله و هو ابن عبد الله بن عمر عن ابيه قال من سنة  
الصلوة ان تنصب القدم اليهني واستقباله باصابعها القبلة و  
الجلوس على يسرى۔

(سنن نسائی ج 1 ص 173، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا نماز کی سنتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو  
کھڑا کیا جائے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کیا جائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔  
دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں پاؤں پچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں  
پاؤں اس طرح کھڑا کرے کہ اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ یہی طریقہ تشہد کے نئے قعدہ اوٹن  
واخیرہ میں بیٹھنے کا ہے۔ لہذا پوری تفصیل وہاں آئے گی۔ البتہ ایک وضاحت یہاں پر ضروری ہے کہ  
بعض لوگ بغیر عذر کے ایک سجدہ سے اٹھ کر مندرجہ بالا سنت طریقے کے مطابق بیٹھنے کے بجائے  
پنجوں کے بل تھوڑا رک کر دوسرے سجدہ میں جاتے ہیں۔ یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ جلد بازی میں  
اگر ایک تسبیح کی مقدار بھی نہیں رکے اور فوراً دوسرے سجدے میں جائے تو ترک واجب (تعدیل  
ارکان) کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء ہوگی۔ ہاں اگر عذر ہو تو کوئی حرج نہیں۔

عن مغيرة بن حكيم انه راى عبد الله بن عمر يرجع في سجدتين في  
الصلوة على صدور قدميه فلما انصرف ذكر له ذلك فقال انها  
ليست سنة الصلوة وانما افعل هذا من اجل انى اشتكى۔

(موطا امام مالک)

(ترجمہ) حضرت مغیرہ بن حکیم فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کو دیکھا کہ وہ نماز میں دونوں سجدوں کے درمیان دونوں پیروں کی انگلیوں (پنجوں) پر بیٹھے۔  
جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے اس بات کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ نماز میں ایسا کرنا  
سنت نہیں۔ لیکن میں تکلیف کے باعث ایسا کرتا ہوں۔

## جلسہ میں اللہم اغفر لی کہنا

عن منصور قال قلت لابراهيم تقول بين السجدين شيئاً قال  
ما اقول بينهما شيئاً.

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 188، المكتب الاسلامی)

(ترجمہ) منصور کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ کیا تم دونوں سجدوں کے درمیان کچھ پڑھتے ہو تو انہوں نے فرمایا۔ میں دونوں کے سجدوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھتا۔ ہمارے علماء کے نزدیک جلسہ میں کچھ پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ بعض روایات میں رب اغفر لی وغیرہ کا پڑھنا مذکور ہے۔ جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے۔

وكان يقول بين السجدين رب اغفر لي رب اغفر لي

(سنن نسائی ج 1 ص 172، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) یعنی آپ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں رب اغفر لی کہتے۔ اسے ہمارے علماء نوافل پر محمول کرتے ہیں یا منفرد کے لئے فرض میں اور امام بھی اگر مقتدیوں پر گراں نہ ہو تو پڑھ سکتا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

قال ابو يوسف سألت الامام ايقول الرجل اذا رفع راسه من  
الركوع والسجود اللهم اغفر لي قال يقول ربنا لك الحمد و  
سكت ولقد احسن في الجواب اذ لم ينه عن الاستغفار، نهرا  
وغیره. اقول بل فيه اشارة الى انه غير مكروه اذ لو كان مكروهاً  
لنهي عنه كما ينهي عن القراءة في الركوع والسجود وعدم كونه  
مسنوناً لا ينافي في الجواز كالتمسية بين الفاتحة و السورة بل  
ينبغي ان يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدين خروجاً من  
خلاف الامام احمد لا بطلان الصلاة بتركه عامداً ولم ار من

صرخ بذالك عندنا لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف  
والله اعلم۔

(شامی ج 2 ص 261، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) امام ابو یوسف نے فرمایا۔ میں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا۔ کیا آدمی رکوع و سجود سے سر اٹھانے کے بعد اللھم اغفر لی کہہ سکتا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ وہ ربنا لک الحمد کہے یہ فرمایا اور خاموش ہو گئے۔ کیا ہی خوب جواب دیا کہ استغفار سے منع نہیں کیا۔ (علامہ شامی فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں، بلکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔ اگر مکروہ ہوتا تو آپ ضرور منع فرماتے۔ جیسا کہ آپ نے رکوع و سجود میں قرأت قرآن سے منع کیا ہے اور اس دعا کا مسنون نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ جائز بھی نہ ہو۔ جیسا کہ سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کا مسئلہ (کہ مسنون نہیں لیکن ناجائز بھی نہیں۔ اس کی تفصیل گزر چکی)۔ بلکہ چاہئے کہ دونوں سجدوں کے درمیان دعا مستحب ہوتا کہ امام احمد کے اختلاف سے نکلا جائے کیوں کہ ان کے نزدیک جان بوجھ کر یہ دعا ترک کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ ہمارے مذہب حنفیہ کی اس مسئلہ میں تصریح کسی نے کی ہو۔ لیکن یہ تصریح البتہ کی ہے کہ اختلافات ائمہ کی رعایت کرنا مستحب ہے۔

مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ احناف کے نزدیک بھی جلسہ میں اللھم اغفر لی کہنا ناجائز یا مکروہ نہیں ہے بلکہ ہمارے علماء نے اس کے استحباب کی تصریح کی ہے بلکہ جب حدیث میں اس کی تصریح ہے تو یہ سنت ہے اور ہمارے علماء نے جو سنیت کی نفی کی ہے۔ (کہا فی تنویر الابصار: ولیس بینہما ذکر مسنون) اس سے مراد سنت مؤکدہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

## کیا جلسہ استراحت سنت ہے؟

ہمارے علماء کے نزدیک پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بغیر بیٹھے پنچوں کے بل سیدھا کھڑا ہونا سنت ہے۔ جب کہ بعض دیگر علماء کے نزدیک پہلے بیٹھے، پھر کھڑا ہو اور اس بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ ہمارے دلائل درج ذیل ہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال کان النبی ﷺ ینہض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 64، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

امام ترمذی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

علیہ العمل عند اهل العلم یختارون ان ینہض الرجل فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ۔ (حوالہ بالا)

(ترجمہ) اسی پر عمل ہے اہل علم کا وہ پسند کرتے ہیں کہ آدمی نماز میں پنچوں کے بل کھڑا ہو۔

عن عبدالرحمن بن یزید یقول رمقت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الصلوٰۃ فرأیتہ ینہض ولا یجلس قال ینہض علی صدور قدمیہ فی الرکعة الاولی والثالثة۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 179، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) عبدالرحمن بن یزید بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز میں دیکھا۔ آپ پاؤں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہوئے اور بیٹھے نہیں۔

عن عبید بن ابی جعد قال کان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ینہض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 430، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) عبید بن ابوجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے۔

عن الشعبي ان عمرو عليًا واصحاب رسول الله ﷺ كانوا ينهضون في الصلوة على صدور اقدامهم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 431، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی اور دیگر اصحاب رسول ﷺ نماز میں پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے تھے۔

عن وهب بن كيسان قال رأيت ابن الزبير اذا سجد السجدة الثانية قام كما هو على صدور قدميه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 431، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) وہب بن کيسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ جب آپ دوسرا سجدہ کرتے تو اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ جلسہ استراحت سنت نہیں ہے اور جن روایات میں اس کا اثبات ہے وہ عذر پر محمول ہو گا تا کہ روایات میں تطبیق ہو جائے اور تعارض نہ رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

سجدے سے قیام کی طرف کھڑے ہوتے وقت زانوؤں پر  
اعتماد کرتے ہوئے اٹھے اور زمین پر ہاتھ رکھ کر سہارا نہ لے  
پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے سے اٹھتے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھوں سے زور  
دیتے ہوئے اٹھے کہ یہی سنت ہے۔ البتہ کسی عذر مثلاً بیماری یا کمزوری کی وجہ سے زمین پر ہاتھ رکھ  
کر سہارا لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن بغیر کسی عذر کے زمین کے بجائے اپنے گھٹنوں پر زور  
دیتے ہوئے اٹھنا چاہیے کہ یہ سنت ہے۔

ابوداؤد میں وائل بن حجر کی روایت میں ہے۔

و اذا نهض نهض على ركبتيه و اعتمد على فخذيہ۔

(سنن ابی ابوداؤد ج 1 ص 116، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) اور جب آپ ﷺ سجدے سے اٹھتے تو گھٹنوں کے بل اٹھتے اور اپنی رانوں پر بوجھ  
ڈالتے۔

عن ابن عمر قال نهى رسول الله ﷺ قال احمد بن حنبل، ان  
يجلس الرجل في الصلوة و هو معتمد على يده و ذكر في باب رفع  
من السجود و قال ابن عبد الملك نهى ان يعتمد الرجل على يديه  
اذا نهض في الصلوة۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 150، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام احمد حنبل کی روایت کے مطابق  
آپ ﷺ نے نماز میں بیٹھنے کی حالت میں ہاتھ سے زمین پر ٹیک لگانے سے منع فرمایا اور امام  
احمد نے اس روایت کو سجدے سے اٹھنے کے باب میں ذکر کیا اور ابن عبد الملک کی روایت کے  
مطابق آپ ﷺ نے نماز میں سجدے سے (قیام کی طرف) کھڑے ہونے کے وقت ہاتھوں سے  
سہارا لینے یعنی ہاتھ زمین پر رکھ کر کھڑے ہونے سے منع فرمایا۔

پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے اٹھ کر پہلے بیٹھنا پھر کھڑا ہونا (اس بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل ابھی گزری ہے) نیز کھڑے ہوتے وقت زمین پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے سہارے سے اٹھنا، اس بارے میں ہمارا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف صرف فضیلت میں ہے نہ کہ جواز میں۔ ہمارے نزدیک، بنا عذر نہ کرنا افضل ہے۔ لیکن کرنا بھی جائز ہے اور ان کے نزدیک کرنا افضل ہے۔ لیکن نہ کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ ہمارے نزدیک جلسہ استراحت کو اتنا طویل کرنا کہ وہ مشابہ قعدہ ہو جائے یہ مکروہ ہے۔

قال في الدر مع تنوير الابصار (و يكبر للنهوض) على صدور  
قدميه (بلا اعتماد و قعود) استراحة ولو فعل لا بأس

قال الشاھی۔ قوله: (بلا اعتماد... الخ) ای: علی الارض قال فی  
الکفایہ: اشار به الی خلاف الشافعی فی موضعین۔ احدهما  
يعتمد بيديه علی ركبتيه عندنا و عندہ علی الارض و الثانی  
الجلسة الخفيفة۔ قال شمس الائمة الحلوانی۔ الخلاف فی الافضل  
حتى لو فعل كما هو مذهبنا لا بأس به عند الشافعی ولو فعل كما  
هو مذهبہ لا بأس به عندنا کذا فی المحيط قال فی الحلیة و الا  
شبه انه سنة او مستحب عند عدم العذر فيكراه۔ فعله تنزيهاً  
لن ليس به عذر و تبعه فی البحر و اليه يشير قولهم لا بأس  
فانه يغلب فيما ترکه اولی۔ اقول: ولا ینافی هذا ما قدمه الشارح  
فی الواجبات حيث ذکر منها ترك قعود ثانیة و رابعة لان ذاك  
محمول علی القعود الطویل ولذا قيدت الجلسة هنا بالخفيفة  
تأمل۔

(شامی 2 ص 262، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## دوسری رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا

تعوذ تسمیہ نیز ثنا کا تفصیلی بیان شروع کتاب میں گزر چکا ہے۔ البتہ یہاں پر اتنی وضاحت ضروری ہے کہ دوسری رکعت میں ثناء، تعوذ نہیں ہے اور تسمیہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ہمارے علماء کا قول مختار یہ ہے کہ ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لے۔

ابوزرعة قال سمعت ابا هريرة يقول كان رسول الله ﷺ اذا نهض من الركعة الثانية استفتح القراءة بالحمد لله رب العالمين ولم يسكت.

(صحیح مسلم ج 1 ص 219، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو الحمد لله رب العالمين سے قرأت شروع کرتے اور خاموش نہیں ہوتے تھے۔

عن ابراهيم انه كان يقول اذا قراء الرجل في صلاة مرة بسم الله الرحمن الرحيم اجزأه ذلك.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 450، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں جب آدمی نماز میں ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لے تو یہی اس کے لئے کافی ہے۔

عن ابن سيرين اذا تعوذ مرة وقرأ بسم الله الرحمن الرحيم اجزائه بقية صلواته.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 450، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابن سیرین فرماتے ہیں کہ جب کوئی ایک مرتبہ تعوذ اور تسمیہ پڑھ لے تو یہ بقیہ نماز کے لئے کافی ہے۔

عن سعيد بن جبير انه كان يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم في



## کل رکعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 450، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ وہ ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہیں۔

عن شعبة قال۔ سالت المحکم وحمادًا و ابا اسحاق فقالوا اقرأ في

کل رکعة بسم الله الرحمن الرحيم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 450، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) شعبہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت حکم اور حضرت حماد اور حضرت ابواسحاق رحمۃ اللہ

علیہم سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو۔

قال الشامی: و ذکر فی البصفی ان الفتوی علی قول ابی یوسف انه

یسبی فی اول کل رکعة و یخفیہ و ذکر فی البحیط، البختار قول

محمد و هو ان یسبی قبل الفاتحة و قبل کل سورة فی کل رکعة و فی

روایة الحسن بن زیاد انه یسبی فی الركعة الاولى لا غیر و انما

اختیر قول ابی یوسف لان لفظة الفتوی اکد و ابلغ من لفظة

البختار و لان قول ابی یوسف وسط و خیر الامور اوسطها۔

(رد المحتار شرح در مختار ج 2 ص 235، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## دوسری رکعت میں قرأت

عن عبد الله بن ابي قتادة عن ابيه ان النبي ﷺ كان يقرأ في الظهر في الاولين بام الكتاب وسورتين وفي الركعتين الاخيرين بام الكتاب.

(صحیح بخاری ج 1 ص 107، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں (ہر رکعت میں ایک سورۃ) پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

دوسری رکعت میں قرأت کے وہی احکام ہیں جو پہلی رکعت کے ہیں جس کی تفصیل گزر چکی

ہے۔

لہذا دہرانے کی ضرورت نہیں۔

نیز دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ کی تفصیل اسی طرح ہے جو پہلی رکعت کے بیان میں گزر چکی ہے۔

جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو بیٹھ جائے۔ اس بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں۔

پھر اگر دو رکعت والی نماز ہے تو ”یہی قعدہ“ اخیرہ ہے اور تین یا چار رکعت والی نماز ہے تو یہ قعدہ اولیٰ ہے اور تین رکعت والی نماز یعنی مغرب اور ترکی تیسری رکعت اور چار رکعت والی نماز کی چوتھی رکعت میں جو قعدہ کیا جائے گا وہ قعدہ اخیرہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## قعدہ اولیٰ

قعدہ اولیٰ واجب ہے، بھول سے ترک پر سجدہ سہو ہوگا قصداً ترک مکروہ تحریمی اور نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

عن مغیرة بن شعبه قال قال علیہ سلام اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل ان یستوی قائماً فلیجلس فان استوی قائماً فلا یجلس ویسجد سجدة السهو۔

(ابوداؤد ج 1 ص 156 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے پھر اس کو سیدھا کھڑے ہونے سے قبل یاد آجائے (کہ میں نے قعدہ اولیٰ نہیں کیا ہے) تو وہ بیٹھ جائے، اگر اس کو سیدھا کھڑا ہونے کے بعد یاد آئے تو وہ نہ بیٹھے اور دو سجدے سہو کے لئے کرے۔

قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہے جو جلسہ بین السجدتین کا ہے جس کی کچھ تفصیل گزر چکی۔

بخاری میں حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا نقشہ بیان کیا ہے۔ اسی حدیث میں ہے۔

فاذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجله الیسری و نصب الیسئی۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 114، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پھر جب آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں قدم مبارک پچھاتے اور دایاں کھڑا کرتے۔

اور ترمذی میں ابو حمید الساعدی کی روایت میں ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ جلس یعنی للتشهد فافتش رجله الیسری و

اقبل بصدرا الیمنی علی قبلته و وضع کفه الیمنی علی رکتہ الیمنی و کفه الیسری علی رکتہ الیسری و اشار بأصبعه یعنی السبابة۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 65، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ تشہد کے لئے بیٹھے۔ پس آپ ﷺ نے بائیں قدم پچھایا اور دائیں قدم کی انگلیوں کو قبلہ رخ کیا اور دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھا اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت لا نظرن الی صلوة رسول الله ﷺ فلما جلس یعنی للتشہد افتروش رجله الیسری و وضع یدہ الیسری یعنی علی فخذہ الیسری و نصب رجله الیمنی۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 65، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا۔ میں نے کہا میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھوں گا۔ پس آپ ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھے تو بائیں قدم پچھایا اور بائیں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور دائیں قدم کھڑا کیا۔

اس کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں۔

هذا حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اهل العلم وهو

قول سفیان الثوری وابن المبارک و اهل الكوفة۔

(ترجمہ) یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ یہی قول سفیان ثوری ابن مبارک اور اہل کوفہ (احناف) کا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## تشہد

عن عبد الله بن مسعود قال علمنا رسول الله ﷺ اذا قعدنا في الركعتين ان نقول التحيات لله والصلوة والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده ورسوله.

(جامع ترمذی ج 1 ص 65، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سکھایا کہ جب ہم دو رکعتوں کے بعد بیٹھیں تو یہ پڑھیں۔ التحیات لله والصلوة والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده ورسوله۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں۔

حدیث ابن مسعود قد روی عنہ من غیر وجہ و هو اصح حدیث عن النبی ﷺ فی التشهد والعجل علیہ عند اکثر اهل العلم عن اصحاب النبی ﷺ و من بعدہم من التابعین و هو قول سفیان الثوری و ابن المبارک و احمد و اسحاق۔

(ترجمہ) یہ حدیث حضرت ابن مسعود سے کئی طرق سے مروی ہے اور تشہد کے بارے میں وارد، احادیث میں سے یہ صحیح ترین ہے اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا اس پر عمل ہے اور سفیان ثوری ابن مبارک امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔

اور اس میں ہے کہ جب بندہ یہ کلمات السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين کہتا

اصابت كل عبد صالح في السماء والارض۔

(ترجمہ) تو یہ سلام زمین و آسمان میں ہر عبد صالح کو پہنچتا ہے۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 115، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(نوٹ) تشهد واجب ہے اس کے بغیر نماز ناقص و نامکمل ہوگی اگر بھول سے ترک کیا تو سجدہ

سہو سے کامل کرے اور اگر قصد ترک کیا تو مکروہ تحریمی ہوئی۔ لہذا اعادہ کر کے کامل پڑھے۔

عن عبد الله قال كنا رسول الله ﷺ يعلمنا التشهد كما يعلمنا

السورة من القرآن ويقول لا صلوة الا بتشهد۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج 2 ص 378، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشهد

ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ اور فرماتے بغیر تشهد کے نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زیادہ نہ پڑھے

عن عبد الله بن مسعود قال علمني رسول الله ﷺ التشهد في وسط الصلوة و في آخرها قال فكان يقول اذا جلس في وسط الصلوة و في آخرها على و ركه اليسرى التحيات لله و الصلوة و الطيبات السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته السلام علينا و على عباد الله الصالحين اشهد ان الا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله قال ثم ان كان في وسط الصلوة نهض حين يفرغ عن تشهده و ان كان آخرها دعا بعد تشهد بما شاء الله ان يدعوا ثم يسلم.

(مجمع الزوائد ج 2 ص 145 موسسة المعارف بيروت)

(ترجمہ) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نماز کے بیچ اور آخر کا تشہد سکھایا۔ پس آپ ﷺ جب قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ میں بائیں پاؤں پر بیٹھتے تو یہ پڑھتے۔

التحيات لله و الصلوة و الطيبات السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته السلام علينا و على عباد الله الصالحين اشهد ان الا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله پھر اگر قعدہ اولیٰ ہوتا تو تشہد سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو جاتے اور اگر قعدہ اخیرہ ہوتا تو تشہد کے بعد دعا مانگتے، پھر سلام پھیرتے۔

عن مطرف عن الشعبي قال من زاد في الركعتين الاولين على التشهد فعليه سجدتا سهو.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 330، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) مطرف سے روایت ہے کہ حضرت شعبی نے فرمایا جس نے قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زیادہ پڑھا تو اس پر سجدہ سہو ہے۔

سعد بن ابراهيم قال سمعت ابا عبيدة بن عبد الله بن مسعود يحدث عن ابيه قال كان رسول الله ﷺ اذا جلس في الركعتين الاولين كانه على الرضف قال شعبه ثم حرك سعد شفتيه بشئ فاقول حتى يقوم فيقول حتى يقوم.

(جامع ترمذی ج 1 ص 85، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلی دو رکعتوں کے بعد ایسے بیٹھتے گویا کہ آگ میں گرم کئے ہوئے پتھر پر تشریف فرما ہیں۔ (یعنی مختصر) شعبہ کہتے ہیں کہ پھر سعد نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ میں نے کہا، پھر کھڑے ہو جاتے۔ سعد نے کہا ہاں، پھر آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں۔

والعمل على هذا عند اهل العلم مختارون ان لا يطيل الرجل القعود في الركعتين الاولين و لا يزيد على التشهد شيئاً في الركعتين الاولين وقالوا ان زاد على التشهد فعليه سجدتاسهوا.

(جامع ترمذی ج 1 ص 85، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ یہ قول اختیار کرتے ہیں کہ کوئی شخص قعدہ اولیٰ کو طویل نہ کرے اور نہ ہی اس میں تشہد سے زیادہ پڑھے اور فرماتے ہیں کہ تشہد سے زیادہ پڑھا تو اس پر سجدہ سہو ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆



## تشہد میں کلمہ شہادت کے وقت انگلی سے اشارہ کرنا

اس بارے میں بکثرت احادیث مروی ہیں لہذا اس کے سنت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ تمام علماء مع ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اس پر، البتہ اس کے طریقے کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ لہذا ان میں سے کوئی بھی طریقہ جائز ہے۔ ہاں افضلیت میں مختلف قول ہیں۔ مسلم میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی روایت میں ہے۔

كان رسول الله ﷺ اذا قعد يدعو وضع يده اليمنى على فخذة اليسرى ويده اليسرى على فخذة اليسرى و اشار بأصبعه السبابة و وضع ابهامه على اصبعه الوسطى و يلقم كفه اليسرى على ركبتيه.

(صحیح مسلم ج 1 ص 216، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کے وقت اس طرح بیٹھے ہوتے کہ دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ بائیں ران پر ہوتا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے، انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے اور بائیں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے۔

اور مسلم ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے۔

كان ﷺ اذا جلس في الصلوة وضع كفه اليمنى على فخذة اليسرى و قبض اصابعه كلها و اشار بأصبعه التي تلى و وضع كفه اليسرى على فخذة اليسرى.

(صحیح مسلم ج 1 ص 216، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) آپ ﷺ جب نماز میں بیٹھے ہوتے تو دائیں ہتھیلی اپنی دائیں ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے۔

اور ابن عمر کی ہی ایک روایت میں ہے۔

و عقد ثلاثاً وخمسين وإشاراً بالسبابة.

(صحیح مسلم ج 1 ص 216، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو بائیں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور ترمین کا عقد بناتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

اور ابن ماجہ میں وائل بن حجر کی روایت میں ہے۔

عن وائل بن حجر قال رايت رسول الله ﷺ قد حلق الابهام و  
الوسطى ورفع التي تليهما يدعوا بهما في التشهد.

(سنن ابن ماجہ ص 66، ایچ۔ ایم سعید کینی کراچی)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے انگوٹھے اور بیچ والی انگلی کا حلقہ بنا رکھا تھا اور شہادت والی انگلی اٹھا کر تشہد میں دعا مانگ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## طریقہ رفع سبابہ

الغرض انگلی سے اشارہ کرنا سنت سے ثابت ہے اور اس کی کیفیت دو طرح سے منقول ہے۔  
 (1) تخلیق (2) عقد۔ تخلیق کا مطلب ہے چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کرے اور انگوٹھے اور بیچ والی انگلی کا حلقہ باندھے اور شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے۔  
 اور عقد کا مطلب ہے شہادت کی انگلی کے سوا تمام انگلیوں کی مٹھی بند کرے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔ یہ دونوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔ لہذا دونوں جائز و صحیح ہیں۔ البتہ فضیلت کے بارے میں مختلف قول ہیں۔ امام محمد نے موطا میں ابن عمر سے عقد والی روایت بیان کی ہے۔

كان رسول الله ﷺ إذا جلس في الصلوة وضع كفه اليمنى على فخذة اليمنى وقبض أصابعه كلها وأشار بأصبعه التي تليها إلا بهامو وضع كفه اليسرى على فخذة اليسرى۔

(موطا امام محمد ص 108، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنی دائیں ہتھیلی دائیں ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام محمد فرماتے ہیں۔

وبصنيع رسول الله ﷺ ناخذ وهو قول أبي حنيفة۔

(موطا امام محمد ص 108، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے اس طریقے کے مطابق عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔

ہمارے بعض علماء نے حنفیہ کا مختار، تخلیق قرار دیا ہے۔

اور شامی نے دونوں طریقے ذکر کئے ہیں۔

وصفتها ان يخلق من يده اليمنى عند الشهادة الا بهام والوسطى  
و يقبض البنصر والخنصر و يشير بالمسبحة او يعقد ثلاثة و  
خمسين بان يقبض الوسطى والبنصر والخنصر و يضع راس ابها  
مه على حرف مفصل الوسطى الاوسط.

(ثامى جلد 2 ص 266، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جب کہ بعض نے کہا کہ ساری انگلیاں بچھی ہوں اور صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔  
جیسا کہ درمختار میں ہے۔

المفتی بہ عندنا انه يشير باسطة اصابعه كلها۔  
لیکن یہ طریقہ ثابت نہیں۔ اسی جگہ ثامی نے اس کو رد کیا۔

فهذه النقول كلها صريحة بان الاشارة المسنونة انما هي على  
كيفية خاصة وهي العقد او التحليق و اما رواية بسط الاصابع  
فليس فيها اشارة اصلاً۔

(ج 2 ص 266، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) ان تمام نقول میں تصریح ہے کہ اشارہ ایک خاص طریقہ کے ساتھ مسنون ہے اور وہ  
ہے عقد یا تحلیق اور سب انگلیوں کو بچھاتے ہوئے صرف ایک انگلی سے اشارہ کرنا، تو وہ اشارہ ہے  
ہی نہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔

ليس لنا سوى قولين الاول وهو المشهور في المذهب بسط الا  
صابع بدون اشارة الثانى بسط الاصابع الى حين الشهادة في عقد  
عندها ويرفع السبابة عند النفي و يضعها عند الاثبات و هذا  
ما اعتمده المتأخرون لثبوته عن النبي ﷺ بالا حاديث  
الصحيحة ولصحة نقله عن أئمتنا الثلاثة فلذا قال في الفتح ان  
الاول خلاف الدراية و الرواية و اما ما عليه عامة الناس في

زماننا مع الإشارة من البسط بدون عقد فلم اراحدا قال به  
سوى الشارح تبعاً للشرنبلالی عن البرهان للعلامة ابراهيم  
لطرابلسی صاحب الاسعاف من اهل القرن العاشر واذا  
عارض كلامه كلام جمهور الشارحين من المتقدمين  
والمتاخرين من ذكر القولين فقط فالعمل على ما عليه جمهور  
العلماء لا جمهور العوام فاخرج نفسك من ظلمة التقليد  
وحيرة الاوهام واستضيئ مصباح التحقيق في هذا المقام فانه  
من منح الملك العلامة۔

(ثامی ج 2 ص 268، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور اشارہ اس وقت کرے تو اس بارے میں ہمارے علماء کا موقف ہے نفی یعنی لا پرانگی  
اٹھائے اور اثبات یعنی الا پرواپس رکھ لے۔

یرفع الاصبع عند النفی و یضعها عند الاثبات۔

(ثامی ج 2 ص 267، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت

قرأت کی تفصیل آپ نے پڑھ لی نیز تسمیہ، تعوذ وغیرہ کی تفصیل بھی اور یہ بھی کہ دوسری رکعت میں قرأت کا حکم ویسا ہی ہے جیسے پہلی رکعت میں۔ فرض کے علاوہ دیگر نمازوں میں تیسری چوتھی رکعت کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی اور دوسری کا ہے اور فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت فرض نہیں ہے۔ صرف قیام فرض ہے۔

بخاری میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔

قال عمر لسعد لقد شكوك في كل شئ حتى الصلوة قال اما انا فامد في الاوليين و احذف في الاخرين ولا الوما اقتديت به من صلوة رسول الله ﷺ قال صدقت ذاك الظن بك او ظني بك۔

(بخاری ج 1 ص 106، قدیمی کتب خانہ کراچی، باب۔ بطول فی الاولین و بحذف فی الاخرین)

(ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد سے فرمایا۔ اہل کوفہ نے تمہاری ہر چیز میں شکایت کی ہے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی حضرت سعد نے کہا۔ میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں حذف کرتا ہوں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز میں جس چیز کی اقتداء کی ہے اس کو میں ترک نہیں کرتا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ آپ نے سچ کہا اور آپ کے ساتھ یہی گمان تھا یا فرمایا۔ آپ کے ساتھ میرا یہی گمان تھا۔

مندرجہ بالا روایت میں حضرت سعد نے فرمایا۔ میں دوسری دو رکعتوں میں قرأت حذف کرتا ہوں۔ بعض کے نزدیک اس کا مطلب ہے مختصر کرتا ہوں۔ یعنی صرف فاتحہ پڑھتا ہوں۔ یہ بھی ثابت ہے اور بعض کے نزدیک میں قرأت ترک کرتا ہوں، یہ بھی جائز ہے۔ اس سے ہمارے علماء کا موقف ثابت ہوتا ہے کہ دوسری دو رکعتوں میں قرأت فرض نہیں ہے۔

عن عبد الله بن ابي رافع قال كان يعنى علياً يقرأ في الاوليين من الظهر والعصر بأم القرآن وسورة ولا يقرأ في الاخرين۔

(مصنف رزاق ج 2 ص 100، المكتب الاسلامی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن ابورافع فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے۔

عن ابراهیم قال اقرأ فی الاولین بفاتحة الكتاب و سورة و فی  
الآخرین سبح۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 101، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) ابراہیم فرماتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں سبحان اللہ کہو۔

عن ابی اسحاق عن علی و عبداللہ انہما قالا اقرأ فی الاولین و  
سبح فی الآخرین۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 408، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابواسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو، اور دوسری دو رکعتوں میں سبحان اللہ کہو۔

عن علقمة بن قیس ان عبداللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف  
الامام فیما یجہر فیہ و فیما ینخاف فیہ فی الاولین ولا فی  
الآخرین و اذا صلی وحده قرأ فی الاولین بفاتحة الكتاب و  
سورة ولم یقرأ فی الآخرین شیئاً۔

(موطا امام محمد ص 100، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ بے شک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ نہ سری نماز میں، نہ جہری نماز میں، نہ پہلی دو رکعتوں میں، نہ دوسری دو رکعتوں میں اور جب اپنی نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھتے اور دوسری دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

## تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت فرض نہیں ہے۔ اگر تین تسبیح کی مقدار چپ کھڑا رہا تو بھی کافی ہے یا اگر تسبیحات پڑھی تو بھی جائز ہے۔ لیکن سورۃ فاتحہ پڑھنا افضل ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے۔

عن عبد الله بن ابي قتادة عن ابيه ان النبي ﷺ كان يقرأ في الظهر في الاوليين بأم الكتاب وسورتين وفي الر كعتين الاخيريين بأم الكتاب.

(بخاری ج 1 ص 107، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں (ہر رکعت میں ایک سورۃ) پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

## تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ پڑھنا

فرض کی تیسری چوتھی رکعت میں اگر فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ بھی پڑھ لے تو بھی جائز ہے۔ اگرچہ مندرجہ بالا حدیث کے مطابق فاتحہ پر اقتصار کرنا اولیٰ ہے۔ لیکن فاتحہ سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے اور بعض روایات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

عن ابي سعيد الخدري ان النبي ﷺ كان يقرأ في صلوة الظهر في الر كعتين الاوليين في كل ركعة قدر ثلثين آية و في الاخيريين قدر خمس عشر آية او قال نصف ذلك.

(صحیح مسلم ج 1 ص 186، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کی مقدار اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کے برابر یا فرمایا اس کی آدھی مقدار



قرأت فرماتے۔

مندرجہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آخری دو رکعتوں میں (15) پندرہ آیات پڑھتے تھے جو کہ فاتحہ کی آیات سے زیادہ ہیں۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے۔

اسی طرح بیہقی میں ابو عبد اللہ الصناجی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں۔

ابو عبد اللہ الصناجی انه قدم المدينة في خلافة ابي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه فصلي وراء ابي بكر المغرب فقراء ابو بكر في الركعتين الاولين بأم القرآن وسورة سورة من قصار المفصل ثم قام في الركعة الثالثة قال فدنوت منه حتى ان ثيابي لتكاد ان تمس ثيابه فسمعتة قرأ بأم القرآن وهذه الآية ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذا هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب۔

(سنن الكبرى بیہقی ج 2 ص 64، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) ابو عبد اللہ صناجی فرماتے ہیں کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدینہ آئے اور انہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی۔ ابو بکر صدیق نے پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک ایک سورۃ پڑھی، پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے۔ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے قریب ہوا تھا۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں کو چھوتے۔ پس میں نے سنا کہ آپ نے (تیسری رکعت میں) فاتحہ پڑھی اور یہ آیت پڑھی، ربنا لا تزغ قلوبنا... الخ۔

ثابت ہوا کہ فرض کی پچھلی رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ یا کچھ آیتیں قرأت کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

قال في البحر: والظاهر ان الزيادة عليها مباحة۔

(البحر الرائق ج 1 ص 570، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) ظاہر یہ ہے کہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ سے زیادہ پڑھنا مباح (جائز) ہے۔

## قعدہ اخیرہ

قعدہ اخیرہ فرض ہے اور اس کی فرضیت پر علماء کا اجماع ہے۔  
وہی فرض باجماع العلماء۔

(البحر ج 1 ص 512)

البتہ اس کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک مقدارِ تشہد فرض ہے۔  
ہماری دلیل ابوداؤد کی حدیث ہے۔

عن القاسم بن مخيمرة قال اخذ علقمة بيدي وحدثني ان عبد الله  
بن مسعود

اخذ بيده وان رسول الله ﷺ اخذ بيد عبد الله فعلمه التشهد في  
الصلوة فذكر مثل دعاء حديث الاعمش اذا قلت هذا او  
قضيت هذا فقد قضيت صلواتك ان شئت ان تقوم فقم وان  
شئت ان تقعد فاقعد۔

(ابوداؤد ج 1 ص 147 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) قاسم بن مخيمره فرماتے ہیں کہ علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ عبد اللہ بن مسعود نے  
ان کا ہاتھ پکڑا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑ کر انہیں تشہد پڑھنا سکھایا، پھر  
اعمش کی حدیث کی طرح تشہد بیان کیا۔ (تشہد کے اس حدیث کے الفاظ ہم قعدہ اولیٰ کے بیان  
میں بیان کر چکے ہیں بخاری کے حوالے سے)۔ جب تم نے یہ تشہد کہا یا اس سے فارغ ہوئے تو تم  
نماز سے فارغ ہوئے۔ اگر کھڑے ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ (سلام پھیر کر)۔ اگر بیٹھنا چاہو تو  
بیٹھ جاؤ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ قعدہ اخیرہ مقدارِ تشہد فرض ہے۔ اور قعدہ اولیٰ کی طرح قعدہ اخیرہ  
میں بھی تشہد پڑھنا واجب ہے۔

تشہد کی تفصیل قعدہ اولیٰ کے بیان میں گزر چکی۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فرق یہ ہے

کہ قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھنا تھا اور قعدہ اخیرہ میں درود شریف اور دعا بھی مسنون ہے۔ بعض کے نزدیک درود شریف فرض ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ سنت ہے فرض نہیں۔ مندرجہ بالا ابو داؤد کی روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس میں ہے کہ تشہد سکھانے کے بعد فرمایا۔ جب تم نے یہ پڑھ لیا تو تم نے نماز پوری کر لی۔ لہذا درود شریف اور دعا فرض، واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف

نماز میں قعدہ اخیرہ میں درود شریف اور دعا فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے جس کی تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلی قال لقینی کعب بن عجرۃ فقال الا اهدی  
 لك هدیة سمعتها من النبی ﷺ فقلت بلی فاہدہالی فقال سئلنا  
 رسول اللہ ﷺ فقلنا یا رسول اللہ ﷺ کیف الصلوۃ علیکم اهل  
 البیت فان اللہ قد علمنا کیف نسلم علیک قال قولوا اللهم  
 صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل  
 ابراہیم انک حمید مجید۔ اللهم بارک علی محمد و علی آل محمد  
 کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 477، قدیمی کتب خانہ کراچی، کتاب الانبیاء)

(ترجمہ) عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ملے۔ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ تحفہ نہ دوں جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ میں نے  
 کہا کیوں نہیں وہ تحفہ مجھے دیجئے تو فرمایا۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ ہم نے کہا یا رسول  
 اللہ ﷺ آپ پر اور آپ ﷺ کی اہل بیت پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں کہ بے شک اللہ نے ہمیں یہ تو سکھا دیا  
 ہے کہ ہم آپ ﷺ پر سلام کیسے بھیجیں (یعنی سلام کا طریقہ تو ہمیں آتا ہے لیکن صلوٰۃ کیسے بھیجیں۔ جیسا کہ  
 بخاری کتاب الدعوات میں کعب بن عجرہ کی روایت میں ہے۔ فقلنا یا رسول اللہ ﷺ قد  
 علمنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک)۔

آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہو۔ اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت  
 علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اللهم بارک علی محمد و علی آل  
 محمد کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

(نوٹ) یہاں صحابہ کرام کا سوال نماز کے متعلق تھا۔ اس پر محدثین کا اتفاق ہے اور بعض

روایات میں نماز کی تصریح ہے۔ مثلاً منذ احمد بن حنبل میں ہے کہ صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے یوں سوال کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ اما السلام فقد عرفنا فكيف نصلی عليك اذا  
نحن صلینا فی صلوتنا۔

(مذا امام احمد بن حنبل ج 4 ص 119، مکتب اسلامی بیروت)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## درود شریف کے بعد کی دعا

عن عبدالله قال یتشهد الرجل ثم یصلی علی النبی ﷺ ثم یدعو لنفسه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 331، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی پہلے تشهد پڑھے گا، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے گا، پھر اپنے لئے دعا مانگے گا۔

عن فضالہ بن عبید الانصاری ان رسول اللہ ﷺ رای رجلا صلی لم یحمد اللہ ولم یمجده ولم یصل علی النبی ﷺ وانصرف فقال رسول اللہ ﷺ عجل هذا فدعاہ فقال له ولغیرہ اذا صلی احدکم فلیبدأ بتحمید ربہ عزوجل والثناء علیہ ولیصل علی النبی ﷺ ثم یدعو بما شاء۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 148)

(ادارہ التفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت فضالہ بن عبید انصاری سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا۔ جس نے نماز پڑھی اور (تشہد میں) تحمید و تجمید کی اور نبی ﷺ پر درود پڑھا اور چل دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس نے جلدی کی، پھر اس کو بلایا اور اسے اور دوسرے کو کہا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو ابتداء کرے اللہ کی تحمید و تجمید سے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے، پھر جو چاہے دعا مانگے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درود اور دعا فرض یا واجب نہیں ہے۔ ورنہ آپ ﷺ اس شخص کو نماز کا اعادہ کا حکم دیتے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے تعدیل ارکان ادا نہ کرنے والے کو اعادہ کا حکم دیا تھا۔ جس کے متعلق حدیث بخاری و دیگر کتب احادیث کے حوالے سے رکوع کے بیان میں گزر چکی ہے۔

نیز امام بخاری نے باب باندھا ہے۔

باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشهد و لیس بواجب۔  
(ترجمہ) اور اس باب میں عبد اللہ بن مسعود کی تشہد والی روایت لائے ہیں اور اس کے آخر میں ہے۔

ثم لیتخیر من الدعاء اعجبه الیہ فیدعو۔

(بخاری ج 1 ص 115، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) (تشہد کے کلمات کے بعد) پھر اپنے لئے جو دعا چاہے مانگے۔  
معلوم ہوا کہ دعا واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ بعض احادیث میں مخصوص دعائیں ہیں۔ ان میں سے جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن بعض میں مخصوص دعا کے بجائے یہ فرمایا کہ جو چاہے دعا مانگے جیسا کہ مندرجہ بالا بخاری کی حدیث میں ہے۔

اسی طرح مسلم میں ہے ثم یتخیر من المسئلة ماشاء۔

(مسلم ج 1 ص 173، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پھر جو چاہے سوال کرے۔

عموماً لوگ رب اجعلنی یاربنا اتنا پڑھتے ہیں۔ ان سے بھی اس حدیث کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## سلام

عن علي عن النبي ﷺ قال مفتاح الصلوة الطهور و تحريمها  
التكبير و تحليلها التسليم.

(جامع ترمذی ج 1 ص 6، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ طہارت (یعنی وضو) نماز کی کنجی ہے اور تکبیر نماز کی تحریم (نماز کے علاوہ دوسری جائز چیزوں کو دوران نماز حرام کرنے والی) ہے اور سلام نماز کی تحلیل ہے (یعنی سلام سے حسب سابق سارے مباح کام جائز ہو جاتے ہیں جو کہ نماز میں ناجائز تھے)۔

عن عبد الله عن النبي ﷺ انه يسلم عن يمينه و عن يساره  
السلام عليكم ورحمة الله السلام عليكم ورحمة الله.

(جامع ترمذی ج 1 ص 65، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے۔ (یہ الفاظ کہتے ہوئے)

السلام عليكم ورحمة الله، السلام عليكم ورحمة الله.

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆



## عورتوں کی نماز کا طریقہ

عورتوں کی نماز کا طریقہ بھی وہی ہے جو مردوں کا ہے۔ صرف چند باتوں میں فرق ہے۔ عورت تکبیر تحریمہ کے وقت سینے کے مقابل ہاتھ اٹھائے گی اور قیام میں سینے پر ہاتھ باندھے گی۔ رکوع، سجود و قعدہ میں اپنے اعضاء کو ملائے گی، جسم کو سمیٹے گی۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

اذا سجدت المرأة الصقت بطنها في فخذيهما كالستر ما يكون لها۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج 2 ص 223، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) عورت جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے ملاتے اس طرح کہ جس میں اس کے لئے زیادہ پردہ ہو۔ بس یہی فرق ہے مرد و عورت کی نماز کا کہ عورت کو اس طریقے سے نماز پڑھنی ہے جو اس کے پردہ کے لئے زیادہ مناسب ہو۔

## عورتوں کے طریقہ نماز کے متعلق چند احادیث و آثار

عن وائل بن حجر قال قال رسول الله ﷺ يا ابن حجر اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة ترفع يديها حذاء ثديها۔

(طبرانی)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ اے وائل بن حجر جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ اپنے سینے کے مقابل اٹھائے گی۔

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا جلست المرأة في الصلوة وضعت فخذها على فخذها الاخرى و اذا سجدت الصقت بطنها في فخذيهما كالستر ما يكون لها وان الله ينظر اليها ويقول يا ملائكتي اشهدكم اني قد غفرت لها۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج 2 ص 223، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملائے، جس طرح اس کے لئے زیادہ پردہ ہو اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے اور فرماتا ہے۔ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

عن یزید بن ابی حبیب ان رسول اللہ ﷺ مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضا بعض اللحم الی الارض فان المرأة لیست فی ذالک کالرجل۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 223، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) یزید بن ابی حبیب فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ دو عورتوں پر گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم سجدہ کرو تو اپنے بعض گوشت (یعنی جسم کے بعض حصے) کو زمین کے ساتھ چپاں کرو (ملاؤ) کہ بے شک عورت (کا حکم) اس بارے میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

عن الحارث عن علی قال اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذیها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 302، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنی رانوں کو (پیٹ سے) ملائے۔

عن ابن عباس انه سئل صلوة المرأة فقال تجتمع و تحتفز۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 302، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ وہ اپنے اعضاء کو جمع کرے گی اور سمیٹے گی۔

عن عبد ربہ بن زیتون قال رایت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ترفع کفیها حذو منکبہا حین تفتتح الصلوة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 270، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) عبد ربہ بن زیتون فرماتے ہیں کہ حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتیں۔

عن الزہری قال ترفع یدئہا حذو منکبہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 270، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت زہری نے فرمایا۔ عورت کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے گی۔

عن ابراہیم قال اذا سجدت المرأة فلتضم فخذیہا ولتضع بطنہا علیہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 302، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا۔ جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنے پیٹ کو اُن پر رکھے۔

عن ابراہیم قال اذا سجدت المرأة فلتلذق بطنہا بفخذیہا ولا ترفع عجیزتہا ولا تجافی کما یجافی الرجل۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 303، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا۔ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے اور اپنے کولہوں کو اوپر نہ اٹھائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے دور نہ رکھے جس طرح مرد رکھتا ہے۔

عن ابن جریج قال قلت لعطاء تجلس المرأة فی مشنا علی شقہا الأیسر قال نعم قلت هو احب الیک من الایمن قال نعم قال تجتمع جالسة ما استطاعت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 303، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابن جریج نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا۔ کیا عورت دو رکعت کے بعد اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ میں نے کہا یہ طریقہ آپ کو دائیں کولہے پر بیٹھنے کی نسبت زیادہ پسند ہے۔ فرمایا ہاں، پھر فرمایا۔ عورت جہاں تک ہو سکے سمت کر بیٹھے۔

عن عامر قال تجلس المرأة في الصلاة كما يتيسر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 304، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عامر نے فرمایا۔ عورت نماز میں جیسے آسانی ہو بیٹھے۔

## تعداد رکعات تراویح

احناف سمیت جمہور علماء کے نزدیک تراویح 20 رکعات ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام و تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔

(دلائل)

دلیل نمبر 1

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 394، مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 498، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں 20 رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر 2

عن زید بن رومان انه قال كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان بثلاث وعشرين ركعة۔

(مؤطا امام مالک ص 98، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت زید بن رومان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ رمضان میں 23 رکعت (تین وتر سمیت) پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر 3

عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب

فی شہر رمضان بعشرین رکعة۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 496، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگ رمضان میں 20 رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر 4

عن ابی الحسناء ان علیاً امر رجلاً یصلی بہم فی رمضان عشرین رکعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 393، مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 497، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) ابوالحسناء فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں 20 رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

دلیل نمبر 5

عن یحییٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلاً یصلی بہم عشرین رکعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 393، مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)

(ترجمہ) یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو 20 رکعت تراویح پڑھائے۔

دلیل نمبر 6

ابو خصیب قال یؤمننا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویجات عشرین رکعة۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 496، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) ابوخصیب فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلة رمضان میں ہمیں پانچ ترویجوں میں 20 رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

## دلیل نمبر 7

عن ابی عبدالرحمن اسلمی عن علی قال دعا القراء فی رمضان  
فامر منهم رجلاً یصلی بالناس عشرين رکعة قال وکان علی یوتر  
بہم۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 496، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) ابو عبدالرحمن سلمی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں قراء کو  
بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو 20 رکعات تراویح پڑھائے اور خود حضرت علی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر پڑھاتے تھے۔

## دلیل نمبر 8

عن نافع بن عمر قال کان ابن ملیکہ یصلی بنا فی رمضان عشرين  
رکعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 393، مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)

(ترجمہ) نافع بن عمر فرماتے ہیں کہ ابن ملیکہ رمضان میں ہمیں 20 رکعات تراویح  
پڑھاتے تھے۔

## دلیل نمبر 9

عن شتیر بن شکل و کان من اصحاب علی انه کان یؤمهم فی شہر  
رمضان بعشرين رکعة ویوتر بثلاث۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 496، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) شتیر بن شکل جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے تھے فرماتے ہیں کہ  
وہ رمضان میں لوگوں کو 20 رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

## دلیل نمبر 10

عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امره ان یصلی باللیل فی

رمضان فصلى بهم عشرين ركعة۔

(کنز العمال ج 8 ص 264)

(ترجمہ) ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مجھے حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو 20 رکعت تراویح پڑھاؤں۔

دلیل نمبر 11

عن عطا قال ادرکت الناس و هم یصلون ثلاثا و عشرين ركعة  
بالتواتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 393، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

(ترجمہ) حضرت عطا فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ 23 رکعات تین و تسمیت پڑھتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ

و اکثر اهل العلم علی ماروی عن علی و عمر و غیرهما من  
اصحاب النبی ﷺ عشرين ركعة و هو قول الثوری و ابن المبارک  
والشافعی و قال الشافعی و هكذا ادرکت ببلدنا بمكة یصلون  
عشرين ركعة۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 166، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) اکثر اہل علم کا مذہب 20 رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی، حضرت عمر اور دیگر  
اصحاب رسول ﷺ سے مروی ہے اور یہی قول سفیان ثوری، ابن مبارک اور شافعی کا ہے اور امام  
شافعی نے فرمایا۔ ایسے ہی میں نے لوگوں کو اپنے شہر مکہ میں 20 رکعت تراویح پڑھتے ہوئے پایا

ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

## نماز وتر واجب ہے

عن عبد الله بن بريدة عن ابيه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول  
الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا الوتر حق فمن لم يوتر فليس  
منا الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 210، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے  
ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نماز وتر حق ہے۔ پس جس نے وتر نہیں پڑھی، وہ ہم میں سے  
نہیں۔ نماز وتر حق ہے۔ پس جس نے وتر نہیں پڑھی، وہ ہم میں سے نہیں۔ نماز وتر حق ہے پس جس  
نے وتر نہیں پڑھی وہ ہم میں سے نہیں۔

عن ابی ایوب الأنصاری قال قال رسول الله ﷺ الوتر حق علی  
کل مسلم۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 210، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے  
فرمایا۔ وتر ہر مسلم پر حق ہے۔

عن ابی ہریرة قال قال رسول الله ﷺ من لم يوتر فليس منا۔

(مجمع ج 2 ص 243، مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے  
وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

عن علی قال قال رسول الله ﷺ یا اهل القرآن اوتروا فان الله وتر  
یحب الوتر۔

(ابوداؤد ج 1 ص 210 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(سنن نسائی ج 1 ص 246، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ابن ماجہ ص 83، ایچ۔ ایم سعید کینی کراچی)



(ترجمہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے قرآن والو نمازوتر پڑھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ وتر (یعنی طاق) ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔

ان احادیث میں امر ہے جو کہ وجوب پر دلالت ہے۔ لہذا نماز وتر واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی قضا بھی ہے۔ جب کہ سنن ونوافل کی قضا نہیں ہوتی۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ من نام عن الوتر او نسیہ فلیصل اذا ذکرہ او اذا استیقظ۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 106، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ابن ماجہ ص 84، ایچ ایم سعید کپنی کراچی)

(ابوداؤد ج 1 ص 212، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو سو گیا وتر سے یا بھول گیا۔ چاہئے کہ وہ نماز ادا کرے جب اسے یاد آجائے یا جب وہ بیدار ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## وتر کی تین رکعت ہیں

عن علی قال کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث یقرأ فیہن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعة بثلاث سور آخرهن قل هو اللہ احد۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 106، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان میں مفصل کی 9 (نو) سورتیں پڑھتے تھے۔ ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے تھے۔ سب سے آخر میں قل هو اللہ احد پڑھتے تھے۔

عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ ﷺ یوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ وقل یا ایہا الکافرون وقل هو اللہ احد۔

(ابن ماجہ ص 83، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

(سنن نسائی ج 1 ص 248، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سبح اسم ربك الاعلیٰ اور قل یا ایہا الکافرون اور قل هو اللہ احد کے ساتھ وتر پڑھتے تھے (یعنی تین رکعت وتر پڑھتے اور ان میں یہ تین سورتیں پڑھتے تھے)۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

(ابن ماجہ ص 82، نسائی ج 1 ص 249)

عن عبدالعزیز بن جریج قال سئلنا عائشة بای شیء کان یوتر رسول اللہ ﷺ قالت کان یقرأ فی الركعة الاولى بسبح اسم ربك الاعلیٰ و فی الثانية قل یا ایہا الکافرون و فی الثالثة قل هو اللہ احد و المعوذتین۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 106، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ابن ماجہ ص 83، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

(ترجمہ) عبدالعزیز بن جریج فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں کیا پڑھتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل هو اللہ احدہ سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھتے تھے۔

عن ابی عبیدۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الوتر ثلاث  
المغرب۔

(مؤطا امام محمد ص 150، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ وتر تین رکعت ہیں مغرب کی تین رکعت کی طرح۔

عن عطا قال ابن عباس الوتر کصلوۃ المغرب۔

(مؤطا امام محمد ص 150، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عطا سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ وتر نماز مغرب کی طرح (تین رکعت) ہیں۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال ما اجزئت رکعة واحد قط۔

(مؤطا امام محمد ص 150، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت بالکل جائز نہیں۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث لا یسلم الا فی  
آخرهن۔

(المستدرک ج 1 ص 44)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے سلام صرف آخر میں پھیرتے۔

ان تمام روایت سے ثابت ہوا کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ نیز آخری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سلام صرف آخر میں پھیرنا سنت ہے۔ یعنی ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھنا آپ ﷺ کا طریقہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

## وتر میں قنوت رکوع سے پہلے

عن ابی بن کعب ان رسول الله ﷺ قنت یعنی فی الوتر قبل  
الركوع.

(ابوداؤد ج 1 ص 211، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ابن ماجہ ص 191، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ واللفظ لابی داؤد)

(ترجمہ) حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت  
پڑھتے تھے۔

عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات و يجعل  
القنوت قبل الركوع.

(مجمع الزوائد ج 2 ص 141، موسسة المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور قنوت  
رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

عن عبد الله انه كان يكبر حين يفرغ من القراءة ثم اذا فرغ من  
القنوت كبر وركع.

(مجمع الزوائد ج 2 ص 140، موسسة المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرأت سے فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہتے، پھر جب  
قنوت پڑھ کر فارغ ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتے۔

عن الاسود كان عبد الله يقرأ في آخر ركعة من الوتر قل هو الله  
احد ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة.

(مجمع الزوائد ج 2 ص 247، موسسة المعارف بیروت)

(ترجمہ) اسود کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل هو  
الله احد پڑھتے، پھر رکوع سے پہلے ہی رفع یدین کر کے قنوت پڑھتے۔

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ وتر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ دعا قنوت کے لئے پہلے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

(نوٹ) قنوت کا مطلب ہے دعا۔ معروف دعا، قنوت یا دوسری مسنون دعائیں جو آپ ﷺ سے وتر میں منقول ہیں۔ کوئی بھی پڑھے یا پھر ربنا اتنا، رب اجعلنی بھی پڑھ سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

## قنوت فجر

وتر کے علاوہ کسی نماز میں قنوت سنت نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھا، پھر ترک کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اور خلفاء راشدین نے کبھی قنوت فجر نہیں پڑھا۔

عن انس بن مالك قال قنت النبي ﷺ شهرًا يدعو على رعل و  
ذكون۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 136، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مہینہ تک قنوت پڑھا آپ رعل اور ذکون کے خلاف دعا کرتے۔

عن انس بن مالك ان النبي ﷺ قنت شهرًا يدعو على احياء من  
احياء العرب ثم تركه۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 237، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ماہ قنوت پڑھی جس میں عرب کے کئی قبیلوں کے خلاف دعا فرمائی۔

عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ كان يقنت في صلوة الصبح  
يدعو على حي من احياء العرب شهرًا ثم تركه۔

(سنن نسائی ج 1 ص 164، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ابن ماجہ ص 89، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک مہینے تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے۔ قبائل عرب میں سے ایک قبیلے کے خلاف دعا کرتے رہے، پھر چھوڑ دیا۔

عن علقمة عن ابن مسعود قال قنت رسول الله ﷺ شهرًا يدعو  
على عصابة وذكون فلما ظهر عليهم ترك القنوت وكان عبد الله

بن مسعود لا يقنت في صلوة الغداة.

(طحاوی ج 1 ص 157، مکتبہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک قنوت پڑھی۔ آپ ﷺ عصیہ اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے، پھر جب ان پر غلبہ پالیا تو چھوڑ دیا اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے۔

عن ام سلمة قالت نهى رسول الله ﷺ عن القنوت في الفجر.

(ترجمہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قنوت فجر سے۔

عن ابى مالك الاشجعي قال قلت لابي يا ابت انك قد صليت خلف

رسول الله ﷺ و ابى بكر و عمر و عثمان و على بن ابى طالب ههنا

بالكوفة نحو امن خمس سنين اكانو يقنتون قال اى بنى محدث.

(جامع ترمذی ج 1 ص 91، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو مالک الاشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا۔ اے والد گرامی آپ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ابو بکر و عمر و عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے یہاں کوفہ میں تقریباً پانچ سال تک تو کیا یہ حضرات قنوت پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے۔

قال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح و العمل علیہ عند اکثر

اهل العلم۔

(ج 1 ص 91)

(ترجمہ) امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

## دعا

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے ارحم الراحمین میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت عطا فرما اور اس کتاب کو عوام کے لئے نافع و مفید بنا اور اسے میرے لئے اور میرے والدین، اولاد، بہن بھائیوں، اقربا رشتہ داروں، میرے اساتذہ و شیوخ اور تلامذہ، معاوین (بالخصوص محمد منیر خان عظیمی مرحوم) کے لئے باعث اجر عظیم و ذریعہ نجات اور صدقہ جاریہ بنا۔

یا اللہ اس کتاب کو قارئین کے لئے سبب ہدایت اور باعث فلاح بنا (آمین) اور میں اپنے قارئین سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی مجھے اپنی مقبول دعاؤں میں یاد رکھیں۔ بالخصوص میری والدہ مرحومہ کی مغفرت و بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔ جن کی کمال شفقت و حسن تربیت اور مستجاب دعاؤں کے بدولت ہی مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے۔

اور میرے والد محترم کی صحت و درازی عمر کے لئے دعا فرمائیں۔ جنہوں نے خود مزدوری کی اور مجھے باوجود اس کے کہ بڑا بیٹا تھا۔ معاشی ذمہ داریوں سے آزاد کر کے علم دین حاصل کرنے کے لئے جانے کی اجازت دی۔

جزاھما اللہ عنی احسن الجزاء

رب ارحمہما کما ربیبانی صغیرًا۔

یا اللہ میرے جد امجد مولانا قمر دین اور میرے جد اعلیٰ وادی کلام کے اولین مبلغ، امام محی الدین جن کی تشریف آوری سے کلام میں دین اسلام کی اشاعت و ترویج ہوئی۔ مولا یا کریم ان کے درجات کو بلند فرما، یا اللہ میرے تمام اجداد و جدات کی مغفرت فرما، یا اللہ جمیع مسلمین و مسلمات، مومنین و مومنات کی بخشش و مغفرت فرما۔ آمین

فقیر قادری شیر محمد برکاتی عفی عنہ

تاریخ: یکم دسمبر 2014 / صفر المظفر 1436ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆



صلوا كما رأيتموني أصلي (حدیث)

# نمازِ حقیقی

(احادیث کی روشنی میں)

مؤلف: علامہ مفتی محمد رفیع قادری برکاتی مدظلہ

فاضل دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد  
صدر مدرس و مفتی: دارالعلوم حنفیہ رضویہ، مرکزی عیدگاہ ٹنڈو الہیار

تقدیم و توثیق: مفتی اعظم سندھ و بلوچستان، محامد العلماء، فخر رضویٹ

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

رئیس دارالافتاء دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

محمد منیر خان عظیمی قائم خانی صاحب

زاویہ پشاور

زاویہ پبلشرز  
ذریعہ مارکیٹ، لاہور

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شاہراہ مفتی محمد ظہیر خان، حیدرآباد